

تھلی دیوبند

ماہنامہ بھی

پیشہ
عامر عثمانی

DECEMBER 1973

Rs. 1/50

سالان پندرہ روپیے

حکیم

ماہنہ بھلی

پہلی سال کا اٹھواں شمارہ

ایڈیٹر

فاتح
عامر عثمانی

امریکہ۔ انگلینڈ۔ ناچیریا۔ کنیڈا۔ فرانس۔ انڈو یمنیا اور ملیشیا سے
بذریعہ بھری داک ڈپوٹ۔ بذریعہ بھرائی داک ہپوٹ۔
بھریں افریقہ۔ سعودی عرب۔ قطر و عیران سے بذریعہ بھری
داک لیک پونڈ اور دس شلنگ۔ بذریعہ بھرائی داک تین پونڈ۔



اپ کی خوبیوں سے اس دائرے میں بخ ختنان ہے۔ ٹھیک نہ اس پر پہنچ پڑے
بزرگ دی پی سے بھجا جائے گا جس سے سالانہ قیمت بھیں یاد ہی پڑی کی اباظت
دیپانی سارے بولہوں پر کرنا اپ کا خلائق فرق ہو گا۔ منی اور دین بھک آپ دی پی خیج
نچ جائیں گے۔

فہرست ماہ دسمبر ۱۹۷۴ء

عامر عثمانی	۵	آغاز سخن
مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۲۶	تفسیر القرآن
شمس نویہ عثمانی	۳۱	ایک فرض جو آپ کو پکار رہے ہیں۔
عامر عثمانی	۳۵	تجھی کی داک
مولانا اسرار حسani	۳۸	رویت ہلال اور ہمارا رویہ۔
عامر عثمانی	۵۱	شاہنامہ۔
عامر عثمانی	۵۹	تفسیر ماجدی۔
ملاء ابن العرب بنگی	۶۴	مسجد سے نیخانے تک۔

اکلا شہماں

متعدد بار بتایا جا چکا ہے کہ اشاعت طلب سوالات میں سے بیشکل ۵ فیصد کے چھپتے کی نوبت آتی ہے۔ باقی روپی ہو جاتے ہیں۔ علاج ہمارے پاس کچھ نہیں۔ کبھی بھی ڈاکٹر نمبر نکال کر بہائے نامی تلافی کر لی جاتی ہے۔ اب کی بھی ڈاکٹر بر ہی کارادہ ہے۔ جنوری و فوری ۲۷ نومبر کا مشترکہ شمارہ اشتراحت و سطیع طلب تک آپ کی خدمت میں ڈاکٹر نمبر کی حیثیت سے حاضر ہو گا۔ اس کے بعد ”کہانی نمبر“ کا خیز ہے۔ کہانی نمبر کہتے ہیں ”ملائیں“ ملائیں العربی وعدہ کیا ہے کہ حل و وابک صدر نگ قسم کی داستان عبرت لکھ کر اسکا اسے اگررسی قابل یا ممکن تھا کہ ایک شارہ اضافہ صفت کے ساتھ اسی کی نذر کر دیا جائے گا۔

اکلا شہماں کی دو خاصیتیں

- (۱) حکومت جوسودی قرضے دیتا ہے اس پر ملک کے معروف عالم اور قومی مولانا عدیت الرحمن کی مخصوص راستے اور اس پر دریچلی کا اندازہ رکھا۔
- (۲) تین طلاقوں کے بعد اب اب تفقہ نے کچھ نیصلے دیتے ہیں۔ ان ہوا تھا جس میں ارباب تفقہ نے کچھ نیصلے دیتے ہیں۔ ان پر ناقدانہ گفتگو۔ دعاوں کا طالب مندرج

یک جنوری ۲۷ نومبر سے سرمدہ درجہ کی قیمت

آٹھ روپے

ایک لوٹ

چار روپے پیسے

۶ ماشہ

دو روپے ۳۵ پیسے

سماشہ

حوالہ اقمعی

تمام خودریات زندگی اپنی قدر و قیمت برادر طرھائے چلی جا رہی ہیں تو کاغذ یچارہ غافل کیوں بیٹھتا وہ بھی انگڑاں لے کر اٹھا دا راڑا ان بھری۔ اب سال گذشتہ کے مقابلے میں طھاٹی بھی نہیں پڑھے۔ اخبارات وسائل کے قاتیں دیکھی ہے ہیں کہتنے ہی پرچے اپنی قیمت طرھائے پر جبور پڑھئے کہتنے ہی نہ رعیت کر فتاہ ہیں اور بعض یچارے تو پیلے بغیر ہی عالم بالا کو سدھا رکھتے۔ اب چیختے رہتے کہ حنفیت کرے عجب آزاد مرد خدا

آپ سمجھ رہے ہوں گے ہم بھی قیمت طرھائے کی تمہید گھانٹھرہ ہے ہیں مگر فی الحال ایسا نہیں۔ یہ تمہید ہم نے ایک افادا کے سلسلہ میں اٹھائی ہے۔ ہوا یہ کہ ”نظریہ ارتقاء نمبر“ کی عین پوستنگ کے وقت ملکتگی تیسرے بازار سے غائب ہو گیا اور پھر تلاشیں بیمار کے بعد دو گتی قیمت پر فہریا ہوا تو جھٹپت اور ہودا۔ تیسجہ یہ اکلا کہ پوست شدہ پرچوں کے نہ جلنے کرنے رہی رہتے ہیں پس پھرٹ گئے۔ ان پر ہی خردیاروں کے پتے کی چیز بھی نہیں۔ چیز ہی نہ ہیں تو تھا کہ ڈاک اس کے سوا اکا کرنکارا خدیں ہماری ہی طرف لوٹا دے۔ واپس شدہ پرچوں کی تعداد دو سو سے کم نہ ہو گی۔ روزانہ خطوط کی بھی بھر رہے کہ پرچہ نہیں ملا۔ پرچے خط ملنے پر دو بارہ تو بہ حال پہچ ہی دیا جاتا ہے لیکن نہ جانے کتنے پڑھیں الطبع اور تداعیت اپنے قاری ایسے بھی ہوتے ہیں جو تصویر کے رہتے ہیں کہ پرچہ یاد چھپا ہی نہیں پھر کیوں خط لکھ کر دار کو مشتمل کر کیا جائے۔

ایسے تمام دوستوں سکندر اش ہے کہ وہ دفتر کو خط لکھ کر اپنا پرچہ طلب فرمائیں۔ جب تک ان کا خط نہ پہنچے کا ادارے کو کیسے پتا چلے گا کہ انھیں پرچہ نہیں پہنچا۔

اس بسیجن

مسلمانوں میں غلط طور پر گھس آتے ہیں اور ان کے دین ایک کو دیک کی طرح چاٹ رہتے ہیں۔

اس تہذیب کے بعد ہم اسی موضوع کی ایک ایسی کتاب کا ذکر کرنا جائز ہے ہیں جو اگرچہ کسی اصطلاحی عالم کی تعینت کردہ نہیں ملک شہرت و مقبولیت میں اس نے ایک ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اس کا نام ہے ”شریعت یا جہالت“ اور اس کے مصنفوں میں جناب محمد پالد، صاحب حقانی، محترم موصوف اب سے تقریباً نو سال پہلے ہیں بھی شرف ملاقات سخن چکے ہیں۔ وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت تجھی کے دفتر میں آئے ہے اور جہاں تک یاد پڑتا ہے اپنی یہ کتاب تبصرے کے لئے انہوں نے کوئی ہی طور پر بیش کی تھی۔ چونکہ مئی ۱۹۷۶ء کے تھیں اس پر تبصرہ ہوا اور اس تبصرے کا کچھ حصہ موصوف نے کتابے اگلے ایک شان میں شامل کر دیا جو برابر شامل چلا آرہا ہے۔

اب یہ تو مشیدت ایزدی ہے کہ اس کتاب کی غیر عمومی

خلاف دین طور طرتق، نادرست خفائد اور بد عات خرافات کے رو میں کتابیں تعینت کرنا در دمن علماء اور خدا ترس صاحبین کی قدیمی روشن ہے جس سے مسلمانوں کا کوئی بھی پڑھا کرنا حلقہ ناواقف نہیں ہے۔ چونکہ امر بالمعروف اور نبی عن المنکر اللہ اور رسول نبی کی بنیادی بہایت ہے۔ اس لئے ہبھی کیسے سکتا تھا کہ علماء حق اور خیر خواہاں تلت اس بہایت سے غافل رہتے۔ تاریخ اسلام کی کوئی بھی حدیث آپ کو ایسے علماء سے خالی نہیں ملے گی جنہوں نے اپنی زبان اور اسلام کی صلاحیتوں کو قرآن و صنت کی حقیقی تعلیمات کی اتنا و حفاظت اور بد عات و توهہات کی تردید و مخالفت میں صرف نہ کیا ہے۔

دوسرا موجود میں بھی یہ مسلسل منقطع نہیں ہے چنانچہ بیمار کتابیں بازار میں موجود ہیں جو سنت و بدعت کے موضوع سے بحث کرتے ہوئے دلیل و برہان کے ساتھ اللہ اور رسول کی میتند تعلیمات سامنے لاتی ہیں اور محلہ کر بتاتی ہیں کہ کون کوئی صحیح رسیں اور بد عتیں اور رواج اور تصویرات و عقائد

لیکن آج نوٹس لینے کا سبب دوسرا سلے بنے ہیں ایک دو چوبیتی کے ایک غیر معروف ہفت روزہ میں عامر عثمانی تھے نام حکلے خط کے عنوان سے چھپا ہے اور دوسرا وہ جو ارد و میں بلاط جدید معروف پرچے میں "دوستی خیز" مرخیوں سے طبع ہوا ہے۔ ایک سرجی ہے:-

"کیا کوئی نہ اکبر علی خان سور ہے ہیں"
دوسری سرجی ہے:-

"اس جزوئی کو لگا آدمی جائے"

ظاہر ہے "اس" کا مشاہر الیہ حقانی صاحب ہیں۔
مراسلے پر اصحابہ راسلے کے نام دینے ہیں اور
تینوں ماشاء اللہ مسلمان ہی ہیں۔ اس کے باوجود جو بعض
عنداد اور غیظ و نفرت حقانی صاحبوں کے خلاف ان کے
قلدیب میں موجود ہے اس کے اظہار کے لئے یہہ خیاں
ہی کم نہیں اور مراسلے میں توجی بھر کر دل کا بخار نکالا گیا
ہے۔

ہم پہلے اسی مراسلے کا جائزہ لیں گے اور اس کے
بعد دوسرے "کھلے خط" کو کیھیں گے۔ حقانی صاحب کی
جو کتاب (شروعت یا جہالت) (صل نشانہ بھی ہوئی ہے)
اس پر تبصرہ ہے نے جو نکہ تو سال پہلے کیا تھا اس لئے ہمارے
احسان ذمہ داری نے ضروری سمجھا کہ ایک بارہ ہر اسے
حرفاً حرفاً پڑھ لیا جاتے تاکہ اس پر عائد کئی جائز دالے
اعراضات والزمات کے بارے میں ہمارا اظہار
خیال پوری طرح منصفانہ اور حق پرستانہ ہو۔

الحمد للہ اب ہم اطمینان اور خدا عتمادی کے ساتھ
اپنے خیال و رائے کا اظہار کر سکتے ہیں کیونکہ جو حرف حرف
پوری توجہ سے پڑھ لیا ہے اور پڑھنے کے بعد اس تجھ پر
پہنچے ہیں کہ نو سال قبل کے تبصرے میں جو تحسین ہم نے کی
تھی وہ غلط نہیں تھی اور آج جس قسم کا شعرو و غنما جنا حقانی
صاحب، اور ان کی مذکورہ کتاب کے خلاف ہنسنے میں آ رہا ہے
وہ سوائے ظلم اور فساد انگیزی کے کوئی معقولیت نہیں رکھتا

شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ دس دس ہزار کے ایڈیشن
چھپے اور ہاتھوں ہاتھ کی گئے۔ اعجازِ قرأت یہ ہے کہ حقانی
صاحب تقریر میں خوب کہتے ہیں اور انکی تقریروں نے بھی
قبول عام کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ جب کسی شخص کو قبول عام
حاصل ہوتا ہے تو اس کے مخالفین و معاندین بھی یقیناً پسدا
ہوتے ہیں۔ حصہ مصاہد اصلاح معاشرہ اور پیر عقائد کا پیچ
اٹھانے والوں کی مخالفت تو ہر حال میں خوب خوب ہوتی ہے
کیونکہ علم و کم عقل بیوگوں نے جن افراد و عقائد اور سوم
رواج کو از راہ غلط فہمی باصوراب اور مقدیں سمجھ رکھا ہوتا
ہے ان کی تغییط و تردید برداشت کرنا ان کے لئے آسان
بڑے پیغمبر فہمی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحی دعوت تبلیغ کو
بھی شدید ترین مذاہتوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔
وہ دنیا میں سب سے بڑھ کر مخلوق خدا کے خیر خواہ تھے مگر افغانیں
مضد کہا گیا۔ جنوں کہا گیا۔ جادوگر اور کاہن کہا گیا۔ بھولا
پھر کسی اور تی کیا جیت کو وہ عناد و تعصیب اور غیظ و غصب
کی سنگواری سے حفاظہ رہ سکے۔

حقانی صاحب اور ان کی کتاب برابر مخالفتوں کا
نشانہ بھی ہوئی ہے اور چونکہ تخلی کا تھیں آمیز تبصرہ بھی
اس کا جزو ہے اس لئے بتیرے کرم فرما حقانی صاحب کے
ساتھ ساتھ نالائق مایہ تھا کو بھی آڑے ہاتھوں لیتے ہیں۔
ہم نے ماضی قریب میں زیجاں کتنے مضمایں اور مراسلے
ایسے دیکھے ہوں گے جن میں تجھ کا خططا کا مرید پڑھا تیروں اور
پڑھوں کی نزد پر نظر آیا۔ مگر ایسے مناظر میں چھڑیا زیادہ مشاہر
نہیں کرتے۔ کریں بھی تو یہ ہر حال ہمارے بس میں اکہاں
ہے کہ ہر قلم چلائے والے کی موٹھا فیوں کے جواب میں
"جواب آں غزل" کا فریضہ انجام دیا کریں۔ قلم پر کوئی
پابندی نہیں اہم اکون کسی کو جمالت و سفاہت کے قلمی
منظما ہر سے روک سکتا ہے اور کس کے بس میں ہے کہ ہر حد تک
بہنگام اور غل غضاڑے کا نوٹس لیتا پھرے۔

کے مستند شارحین حدیث اور محققین کی اکثریت یہ رائے رکھتی ہے کہ حضرت عائشہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے جوں کی بات حضن طکل پڑھنہیں کہی بلکہ متعدد بار و مرسوں کی جوںیں حضور کے کپڑوں میں چھسی ہیں اور آپ نے انھیں تلاش کر کے مارا ہے۔

بہر حال بے چارے حقانی صاحب نے توحی اللسع یہ گوئش کی کہ احادیث صحیح میں جوں کی جوابات آئی ہے انکی اچھی سے اچھی توجیہ کر دی جائے اور علماء دین کا فتویٰ بھی منظاہر حق سے تقلیل کر دیا کہ:-

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پبارک میں کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی تھی کیونکہ جوں اس کے پڑتی ہے جس کے پیسے میں بدبو آتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیسے میں مشک و عنبر سے بھی زیادہ اچھی نوشبو آتی تھی۔“ رشریعت یا جہالت ص ۱۹۲

اس صورتِ واقعہ کو نظر میں رکھیا اور چھر منقولہ بالا ریکارڈ پڑھ کر دیکھئے۔ اس ریمارک میں حقانی صاحب کی تحریر فرمودہ بات کو اس کی صحیح شکل میں پیش نہیں کیا گی بلکہ ایسے الفاظ لکھ گئے جن سے پڑھنے والوں کو یہ تاثر لے کر حقانی صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اور لباس میں جوںیں پیدا ہو جاتی تھیں۔

حالانکہ احادیث صحیح میں کوئی ایسی دھنناحت نہیں جس سے قطعی طور پر یہ واضح ہو سکے کہ حضور کے لباس میں جوںیں کہیں اور سے چھر ہٹھی تھیں اپنے لباس میں پیدا ہوئی تھیں لہذا کوئی تقصیم اگر یہ بھی خیال کر گز رے کہ ممکن ہے اسی لباس میں پیدا ہو جاتی ہوں تو اسے بہت سے بہت قلت فہم اور رسول تدبیر کا الزام دیا جاسکتا ہے توہین و گستاخی کا نہیں۔

تاہم حقانی صاحب نے تو بالکل واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ یا تو جوںیں فقر اور مساکین کے میلے لباس سے یا دیہاتیوں کے کپڑوں سے یا سینتوں اور باخوں سے حضور کے بدن پر چڑھ جاتی تھیں یا پھر حقیقتاً جوںیں نہیں چڑھتی تھیں بلکہ تنکے یا بال وغیرہ کی چیزوں سے آپ کو جوں کا خیال ہو جاتا تھا۔

مراسلمہ میں فرمایا گیا:-

”شریعت یا جہالت ناجی کتاب میں قرآن حادث کو توڑھ رکھ کر جو اسے پیش کئے گئے ہیں ان سے انبیاء سے عظام اور اولیاء رکھ رکھ ام کی مقدس شان میں بدترین گستاخیاں ہوتی ہیں۔“

یہ ریمارک الگزیچا س فیصلہ بھی درست ہوتا تو ہم کہتے کہ ہمارے بھائیوں کا غم و غصہ بجا ”لگزیچا س فیصلہ تو کجا اس میں پائیج فی صدد بھی سمجھائی کا وہ جوں نہیں ہے۔ ذکر وہ فقروں کے بعد گستاخیوں کے جو منونے پیش کئے گئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:-

(۱) ”حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں اور بدن میں جوں پڑ جاتی تھیں۔“

ٹھیک جائیے۔ مراسلمہ نگاروں کی دلیلہ دلیری اور دھاندی کا اندازہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس پہنچنے پر تفصیل سے گفتگو پوچھائے۔

جو فقرہ ابھی نقل ہوا وہ فی الحقيقة حقانی صاحب کا فقرہ نہیں ہے بلکہ مراسلمہ نگاروں کا اپنا فقرہ ہے جسے کسی حوالے کے بغیر انہوں نے شامل مراسلمہ کر دیا ہے۔ یہ فقرہ دراہمیت میں اور مفاظ طراہ انگریزی کی اس لطیف نوع پر مشتمل ہے جسے باطن صلطاح میں ”فنکاری“ کہتے ہیں۔

حقانی صاحب نے بلاشبہ احادیث صحیح کے حوالے سے جوں کا ذکر کیا ہے لیکن وہ دھنناحت بھی کر دی ہے کہ جوںیں خود حضور کے جسم سے پیدا نہیں ہوتی تھیں بلکہ دوسروں کی چڑھ جاتی تھیں۔ اس سے بھی ٹھہر کر حقانی صاحب نے شانِ رسالت کے جذبہ احترام میں ایک ایسی توجیہ بھی پیش کر دی ہے جو قوی نہیں ہے یعنی یہ کہ ہو سکتا ہے بھی کبحار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر بال یا کوئی سکا اس طرح چھٹا ہو کہ آپ اسے کپڑوں میں تلاش کرتے ہوں اور اسی کیفیت کو حضرت عائشہ رضنے جوںیں تلاش کرنے پر مجھوں کیا ہو۔

یہ توجیہ کئی اعتبار سے بے وزن ہے اور سلف و خلف

عقائد و تصویرات کا شیوع ہو گیا ہے۔ ہم میں سے کتنے ہی عقل کے دشمن ایسے ہیں جو یہ تک سننا کو اڑانہیں کرتے کہ رسول اللہ بشر تھے۔ آدمی تھے۔ ہماری بھی طرح ایک بچے صلب اور ایک ماں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور کتنے ہی سچ فہم ایسے ہیں جو اول ماں کو خدا کی قادر بھدینے پڑھے ہیں اور ان کی قبروں سے ٹھللہ مشکر کا نام معاملہ کر رہے ہیں۔ اب حقانی صاحب کا تو مقصود تصنیف ہی مگر ہم ہم اور بزرگت کشیوں کو ان کی غلطیوں بر تنبہ کرنا اور ان کے سامنے قرآن و سنت کی مشعل جلانا تھا۔ انہوں نے جہاں دیگر بے شمار و اہی افکار و عقائد پر الگ الگ عنوان دیکر خدا اور رسول کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں گفتگو کی وہیں بھی عنوان دیا کہ۔

”میں انسان ہوں۔“

”میں“ سے مراد ہیاں تھی مرتبت ہر کار و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ ضمیر متكلم کے ساتھ یہ فقرہ اصلًاً قرآن سے مستفاد ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے متعدد بار حضور ﷺ کو تلقین کی ہے کہ اسے پیغمبر انبوں سے صاف سنا کہ ووکر میں تو ایک انسان ہوں۔ مجھے اللہ نے ثبوت کے منصب پر فائز کر کے دھی سے نواز ہے جسی ہے میری خصوصیت و رذن تو میں الْوَہْیَت میں کسی قسم کی پیشکش نہیں ہوں نہ ماقوق الغطرہ ہوں نہ فرستہ ہوں۔

دُورِ رسالت ہی میں ایسے بے شمار لوگ تھے جو اس پر اظہار تعجب کیا کرتے تھے کہ مجھے صاحبِ حمد کھاتے ہیں بھی ہیں۔ بازار میں خرید و فروخت بھی کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں! — گویا ان کم عقولوں کے نزد یہ رسالت اور آدمیت میں تضاد تھا۔ کچھ اسی نوع کا معمول آج بھی موجود ہے۔ مسلمانوں، ہی میں نہ جانتے کتنا ایسے بے وقوف اور بے بصیرت افراد پیدا ہوئے ہیں جن کے سامنے الگ یہ کہا جائے کہ زوالِ الہمpta فتنہ تھے تو وہ بھڑک اُٹھتے ہیں اور کہنے والے کو وہابی اور گستاخ اور خارج از اسلام جیسے خطابات سے نواز

ہیں کے باوجود دراسہ نگاروں کا منقولہ بالاقرہ لکھنا مغالطہ انگریزی اور فرنگی پر دازی نہیں تو اور کیا ہے۔

وھاندلی اور دیدہ دلیری کے الفاظ ہم نے جس وجہ سے استعمال کئے وہ یہ ہے کہ دوسرے مدنبر جات کی طرح جوں والی بات بھی حقانی صاحب نے اپنے دل سے گھر کر نہیں لکھی بلکہ پرے جو لوں کے ساتھ احادیث صحیح میں کیسے مراسلہ ہے کہ حضرات اگر واقعہ مسلمان ہیں تو انہیں حقانی صاحب پر مستاخی کا الزام لگاتے ہوئے اتنا تو سوچ لینا چاہئے تھا کہ وہ خود کس قدر بڑی گستاخی اور حصیت کا کار تکاب کر رہے ہیں کہ میں اس امرِ واقعہ کو ”بدترین گستاخی“ کا عنوان دے رہے ہیں جو حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہ حبیبی جلیل القدر صحابیات سے مردی ہے۔ یہ صراحتہ حدیث کی توہین اور صحابیات کی تکذیب ہے۔ ایسا وہی لوگ کر سکتے ہیں جو یا تو حدیث پر ایمان ہی نہ رکھتے ہوں یا پھر ان کا احتمالہ خیال یہ ہو کہ صرف ان حدیثوں پر ہم ایمان لا سیں گے جو ہمیں پسند ہوں اور ان کو بر ملا حصہ لادیں گے جو ہمیں پسند نہ ہوں۔

بات ورزی دار ہو سکتی تھی اگر دراسہ نگار بھائی علم و تحقیق کی روشنی دال کریے تا بت فرمادیتے کہ حقانی صاحب ایشات مدعا میں جو احادیث لقل کیں ان کا فی الحقيقة کوئی وجود ہی نہیں ہے یا ہے تو تمگران کی سندیں لائیں اعتماد نہیں ہیں یا حقانی صاحبے ان کا مفہوم غلط بیان کیا ہے۔

لیکن دلیل و برہان اور ثبوت و شہادت کے بغیر غل میں انکا حقانی نے قرآن و حدیث کو تو طرور کر کیا تھیں کیا ہے۔ آخر سخے پن اور اپنی ہی جہالت کے اعلان کے سو اور کس قدر قیمت کا حامل ہو سکتا ہے۔

قاویں یہ ہیں سن لیں کہ جوں والی روایات میں کرنے کی آخر کیا ضرورت حقانی صاحب کی لاح ہوئی تھی۔ بات یہ ہے کہ جس طرح نصرانیوں نے دین عیسیٰ کو بخارط الدا اور طرح طرح کے عقائد و تصویرات گھوڑتے ہیاں تک کہ خدا کے بندے اور رسول حضرت عیسیٰ کو معاذ اللہ خدا کا بیٹا بناد الا ای طرح ہم مسلمان میں بھی اولیاء و انبیاء کے بارے میں بے شمار و اہی اور طبعزاد

نکالنے ہی کئے آتے ہیں۔ تفالی اور استفہی کہتے ہیں کسی اور سے جو نین نکالنے کی استدعا کرنے کر۔ تفالی النساء کے معنی آتے ہیں عورتوں کا ایک دوسرے کی جو نین نکالنا۔

اب مراسلہ نگار بھائیوں سے کوئی پوچھئے کہ آپ کہاں کھڑے ہیں!

اللہ کے رسول اسی طرح استخراجاتے تھے جس طرح سب انسان جاتے ہیں۔ بھوک اور شکم سیری کا احساس فرماتے تھے۔ بیمار ہوتے تھے۔ سستے اور روتے تھے۔ خصوص کرتے تھے۔ تھک جاتے تھے وغیرہ لذک اب اگر حضور کے ان بشری اوصاف کے تذکرے پر کوئی شخص چھٹھے چلانے لگے کہ یہ تو حضور کی انسان میں گستاخی کی بجا رہی ہے۔ یہ توبہ تیزی ہے۔ اس پر تمیز رجاري کرنی چاہئے۔ تو اہل الفضائل بتائیں کہ اس قسم کی احتمانہ عقیدت رسول اور اس نوع کا سفیرانہ احتجاج معقولیت کہلا کے گا یا نادانی اور قابل اعتراض ہو ڈکا یا ناقابل توجہ۔

متن حدیث آپ کے سامنے ہے۔ اس میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ جو نین حضور کے کپڑوں میں پیدا نہیں ہوتی تھیں بلکہ کہیں اور سے پڑھتا تھیں۔ لہذا کوئی شخص الگ کسی توجہ و تاویل کے بغیر بھی یہ حدیث بیان کر دے تو اسے جرم قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ حقانی صاحب توجہ توجہات بھی ساختہ جو الہ قلم کر رہے ہیں جن کا ہم ذکر کر آتے اس کے باوجود مراسلہ نگار بھائیوں نے اسے ”بذریعن گستاخوں“ کی فہرست میں شامل فرمایا تو گورنر اکبر علی خاص ہوں یا کوئی بھی انکھوں والا مشریف آدمی۔ وہ اس کے سوا آخر کیا بھے گا کہ مراسلہ نگاروں کے ماغ کا کوئی پیش طھیلا ہو گیا ہے اور یہم ابھیرت کسی ایسے مرض کا شکار بن گئی ہے جو نین سیاہی پر سیفیدی کا دھوکا ہوتا ہے اور سفیدی پر سیاہی کا۔

منونہ علٰی

بذریعن گستاخوں کے دوسرے منونے کے طور پر مراسلہ

ڈالتے ہیں۔

اسی فساد خیال اور جہالت و سفاہت کی صلاح کے لئے حقانی صاحب نے عز ان قائم کیا کہ ”میں انسان ہو۔“ اور اس کے تحت ہیئے آیات قرآنیہ کا تحریر جمہر مسلم جو لوگوں کے ساتھ پسیدہ قلم فرمایا۔ پھر وہ حدیثیں نقل کیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضورؐ کی بشیریت ایک مسلم اور قطبی شے ہے۔ مثلاً ایک بار حضورؐ سے نماز میں سہو ہو گیا اور صاحبہ کے متفصار برآئے فرمایا کہ میں تو ایک انسان ہی ہوں۔ جس طرح تم لوگ کوئی بات بھول جاتے ہو اسی طرح میں بھی بھول سکتا ہوں۔ جب میں کچھ بھول جاؤں تو تم لوگ یاد دلادیا کرو۔

اسی موتعہ پر وہ جو دو ولی روایات نقل کرتے ہیں۔ یہ روایات ہیں ہی ایسے موتعہ کے لئے بھیان حضورؐ کی بشیریت ثابت کر کے مبالغہ اترائیں کی تردید مقصود ہو۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ایک آدمی ہیں۔ وہ اسی طرح اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں جس طرح تم کرتے ہو۔ وہ اپنا جو نتا اور کپڑا اسی لیتے ہیں۔ تکریری کا دو دوہ لیتے ہیں۔ اپنے پڑو نکلی جو نین دیکھ لیتے ہیں۔

حقانی صاحب نے حدیث کا عربی متن اگرچہ نقل نہیں کیا لیکن مظاہر حق اور شائن ترمذی اور مشکوہ ترمذی پرے حوالے موجود ہیں۔ یعنی اصل متن ہم مشکوہ سے نقل کیتے دیتے ہیں۔

”من حاذثة قالـتـ كانـ رسـولـ اللـهـ صـلـىـ اللـهـ عـلـيـهـ وـسـلـىـ مـخـيـفـ نـعـلـةـ وـيـخـطـرـيـةـ وـيـعـمـلـ فـيـ بـيـتـهـ كـمـاـ يـعـدـلـ اـحـدـ كـمـيـتـهـ وـقـالـتـ كانـ بشـرـاـ مـنـ الشـوـفـلـيـ ثـوـبـةـ وـيـحـلـبـ شـأـتـهـ وـيـخـدـمـ رـفـسـدـهـ۔ سـرـواـهـ الترمذی۔“

یعنی ثوبہ کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہوتے کہ اپنے کپڑوں کی جو نین دیکھ لیا کرتے تھے۔ نقلی کپڑوں سے جو نین

یقہ لکھا گیا۔

"جو لوگ نہیں اور ولیوں کی محبت میں گرفتار ہیں
وہ مگرہ ہو رہے ہیں۔"

کاغل غپاڑہ خود ان کی بے علمی اور کچھ نہیں کا اعلان جلی ہے
اگر ان بیمار اور اولیاءِ کو ان کے صحیح درجن میں رکھنا کتنا ہی
ہے اور مبالغہ پسندوں کے ہاں میں ہاں ملا ناہی تمیزداری ہے
تو کسی بھی وقت عیسائی حضرات یہ مطابق کرنے میں حق تجاہ
ہو سکتے ہیں کہ قرآن کون عذالت ضبط کروں میں حضرت
عیسیٰ کی توہین کی گئی ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا
تلیم کرنے کے عرض اللہ کا عرض بن رہا اور وہ سے انسانوں
جیسا انسان کہا گیا ہے۔ اس میں ان لوگوں کو جنم کی بشارت
دی گئی ہے جو عیسیٰ کو ابن اللہ کہہ کر تمیزداری اور احترام ادب
ساخت ادا کرتے ہیں۔
فرمایں مرسلہ نگار بھائی۔ اس استخراج کا کیا جواب
ان کے پاس ہو گا۔

مُفْرِضَةٌ عَنْ

تیسرا مفروضہ کے الفاظ ہیں:-

"حضور اندھکش ایسے جھوٹے اور جاہل تھے کہ ناق
کو مارن اور مومن کو منافق بتاتے تھے"
استغفار اللہ شتم استغفار اللہ۔

مرسلہ نگاروں نے یہاں اس شخص کی سی روش اختیار
کی ہے جو پرانے شگون میں اپنی ہی ناک کاٹ لیتا ہے۔ نقل
کفر کفر نہ باشد۔ یہ کفر ہی ہے کہ حضور مسیح نے "جھوٹے اور
جاہل" کے الفاظ استعمال کئے جائیں۔ مرسلے کے قارئین اس
فلسطینی میں گرفتار ہوئے ہوں گے کہ شاید حقیقی صاحب
ہی نے اپنی کتاب میں یہاں اپک الفاظ لکھے ہیں گریں یا حقیقت
مرسلہ نگاروں کی شہزادت اور فتنہ پردازی ہے کہ دل سے
ظہر کر اس طرح کی گئی بات کتاب کی طرف نہ سوپ کر دی۔
اگر گورنر اکبر علی خالص سخن دی گئی سے اس مرسلہ کی طرف متوجہ ہوتے
اور اس کی تصدیق و تکذیب کی خاطر کتاب کا مطابعہ فرماتے
 تو ہمیں ان کی فہم و فراست اور دیانت داری ہیں تھیں کہ حقیقی
صاحب کو جرم گردانے کے بجائے مرسلہ نگاروں ہی پر فروز
جسم عالمگر تریکے اخنوں نے کتاب کی پاکیزہ اور ایمان افروز
عمارتوں سے نعلوظ قسم کے فوایم نکال کر اتنے گزارے الفاظ

یہ فقرہ بھی تبیس و نئکاری پرینتی ہے۔ پوری کتاب میں
کہیں ایسی لغیات نہیں دکھانی جاسکتی۔ انبیاء اور اولیاء
کی محبت کے سلسلے میں کتاب جو مواد پیش کرتی ہے اس کا
خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی محبت و عقیدت کو ان
حدوں میں رکھو جو قرآن اور حدیث نے مقرر کر دی ہے۔ وہ
حرکت ملت کرو جو صراحتیوں نے کہ حضرت عیسیٰ کی طبقاً
پڑھا کر خدا کا بیٹا ہی بناد الار۔ محبت کو شریعت کی جانب
ہونا چاہیے۔ شاعر انش مبالغہ آر ایمان دین وایمان کی
نبیا دس دلائلیں۔ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامات
برحق تیکن ان کی طرف الوہی اوصاف کی نسبت کرنا
شرک ہے۔ انھیں خدا ملت بناؤ انسان ہی رہنے دو۔ وہ
خود بھی اس نامہ سیاطرِ عمل سے روکتے رہے ہیں۔ وہ خود
بھی قرآن و حدیث کی پروی اور شرک و بدعت سے اجتنباً
کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ ان کی محبت اور عقیدت الگ رنگاڑ
اندر ہے تو عبادت و ریاضت اور اخلاق حسنہ اور زیادہ
تقویٰ میں ان کی عملی پروی کرو۔ نہ یہ کہ دماغ سے گھر مکھ
کو ان کی طرف ایسے اوصاف کا انتساب کرتے چل جاؤ
جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ ہے انبیاء اور اولیاء کے بارے میں حقانی صاحب
کی تفہیمات کا خلاصہ اور یہاں صفحہ موقوف ہے جس پر
املت کے تمام مستند علماتے جدید و قديم اتفاقی کپڑتے
ہیں۔ اب الگ مرسلہ نگار حضرات اپنی بلے علمی یا صحیح نہیں
یا خدا و تھبب کی وجہ سے اس صفحہ اور معموق موقوف کو
قطع معنی پہنچا کر مستقل ایک جرم قرار دے ڈالتے ہیں تو
ظاہر ہے کہ یہ ظلم ہے۔ فرمیں۔ دھاندنی اور بڑتھری
ہے۔ ہم ایکخ سے ساتھ کہتے ہیں کہ "شریعت یا جہالت" میں
کہیں کسی نبی یا ولی کی توہین نہیں کی گئی۔ کوئی فقرہ حداد
سے باہر نہیں تھا اس نہیں ہوا۔ اور استخراج کرنے والی

کافتو می دوسرت نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ فتویٰ حقانی صاحب نے خود اپنے اخیراً سے نہیں دیا بلکہ مشکوہ کی مشہور اور شرح "ظاہر حق" سے نقل کیا ہے۔ اور اسی کے ساتھ فتاویٰ کی مشہور و معروف کتاب "فتاویٰ ختم" کے اور و ترجمے "فایہ الوضار" کا بھی حوالہ موجود ہے۔ اب اگر اصلہ نگاروں کو یا ہمیں یا کسی اور کو اس فتوے سے اتفاق ہمیں تو شریفانہ اور شجیدہ طریقہ یہ ہے کہ اس سے اختلاف کا اخہار کر دیا جائے اور ضرورت پڑے تو اس کے غلط ہونے کے دلائل بھی دیکھئے جائیں۔ یہ طرز عمل آخر کیسے جائز قرار، یا جاسکتا ہے گے؟ تاہی اور بدلتیزی کے الزامات اچھے لے جائیں اور قرآن و حدیث کو تو طرف دئے کا انتہام لے کا لیجائے۔

تیسرا یہ کہ "شریعت یا جہالت" فتووں کی کتاب نہیں ہے۔ یہ تو ایک تسلیعی و نذکری کتاب ہے جس میں آیات و احادیث اور اقوال اکابر کے ذریعہ صحیح عقائد و اعمال کی تضادی اور غلط اعمال و عقائد کی تغییط کی گئی ہے۔ ایسی کتاب میں درج شدہ ہمارے فتوے کی جیشیت نہیں رکھتی بلکہ پن وصالح کے دائرے میں آتی ہے اور پن وصالح میں تماشہ یہ ہوتا ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی براہمیوں کو بھی حضرات بناءک مشکی کیا جائے جو حوصلہ اور ہموئی کے منانی ہوں اور بڑی براہمیوں کی طرف لے جائیں۔ حقانی صاحب کے متعدد فقرے اسی اپرٹ کے ملکہ میں مثلاً انہوں نے لکھا ہے۔

"میرے عزیز درست اپنی پرہیزگاری کو درج انجامی دل میں نورانیت پڑھتی جائے گی۔" ۔

غرض طیری سکریٹ حضرت میان وغیرہ میں استعمال ہونے والے تباکو کی حرمت کا فصل اگرچہ اجنباداً غلط ہے لیکن اس اجنباد کی ذمہداری اول تو حقانی صاحب پر نہیں بلکہ بعض اور کچھ درج کے علماء سلف پر ہے دوسرے یہ اجنبادی غلطی بھی طیری بھی ایسی نہیں کہ بھوپور منور سے لکھا کر ترا نشر کیا جائے۔ تساخی اور توہین کا الزام لگا کیا جائے۔ گورنمنٹ اور وزیریوں کو آزادی جائے۔ قرآن کے صور انہوں نہیں

جنہیں کی ذات والاصفات سے جڑ دیتے۔ گستاخ اور تجزیہ فی الحقيقة حقانی صاحب تو نہیں ہیں ہاں مراسلہ نگاروں نے یعنی مسعود اور دیانت گش مراسلہ لکھ کر اپنی بے تمیزی اور عدل دشمنی کے خدو خمال واضح کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عن عذاب و عصب سے بچائے اور عذابی سے محفوظ رکھ۔ بلاطز کے فضل امیر طیر اگر بذات خود حقانی صاحب کی کتاب کا مطالعہ فرمائیتے تو ہمارا خیال ہے کہ ان کی انصاف پذیری اور معاملہ ہمیں اسے ہے تک مراسلے کو اشاعت کی اجازت نہ دی۔

منونہ حکم

چوتھا نمونہ یوں پیش کیا گیا ہے۔

"تبایک کھانا پینا حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔"

یہ بات بلاشبہ مراسلہ نگاروں نے درست لکھی کہ اس کتاب میں تباکو کے استعمال کو حرام لکھا گیا ہے۔ ہم بلا تأمل کہتے ہیں کہ یہ راستے غلط ہے اور کھانے پاپیکے تباکو کا استعمال نہ رکھا جائز نہیں ہے۔
لیکن جن پہلوؤں کو مراسلہ نگاروں نے نظر ان کر دیا وہ یہ ہیں۔

ایک یہ کہ یہ ایک فقیہ مسئلہ ہے۔ ایسا مسئلہ جس کا تعلق اصول و بنیاد سے نہیں بلکہ فروعات و جزئیات سے ہے۔ فروعی مسائل میں حلال و حرام کا اختلاف فقہاء کے یہاں اتنا عام ہے کہ شمار میں نہیں آ سکتا۔ ایک چیز کو بعض فقہاء حلال قرار دتے ہیں بعض مکروہ بعض حرام۔ اس سلسلے میں ہم اور اپنے اپنی تحقیق سے مطابق یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ غلط فقیہ کی راستہ درست ہے اور غلام کی غلط۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ جن فقہاء نے غلط راستے قائم کی وہ خدا اور رسول کی توہین کے مرتکب ہوئے۔ یہ اجنبادی مسائل میں جن میں خود حضور مسیحؐ کی تصریح کے مطابق ان مجتہدین کو بھی ایک ثواب ملتا ہے جو صحیح راستے تک نہیں پہنچ سکے۔ ظاہر ہے کہ اجنبادی غلطی اگر توہین اور گستاخی کے مراد ہوئی تو اس پر غذاب ہوتا ہے کہ وحدۃ ثواب۔ بہت سے بہت جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تباکو کی حرمت

دیدنی یہ ہے کہ کتاب کے ابتدائی صفحات میں ایک لیتی مٹنگ کا بھی حال درج ہے جو بھارت کی جامع مسجد میں اسی کتاب کے موضوع پر ہوتی تھی۔ اس میں بھارت کے علماء اور وکلاء اور عمر اخبار نویس اور قومی کارکن شرکیک ہوتے تھے ان حضرات میں سے اسکے نام بھی دیتے گئے ہیں۔ ان حضرات نے درج ذیل قرارداد پر دستخط کئے:-

”ہم نے اس کتاب کو دیکھا۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبہ کرام اور اولیائے عظام میں سے کسی کی توہین نہیں کی گئی ہے۔ کتاب میں جو ڈالے دیئے گئے ہیں وہ صحیح ہیں اپنادیہ کتاب کی صحت سے بھی ضبط کے قابل فسر اور نہیں پائتی۔“ (ص ۳۳) مراسلنگاروں سے کوئی پوچھ کر یہ سب حضرات کیا اپنیار اویار کی شان سے ناواقف اور استاخنی دادب میں تیر کرنے شروع ہیں۔ کیا یہ تصور اور صاحبہ کرام اور اویار کے دہمن میں کہ ان کی توہین واقعی الگ حقانی صاحبہ کی ہوتی تو اسے تعریف پر محول کرتے اور طرفداری میں بیان نہیں ہوتے۔ حق یہ ہے کہ دین کی جن تعلیمات کو حقانی صاحب نے در دندا انہا اسلوب، مشقاز پر دار اور صلحانہ بھج میں پیش کیا ہے وہ کم و بیش وہی ہیں جو ہمیشہ سے علماء ربانی اور فقہاء مستند کے یہاں تلقی علیہ رہتی ہیں۔ انھیں جو لوگ ناقابل برداشت تصور کرتے ہیں وہ جملے اسلام کے سوا کوئی نہیں ہو سکتے۔

اور سنئے۔ فرمایا گیا:-

”لطفت یہ ہے کہ کتاب مذکورہ میں پالنے اپنے آپ کو جاہل اور خانداناً ڈاکو بھی بتایا ہے۔“
جو یاں۔ سجا فرمایا۔ لیکن بقول شاعر:-

ہنڑے ششم سورہ اس بڑا گزیریب الاست حقانی صاحب نے اگر اپنے کتاب میں بلا کافہ اُس پیش لفظ کو چھاپ دیا جس سے ان کی داستان حیات پر روشنی پڑتی ہے تو اسے عیوب کہیں گے یا ہزار وہ بیشک رہنرہوں کے خاندان سے ہیں اور اصطلاحی معنی میں عالم بھی نہیں ہیں۔

کتاب سے جس کے مضمون اور فقرے اور فیصلہ میں غلطی کا امکان پایا یہی نہ جانتے۔ ”مشربیت یا جہالت“ قرآن تو نہیں۔ پھر اس میں سی اجنبی غلطی کا پایا جانا آخراں نازیسا اور نامعقول روئیے کا جواز کیسے پیدا کر سکتا ہے کہ اس کی ضبطی کامطالیہ کیا جائے اور مصنف تو خواہ خواہ کمالی دی جائیں۔

”وغیره وغیرہ“ کے جو الفاظ چوتھے عنوان کے شتم پر لکھے گئے ہیں ان کا مصدقہ مراسلنگار ہی بتا سکتے ہیں۔ مفہوم شعر درطبی شاعر۔ ہم تو ان سے بس اتنا ہی سمجھ سکے ہیں کہ جس فساد مراج اور فلاں نہم کا ثبوت مراسلنگاروں نے مذکورہ حارکنوں میں دیا ہے اسی قسم کے سچھ اور نہیں انہوں نے ذہن تینیں کر رکھے ہوں گے۔

آگے وہ لکھتے ہیں:-

”ایک صحیح الاعقاد مسلمان کے لئے تقریباً پوری کتاب ناقابل برداشت ہے۔“

بے شک ایک ایسا آدمی جس کے منہ کا ذائقہ بخارنے بکھار دیا ہو یہی تصور کرے گا کہ سارے بھائی کے کڑو سے یا سٹھنی میں لیکن ظاہر ہے کہ اس کے اس تصور سے صحت نہ مل گوں کے لئے تو سارے بھائے بد مرہ نہ ہو جائیں گے۔

ٹھیک اسی طرح یہ مراسلنگار حضرات خود ہیں و مفاہمت کی بیماریوں میں گرفتار ہیں اور بعض تجھ عقائد کو انہوں نے غلط تصور کر رکھا ہے۔ پھر کسیوں نے یہ اس خوش فہمی میں بنتا ہیوں کہ تجھ الاعقاد مسلمانوں کے لئے حقانی صاحب کی کتاب ناقابل برداشت ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ صحیح الاعقاد مسلمانوں کے لئے تو یہ کتاب تعلیمات صحیحہ اور تفہیمات شرعیہ ہی کا کنجینہ ہے البتہ چو مسلمان ہمودہ عقیدوں اور جہاتوں کو دین و شریعت سمجھے سمجھے ہیں ان کے لئے یہ کتاب اسی طرح ناقابل برداشت ہو گی جس طبیعت پرستوں کے لئے دعوت توحید دینے والی کتاب میں ناقابل برداشت ہوتی ہے۔

بھی کافتو یہ معاملہ نہیں۔ ہم ہمیں سے کون ہے جو گناہوں سے
یکسر پاک ہوئے کا دعویٰ کر سکتا ہو۔ حقانی صاحب فرض
کیجیے مکھی طلاق کی طلاقا ہو۔ چوری بھی کی ہو۔ شراب بھی پی ہو
اور بھی کچھ گناہ کر گزرسے ہوں تو اس سے اس حقیقت میں
کیا فرق واقع ہوتا ہے کہ بری اور لا یعنی قسم کی زندگی سے
مخروف ہو کر دھاچکی اور باعثی زندگی کی طرف مائل ہوئے۔
دین کا مطالعہ کیا۔ حق و باطل میں تیز کا شعور ڈھونڈا۔ اور
گردھلے ہوئے فاسد و سوم درداج اور کا سد عقائد و
اوکار کی تطہیر اور اصلاح کا جذبہ فراواں اللہ نے ان کے
اندر میں اکیا اور وہ تنہ میں وھن سے اس کار خیر میں لگ کے
کیا پھر بھتی کتی تصحیح الیمان اور دیانت دار آدمی کے لئے یہ
خودوں ہے کہ وہ انھیں خاندانی ڈاکو ہونے کا طعنہ دے
یا جہالت کی بھتی کے۔ جہالت کوئی نہیں اور جبکی عیب
تو نہیں جو دور کیا ہی نہ جاسکتا ہو۔ پہلے وہ جاہل تھے
مگر نیچہ اپنے چھپے دینی لٹڑیچر کے مطالعہ نے وہ کیا سند کا
نام علم نہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد جیسا علماء سی میر سے
کی سند فراغت اپنے پاس نہ رکھتا تھا صحاہبہ کر آدمی
کے پاس کوئی نہ ماریوں کی سند میں تھیں۔ علم آدمی کے اس
کسی شخصی ذریعے سے ائمہ ائمہ فتح حجۃ تو بلاشبہ جہالت
کا فاتح ہو گا اور ایسے شخص کو جاہل نہ کہہ سکیں گے۔ علم
اور جہالت کا فیصلہ سندوں کے سچائے وہ مواد کرتا ہے
جو کسی شخص نہ پیش کیا ہے۔ حقانی صاحب کے پیش کردہ
مواد کو اگر دلائی معمولہ کے ذریعہ بنی بر جہالت مانت کیا
جائے تو پیش افہم جاہل کیا ظلم نہ ہو گا لیکن نفس
مواد کی عدم صحت ثابت کے بغیر اخفیں اس لئے انھیں جاہل
کہے جانا کر کسی مدرسے میں وہ نہیں پڑھے یا عربی انھیں
نہیں تعلیم اور زیادتی ہے۔ مراسلہ نگاروں کے پاس
اگر علم و عقول کی کچھ بوجی ہے تو وہ خواہ شور و شرکرنے
اور الزامات تراشنے کے بھائے کتابیں پیش کردا
ہواد پر ناقد ان گفتگو کریں۔ حقیقتی انداز میں بتائیں کہ
حقانی نے فماں آیت یا حدیث کو اس طرح توڑا سروڑا ہے۔

ایک مزدور قسم کے آدمی ہیں لیکن اپنے ان اوصاف کو چھانے
کے عوض انھوں نے الم نشرح کر دیا گوارا کیا۔ یہ صداقت
پسندی ہے یا ایسا تعریف گناہ ہے ایک صاف داد
اور سچے انسان ہیں۔ جھوٹ اور تضليل اور میرا کاری سے گزری
وہ تری ہیں جانتے تو صاف صاف اعلان بھی کر دیتی ہیں کہ
میں نہ قرآن و حدیث کے اور وہ تراجم سے استائب یقین
کیا ہے۔ وہ پورے خوالوں کے ساتھ ان تمام کتابوں کے نام
لکھ دیتے ہیں جن سے انھوں نے اقتباسات لئے ہیں۔ وہ کسی
کو دھوکا یا مغالطہ نہیں دیتے۔ اپنے آپ کو علامہ اور شیخ
استاد پر زندگی کرتے بلکہ بے کم و کامست سچائیوں کو سامنے
رکھتے چلے جاتے ہیں۔

یہ مراسلہ نگار بھائی جو شیخ مخالفت میں کھلے ظلم پر
اُتر آتے ہیں۔ انھیں شاید نہیں معلوم کہ شہپر صحابی رسول حضرت
ابوذر غفاری بھی نہ صرف یہ کہ طلاقوں کے خاندان سے خیلکہ
خود بھی طلاقیوں میں ملکوت رہے ہیں۔ لیکن تائب ہونے کے
بعد بھی کیا کوئی ذمہ دار مسلمان ان کے اس اضی کو فرد جرم کے
طور پر بیان کر سکتا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابوذر کا زہد و
تقوی امشکوں اور داغدار تھا۔

ایک ابوذر غفاری بھائی کی بات ہیں۔ کتنے ہی صحابہ
کا اضی طرح طرح کے جراحت و معاصی سے داغدار ہا ہے
مگر جب تائب ہو کر وہ داخل اسلام ہوئے تو پھر ان
مراتب کو پہنچے کہ امت مسلمہ انھیں رضی اللہ عنہ کہتی ہے اور
بڑے سے بڑے ولی پر انھیں فوکت دیتی ہے۔

قرآن تو ہانکے پکارے خود کہہ رہا ہے کہ ان الحسناۃ
میں ہیں الشیئات (بھاجائیاں ہی ایسے کو جو کر دیتی ہیں)
حقانی صاحب کے اپ دادا طلاق کو تھے یا فلاں فلاں رشتہ دار
شرابی اور جور تھے اس سے حقانی صاحب کے ذاتی کردار
پر کیا حرف آیا کسی اور کا حساب تو آخرت میں انھیں ذ
دینا ہو گتا۔ ہاں اگر خود انھوں نے بھی کسی گناہ کا ارتکاب کیا
ہو تو اس کی حساب دیجی ضرور کرنی ہو گی۔ اللہ کو اختیار
ہے کہ سزا دے یا معاف کر دے۔ لیکن اکیلے حقانی ہماحاب

”در اصل کا نیو رے چنڈ مفاد پرست حکومت
کے انہی لگے لیڈر پالن شجری تی کو سیاسی آلہ کار
ہنا کر بیوی میں ہونے والے الکشن کے لئے میران
ہموار کر رہے ہیں۔“

چلے چھٹی ہوئی۔ قابل مراحلہ نگاروں نے ایسا الزام
لگادیا جس کا سرنہ پیر۔ اب دھونڈا کجھ کو مجھوب کی کمر
کھاں گئی۔

کوئی ان قابل حضرات سے پوچھ کر خالص عقائد دینیہ
پر کی جانے والی تقریروں کا سیاست سے کیا تعلق اور
”شریعت یا جہالت“ کا الیکشن سے کیا مرغ و کار۔ اہلیت
کے نزد یک وابی عقائد کا رد کرنے والے وہی ہوتے ہیں۔
اگر وہ یہ اعلان کریں کہ کافر گیس بھی ”وابیوں“ کی جماعت
ہے تو یہ افسانہ طرزی کی جا سکتی ہے کہ حقانی صاحب
اپنی تحریر و تقریر سے مسلمانوں کو وہابی بنانے کی کوشش ہیں
ہیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دوڑ کا نکریں کے حق تین ڈالیں
کفار بھی جب رسول اللہ صریح الزامات و افتراض کے
تیر چلا یا کرتے تھے تو تمک اور بے شک میں فرق نہیں کرتے
تھے۔ پچھلیں نے چلا تو کہہ دیا کہ محمد تو یک اور ”گر و گھنٹاں“
ہیں جس سے سے کچھ باتیں ہیں اتنے ہیں اور ان ہی کو قرآن کے نام سے
پیش کر دیتے ہیں۔ یا بکواس کردی کہ در اصل محمد سرداری
کے خواہاں ہیں۔ پورے عرب پر حکومت کے خواب دیکھتے ہیں۔
پاہانک لگادی کہ وہ توجاد گئیں۔ شاعر ہیں۔ جنہوں
ہیں وغیرہ لذک من المفروقات۔

علی ہذا اسلامی مصلحین کو حردود میں اسی طرح کی خلافتوں
کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ حقانی صاحب اصطلاحی عالم اور
مرشد نہ ہیں لیکن قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر
انھوں نے اپنی نزدیکی اصلاح عقائد اور تہییر معاشرہ کئے
وقوف کر دی ہے تو ان کے مصلح ہونے میں کہا خدا ہے۔ عین
مکن ہے کہ ہم جیسے بہترے نام نہاد علماء سے ہیں نہ یادہ وہ
درگاہ خداوندی میں درجہ قبول حاصل کریں اور جنت کے
اوپنے درجے ان کے حصہ میں آئیں۔

اور فرمایا گیا۔
”تعجب ہے کہ مسلمانوں ہیں۔ کے احتجاج کے باوجود
اس کتاب کو اب تک ضبط نہیں کیا گیا اور نہ ہی
پالن کی پر مذاق ولایتی تقریر دن پر پاہنڑی
ماندگی گئی۔“

خوب ہے، یہ شان خود فرمی اور اندازہ مطابق انگریزی میراں
نگاروں نے تھوڑے سے باغت پسند اور بے علم عوام کے
غل غبارے کو جملہ مسلمانوں ہند کا احتجاج قرار دے دے۔
اب اس نادرت ہا جو کسی کے پاس کیا علاج ہے کہ کچھ لوگ
حقائق سے آنکھیں بند کر دیں اور اپنے آپ کو خلاصہ ملت
اور جو ہر امت گماں کر کے یہ طالبہ فرمائیں کہ جو کچھ ہم کہہ
رہے ہیں اسے تمام مسلمانوں کی ترجیحی بھجو۔
جهان تک تقریر مکا تعلق ہے تو الگ چھقانی صاحب
کی کوئی تقریر یہ نہ سنبھالیں لیکن جن لوگوں نے سنی ہے
ان سے معلوم ہوا ہے کہ تقریر میں بھی وہ اصلاح عقائد اور
دنیٰ موعظت کا وہی اسلوب اختیار کرتے ہیں جو تحریر میں
پایا جا رہا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پر مذاق اور بذله سچی تو کوئی
جرائم نہیں۔ مضمایں اپنی جگہ مبنی برہت اور اصلاحی ہوں تو کیا
جرائم ہے کہ تقریر تھوڑی سی پر مذاق باقی باقی بھی کرے۔

البتہ پر مذاق کے ساتھ ”لایعنی“ کا اضافہ بہاری
سبھی میں نہیں آتا۔ الگ چھقانی صاحب کی تقاریر لایعنی میں
تو ماں مکن شفاہ اٹھیں وہ غیر عمومی قبول ھائل ہوتا جس سے
پر شیان ہسکر ایں باغت ان کی زیاس بندی کی تاگ و دو
تکر رہے ہیں۔

بہر حال بہاری طبعی ہوئی کتاب ہی کو جبرا سے
میں ”بے معنی تحریر“ کا خطاب دیدیا تھا تو یہ اس کے سوا
کیا بھیں کہ تقاریر میں بھی استدلال کی وہی ووت اور مواد
کی وہی تفاصیل ہوتی ہوئی جس پر مراحلہ نگار تبریز اور
سے ہے ہیں۔

ادارہ شاد ہوا۔

ہر حال میں اس طرز عمل کو بیہودگی اور سخرے بن کے سوچنے کا چھٹہ نہ کہا جاتے تھا کہ ایک الیٰ کتاب کی ضبط کام طالبہ کیا جاتے جو اسوب، میاد، اپرٹ اور درست کسی بھی لحاظ پر مطلق قابل اعتراض نہیں ہے۔ کاظمی میں عسلم و تفہیم کی کچھ پوچھی ہوتے دلیل کارڈ دلیل سے کرو۔ برہان کو بہرہ سے کافی۔ یہ کیا ازنا نہیں ہے کہ حکومت کو آوازیں دی جائی ہیں۔ تو پہنچوں مرنگانی جا رہی ہیں۔ اول فوں بکا جا رہے۔

خدا نہ ہو گا اگر شریعت یا جہالت کا کچھ اور تعاون ہم پیش نہ کر دیں۔ اس کتاب میں صفت نہ جو کچھ بھی کہا ہے قرآن و حدیث کے خالوں کے ساتھ کہا ہے۔ اگر نقطی اعتبار سے تفہیم کی جائے تو صرف نیشن پیش فی صد تساں صفت کی تشریفات و تفہیمات کا ہو گا اور تقریباً استرنی صدق قرآن و حدیث کا۔ قرآن و حدیث کی جو تشریفات انہوں نے کی ہیں وہ بھی اکثر و بیشتر ان کی اپنی نہیں بلکہ معروف و معتبر علماء سے منقول ہیں۔ وہ ایج پیچ سے دور اور رذاتی و حضی اقتہا درائے سے بے تعلق ہیں۔ انہیں ہمودا و ہم طالب بیان ہوتے ہیں جن پر آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ صرف جتنے دلالت کرتی ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہو اک اگر کچھ لوگ اس کتاب کو اپنے لئے ناتابی برداشت پانتے ہیں تو فی الحقيقة وہ قرآن و حدیث سے بیزار اور اپنے خانہ زاد عقائد و نظریات کے شیدائی ہیں۔ انھیں جب پہ نظر آتا ہے کہ جن عقائد و تصورات اور مشاعل و افعال کو انہوں نے اسلامی تصویر کر رکھا ہے وہ تقرآن و حدیث کی روشنی میں فاسد و باطل نظر آ رہے ہیں تو ان کی نفسانیت انھیں پتی پڑھاتی ہے کہ تمہارے عقائد و افعال تو غلط ہو ہی نہیں سکتے لہذا اس صفت نے ضرور قرآن و حدیث کو توڑ طرکیش کیا ہے۔ قرآن حدیث کو توڑ طیکی و ہی کہنا چاہیے جو ہم کہتے ہیں اور ان تمام انکار و اعمال کی تصویر کرنی چاہئے جیھیں ہم نے برحق اور با صواب مجھ رکھا ہے۔

جزید ارشاد ہوا۔
”کان پور کے حکام پان گجراتی کی بے جا حمایت ٹھوڑی کے ذریعہ من اداشتی اتحاد و راداری کے خلاف بدترین تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔“

یعنی امر بالمعروف و نهى عن المنکر کی خلافت انجام دینے والا تو اس سماحتی ٹھہرائے اسے تقریبی اجازت نہ دی جائے ہے اس کی تحریروں پر پابندی لگے لیکن قرآن و حدیث سے ٹھہرائے کرنے والے جاہل و نیم جاہل اور ملید الذہن لوگوں کی پوری آزادی ہو گردہ خلائقزاد عقائد و اعمال کو اسلام اور دین و شریعت کا نام آدیں۔ قبریں پوجیں۔ اولیاء کو خدا تعالیٰ سند پر بٹھایں۔ تباہ کن رسموں کو اشاعت دیں۔ غیر اسلامی طریق تزیارگی پر اکٹھیں اور کوئی اللہ کا بندہ ان کی غلط اندازیوں اور حاتمتوں پر اٹھکی نہ اٹھا سکے۔ یہ اگر راداری ہے تو کل کوہہ آسانی قرآن کے خلاف بھی شور مچایا جا سکتا ہے کہ اسے ضبط کرو۔ اس میں کفار و مشرکین کو ہنسی کہا گیا ہے اور ایسے مصلحاء میں سے یہ بھرا ہوا ہے جو عیسائیوں، یہودیوں، جوسیوں، ہندوؤں مربکے لئے دل ازار ہیں۔

دانے مراسلہ نگارو اعقل دشمنی بھی کوئی کرے تو تم جیسو کرے۔ بھلہ جب تک دھاندلی اور کوتاہ نگاہی کا ریکارڈ ہی قائم نہ ہو مزاہی کیا ہے۔

”ہمیں وصول بھی دیکھتے چلتے ہیں۔“

”ہمیں گورنر اکبر علی خاں سے گزارش کرتے ہیں کہ صوف اوپس فر صوت میں حالات کا جائزہ لے کر کتاب ”شریعت یا جہالت“ کو ضبط کریں اور کم از کم سارے ۳۰ تر پر دشمنیں پان گجراتی کی تقریبی پر پابندی عائد کر کے مسلمانوں کو اس تکلیف دشمن سے بچاتے دلائیں۔“

یہ تھا ہم منشا مراسلہ نگاری کا۔ خیر سے اب یوپی میٹ ارت قائم ہو چکی ہے اہم خطاب اب وزیر اعلیٰ یوپی کی طرف پھیر دیجئے۔

ہے اور اگر کھٹکا پیدا ہوتا ہے تو توہہ کرے۔” (صلی اللہ علیہ وسلم) (۳۳) ”یہاں میرے خریند و مست! یہ ہے اطلاع علی غیب کی حقیقت کہ اللہ تعالیٰ جسے علم کرنا چاہے تو معلوم ہو جاتا ہے اگر انہا پاک معلوم کرنا نہ چاہے تو پھر بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ بیشی طالع مجھ پر بکار ہا ہے تو کیا وہ اس درخت سے کھاتے ہو گز نہ کھاتے مگر ان کو علم غیب نہیں تھا۔“ (ص ۱۲۵)

(۳۴) ”لے عزیز! اس کتاب کے پڑھنے والے کچھ سروچ اور سمجھنے کی کوشش کر بغیر اسماں و عمل کے ناطرا اور رشتہ داری قیامت کے دن کچھ بھی کام نہ آئیں اب تو اپ کی سمجھی میں یہ بات آئی یا نہیں۔“ (ص ۲۹)

(۳۵) ”ہر شخص کو چاہئے کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرماں بردار بن جائے۔ جو حکم ملے بجالاتے جن چیزوں سے روک دے روک جائے۔ جو کناہ ہو جائے اس سے خوف خوف کھاتا ہے آئندہ کے لئے اس سے بچتا رہے۔“ (ص ۳۲۵)

(۳۶) ”ذر افقر اس کے امام کا فتویٰ بھی سنتے جائیں میرے بھائی جان۔ حرام ہے وہ مال جسکی غیری ہیں بتانے پر لیتے ہیں (رغایہ الادطار) اور دترجہ دروغتاز جلد ص ۲۷۶۔ باب المخظر۔“ (ص ۲۹۶)

یہ ہے پوری کتاب کا دل و ہاجہ اور انداز و پرداز اہل الفضائل دیکھیں کہ اس میں نرمی ہے یا خشونت۔ بدتری ہے یا شاستری۔ دل اُزاری ہے یا شخواری۔ شرافت ہے یا رذالت۔ اخلاص ہے یا ریا۔ تہذیب ہے، یا کنواریں تفرقہ انگریزی ہے یا دعویٰ نیک عملی۔ اصلاح عقائد کا جذبہ ہے یا فساد و منافر کا؟

نظم کی انتہا ہے کہ بیعت و لغویت کے شیدائی ایسے نرم اور دوستانہ انداز میں لکھی ہوئی کتاب پر انکھیں قال پیلی کرتے اور فوج و پولیس کو آواز دیتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی

اس جہالت و سفاہت اور خود پرستی و نفسانیت کا کوئی علاج نہیں۔ ایسے لوگ اگر گھستی باڑی یا خراچسہ فرشی یا اور کوئی دھنڈا کریں تو مراسلہ نگاری کے مقابلے میں نیز یادہ مغید ہو گا۔

اسلوب اور انداز نگارش کا ہمارا تک تعلق ہے حقانی صاحب کی تحریر اگرچہ انشائے معنی اور ادب عالیہ کے دائرے میں نہیں آتی بلکہ بہت سادہ نوع کی ہے مگر اس میں مصلحت دہ دمندی کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ نہ مکانی نہ تبرہ۔ نہ تنہی۔ نہ تلحی۔ لہجہ شفقت بھرا۔ آہنگ دھیما اور لوجدار۔

کچھ نہیں ملاحظہ ہوں:-

(۱) ”میرے عزیز دوست! نہیں اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے سب کا خالق دنالک اور رزاق اللہ تعالیٰ ہے۔ ہمیں کسی بات میں کچھ اختیار نہیں ہے اور جس کو چاہئے عذاب کرے اور جس کو چاہئے بخش دے ہمیں تو صرف اتنا حکم ملا ہے کہ کوئی مسلمان بھائی شریعت کے خلاف کام کرتا ہو تو اس کو نرمی سے، اخلاص سے، پیار سے، محبت سے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے وہ مان لے تو اچھی بات ہے اور اگر نہ مانے تو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دھانگی چاہئے۔ اس کو کافر، فاجر، فاسق، منافق، لہبای، دہبای، مراہ، کھڑا، چکڑا ہو رکھنے سے یا گالیاں اور طعن دینے سے کیوں اُنہیں ہدایت پر نہیں آ سکتا اور ہمیں ایسا کرنا اور دکھو سے کرنا جائز بھی نہیں ہے۔“ (ص ۱۱)

(۲) ”میرے محترم دوست! نیکی وہ جو دل میں اطمینان پیدا کرے اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے۔ اب تو اپنے دل سے ایمانداری کے ساتھ پوچھ لے کہ جو کام تو کر رہا ہے وہ کیسے ہے۔ اگر دل میں اطمینان پیدا ہو اکرتا ہے تو تھیک

ان کا شکر یہ ادا کرنے میں اور سو وطن کے سلسلے میں انھیں معاف کرتے تھیں۔ اللہ بھی معاف کرے۔ انھوں نے "شریعت یا جہالت" میں تعلیٰ کے تصریح کا وہ اقتباس پڑھا جس کا ذکر اور پر آچکا۔ اس پر وہ قمطاز ہیں:-

"سخت حیرت ہو رہی ہے کہ اس قدر غیر شرکتہ خلاف عقل و دانش کتاب کو اپنے رستہ پر بٹھے الفاظ سے سہرا رہے کہ پہلی نظر میں یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا کہ آپ جیسے دیدہ و صاحب علم، بالغ نظر و بلند و بالاذوق اپنی کے حامل محاذی کا سنجی و صاف تکمیل بھی جانبداری و شفیقت نواری کے جوش میں شرعاً حدود و قیود کو یک لمحت نظر ادا کر کے دنیا والوں کی آنکھیں دھول جھوٹنکے کی گوش کر کے گاکسی خاص ملحوظ و ذاتی منفعت کی خاطر حقائق سے اتنی غیر عالم اشیم پرشی گواہ کر گیا۔"

اس اندرازِ کلام کے بہت سے نمونے عطا کرتے ہوئے عنوان "خط نویں" "شریعت یا جہالت" کی چند عبارتیں سوال کی شکل میں پیش فرماتے ہیں اور جاہت ہے ہر کہ ہم عمل و دیانت کیماں جواب عنان کریں۔ نیز یہ نیک شورہ بھی ہمیں پیش ہیں کہ:-

"پیجے وہ عبارتیں اگر اب تک نہیں پڑھی ہیں تو اب انھیں ملاحظہ فرمائیجے اور انی جماعت کے غلط کارروائی کی جہالت و حادثت پر اعتماد کریں اور انگریز یاد دے افسوس ہو تو دیواروں سے نکل اکسر بھوڑ ہے۔"

ایسے مفید و مہذب شورے کا شکر یہ ادا کرنے کے بعد ہم ان عبارتوں پر انہمار اسے کرتے ہیں جنھیں کرم و ندرانے کتاب سے نقل فرما کر یہ ریمارک دیا ہے:-

"ماurer صاحب اکیا ذکر کردہ عبارتوں کی کوئی تاویل ممکن ہے سکتی ہے ممکن ہے کہ آپ یہاں بھی اضافوی لغو ہیانی اور تلفیقی دلائل سے کام لیکر صاف نجگر نکل جائیں اور اپنے قارئین پر یہ ثابت کر دیں کہ آپ صحافیانہ زبان و بیان کا ذکر اور شورا پنچہ یونیورسی

ہو اکر رواتی گلہری نے قورمہ بریانی کتاب بچھلی مٹھائی فیر یعنی سب پر ناک بھوں چڑھائی اور خوش اس وقت ہوئی جب اس کے سامنے میتھنیاں ملے ہوئے چنے لا کر رکھ دیئے گئے۔ بازار میں بدعت و سنت والی بخوبی پر مشتمل کتابیں نہ جانے کتنی ہیں۔ ان میں زیادہ تواہی ہی ہیں جن کا انداز منظر انہ اور لب و ہجر بخ و تن ہے۔ خصوصاً اہل بدعت کی کتابیں تو اسلوب کے بازاری پن اور الحج کی کڑ و ہبہ میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ اہل حدیث اور علمائے دینہ اور جماعت اسلامی والوں کو گالیاں دینا" کا فسیر شہزادہ بددین اور گمراہ کہنا ان کے تمولاں میں داخل ہے۔ مگر یہ سب گوارا۔ ان کی ضبطی کا تصویر بھی بھی پر انہیں ہوا۔ ہاں حلقت کا کانٹا بن گئی ہے وہ کتاب جس کا اسلوب ہنری جس کا ہجہ مشفقاتہ اور جس کا دزو و بست غلوچ اس و داری کی کاہیں ہے۔

کھلا خط

اب آئیے اس خط کو بھی دیکھیں۔ خط نویں نے اپنا نام نہیں لکھا۔ جو بھی ہو۔ خط کا فی طویل ہے۔ طوالت مواد کی رہیں مذہت نہیں۔ الفاظ تو بڑی افزاط سے استعمال کیا گیا ہے۔ ہم سے جواب کا مطالبہ ہیں شد و مرے ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل فقرے سے کیا جاسکتا ہے:-

"اگر آپنے جواب دیئے سے عنان کیا اور اس سے پہلو چانے کی کوشش کی تو یاد رکھیے آپ کی حیثیت ایک بازاری تاجر اور فہریز فروش سے زیادہ نہیں جائے گی۔"

خط نویں اپنی وضاحت کے مطابق تعلیٰ کو بر سہا ہر سے پڑھ رہے ہیں۔ ان کے قلب میں بقول ان کے مادری تعلیٰ کی الصافت پسندی، علمی تحریر، استقامت اور قابلیت کے بھی کچھ نقوش ثبت ہیں۔ مگر اسی کے ساتھ انھوں نے ظفر و طعن اور قبیح و تشنج میں بھی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ ہم حسن نظر کی حد تک

بارے میں یہ اختلاف تو ہوا ہے — اور کس کے بارے میں اختلاف نہیں ہوتا کہ انہوں نے فلاں روایت کمزور بیان کی۔ فلاں راستے میں غلطی کرنے لگئے تھے آج تک کسی شقہ صاحب علم نے نہیں کہا کہ ان کی تفسیر کے کسی حصے میں انبیاء و اولیاء مرکی تو ہیں بھی کی گئی ہے۔

سورہ کہف کے آغاز میں وہ اس سورت کی شان نزول بیان کرتے ہیں اور اسی کے ایک فقرے کا ترجیب وہ جملہ ہے جسے بھائیں بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ خط نویس نے ایک خط ”ڈاشٹ اگیا“ پر لہینچا ہے جس سے معذوم ہوا کہ سخت اعترض انھیں اس لفظ پر ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ ابن کثیر نے روایت کے جو الفاظ پیش کئے ہیں ان کا ترجمہ ڈاشٹا بھی ہو سکتا ہے تبیہ کرنا بھی ناخوشی کا انداز بھی۔ فہاش بھی فصیحت بھی جھنود سے اپل کفر نے امتحاناً کچھ سوالات کئے تھے آئندے کہدیا کہ کل آنائیں جواب دون گا۔ خیال یہ تھا کہ اند تعالیٰ وحی کے ذریعہ ان سوالوں کے جواب بھی پڑھے جائیں ایسا نہ ہوا۔ سائیں کی طرف سے تقاضا ہائیکن پندرہ یوم تک وحی نازل نہیں ہوئی۔ بعض روایات میں چاروں ہیں بعض میں تین۔ بہرحال ”انتش اللہ“ کے بغیر اپنے فرمادیا کہ کل جواب دون گا۔ اس پر سورہ کہف کی اس آیت میں تبیہ کی گئی۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَائِعَةٍ إِنِّي أُنْهَىٰ
فَاعْلَمُ ذَلِكَ فَلَا أَنَا الْآدَمُ
يَكْرُدُونَ كَمْ كُرْدَرَبَكَ
إِنِّي بَرٌّ كَمْ سَرَابٌكَ
إِذَا لَسِيَتَ وَقْلٌ عَسْلَى أَنْ
يَهْدِيَنِي أَرْسَلْتَ لِي قُرْبَهُ مِنْ
هَذَا إِنَّ شَدَادًا رَأَيْتَ (۲۲۷)

(ابن حجر الصانع ص ۳۶۷)

خط نویس بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ترجمہ بھی ہم نے اسی مکتب فکر کے مفتند بزرگ کا نقل کیا۔ ان بزرگ کے محضی مولانا سید محمد نعیم الدین نے بھی شان نزول ہی

سلک و عقیدہ کے اثبات اور اپنے خالفین و معتضیین کے رد و ابطال میں صرف کیا کرتے ہیں اگر ایسا ہے تو مجھے کہنے دیجئے ہے

اسے حتم شعلہ بارہ را دیکھ تو سبھی
یہ بھروسہ جو حل رہا ہے کہیں تیرا گھرہ ہو۔

اس خوبصورت ترسیما کے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کمپرنا نے کتاب سے بعض نہایت بھیانک اور قابل اعتراض عمارتیں ڈھونڈنے کا ہوئی ہوئی گی جن کی کوئی اچھی تاد مل جمکن ہی نہیں تھی اور بلا تاویں چھیس قبول کر لینا جائز ہو جو نہیں سکتا۔

مکر ہمیں حریت ہے اور ہر سلسلہ الطبع اور ہوشمند روحیت پیش کی جاتی ہیں ان میں کوئی بات ایسی نہیں جس سے ارباب دانش و بیان کو زد ابھی تشویش ہو اور حقانی صاحب پر گمراہی یا ہرزوہ سرماٹی یا توہین و گستاخی کی فوج جنم ہائے ہو سکے۔

(۱) پہلی عبارت یہ ہے۔

”پھر حضرت جبریل علیہ السلام سورہ کہف سے کہ نازل ہوئے اس میں انشاء اللہ نہیں کہنے پڑا پکر ڈانس اگیا۔“

عزیز خط نویس نے یہ اور دوسرا چند عبارتیں نقل کر کے بیو وضاحت نہیں فرمائی کہ ان کی داشت میں ان کے کوئی اجزاء جا بلانہ یا سیفیانہ یا غیر یہذب بالخلاف حق ہیں۔ لیس عجائزیں نقل فرائد میں کو یا وہ صورت صحیح کا لیاں ہیں جن کی ناپاکی اور سو قیمت کسی تو ضمیح و تشریح کی محتاج نہیں۔

اب اسی عبارت کو لیجئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ عبارت حقانی صاحب کی اپنی نہیں ہے بلکہ قریبین کثیر کے وہ ترجمے کی ہے جس کا پورا حوالہ کتاب میں دیدیا گیا ہے۔ قریبین کثیر دنیا کی مشہور ترین تفسیروں میں ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ کے علم و فضل پر تمام علم اور غلفت و سلف متفق ہیں۔ ان کا شمار علمائے حق کے ممتاز طبقے میں ہے۔ (انہوں نے اپنی تفسیر میں احادیث و آثار کا انتشار نکال دیا ہے۔ ان کے

ضروری اور سخن قرار دیا جاتا ہے۔ اب اس طریقی کا تصویر کیجئے جو اللہ جل شانہ کو بغیر کے بالقابل حوال ہے۔ کوئی حدود اپنہا ہی نہیں۔ اگر کہنے پہنچا تو کوئی نہ صرف کوئی کو بیٹھ کے مقابلے میں باپ کی طریقی اور برتری سوڈگری زائد ہے تو مخلوق کے مقابلے میں خالق کی عملت و واقعیت کی دلگری تو اربوں کھروں میں بھی نہ کوئی جا سکے گی۔ وہ لا حرج و دکھ و حبروت اور غیر مقنایہ سطوت انت، انداز قیاس و شمار سے بالاتر مراتب علیاً سے منصف ہے۔ اس کے آجے تو کوئی بھی قطار ہیں نہیں۔ پھر اگر یہ کہہ یا جانتے کہ شوار موضع پر اس نے رسول "جوڑا نظر" تو اس میں رسول کی توبہ و تحقیف کا پہلو کیتے تکل آتی ہے۔ انتہائی گستاخی اور رسول دشمنی سے غلیظ الرذائلات کا جائز کیوں کر پیدا ہو جاتا ہے۔

شاید خط نہیں بھائی کو ہمی لوڑے قرآن کے سمجھ کر پڑھنے کا موقع نہیں ملا ورنہ ان کی نظرؤں سے بھی تھی نہ میرزا کہ اللہ تعالیٰ نے تھیج سلطی اللہ علیہ وسلم فدا ۱۵ کی ولادی کی بعض احتمالوں اور خوشیوں پر منعد دارنا خشی کا اخبار فرمتے ہوئے تمہیں وہی کا اسلوب اور اچھا استعمال کیا ہے۔ سورہ زفال میں ارشاد ہے:-

مَالَكَاتِ إِنَّمَا أَنْتَ لَكُونَتْ
كَمْ بُجَيَ كُولَقَنْ هُنْدَنْ کَفَافَنْ کُو
لَهَنْ آنْجَوَنْ حَتَّى يُشَكِّرَتْ
زَنْهَنْ بَنْدَکَرْ بَجَنْ بَنْ هُنْ کَا
غَرَّ آنْجَوَنْ تُرَبَّدَنْ
خُونْ بَجَنْ بَنْ کَمْ بُجَيَ دَنْ دَنْ کَا
سَرَّاَنْ اللَّادَنْ بَأَنْجَوَنْ دَنْ
اللَّادَنْ خُونْ رَآیَتْ (۷۲) رترجمہ مولانا احمد رضا خاڑی جاہ۔

بڑھکر بدر کا تقسیم ہے۔ کافر قبیلے میں باپے میں خذیری اور بعض اصحاب کی رائے یہ ہوئی کہ انھیں فریب یا لکر چھوڑ دیا جائے جیسا کہ اسی رائے پر عمل کیا گیا مگر انھیں حشرت عزیز کی رائے یہ تھی کہ قبیلہ کا استعمال کرنے کے لئے ان اکابر جمیں کا قتل ہی لہریت ہے۔ ائمہ نے اس آیت سے حضرت عزیز کی رائے کو تصویر کی اور حضیر کی رائے کو غیرہ اولیٰ قرار دیا۔

لکھی ہے تو ابھی عرض کی جئی۔ ترسیج سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ شید و تاکید کے ساتھ رسول کو فتحیت فرمائے ہے میں شان نزول ہے کہ حضور کو اس بات سے کہا ہجنون نے رامیں سے پہنچا ہو گری حضور کو اس بات سے کہا ہجنون نے رامیں سے جواب کا دعوہ کر کریا اور اللہ کی طرف۔ سچی دن و جی نازل ہے اب یا جو کہ اس پر حضور کو پہنچایا۔ حضور کی طمع دیتے ہیں سب چال اللہ کے علم میں ہر حال تھا اور یہ بھی ہجاتا تھا کہ وحی ردگر دیتے ہے کہ شاد کہیے بھر کو کہیج رہا ہے۔ اس علم خبر کے باوجود اگر اللہ نے دھکے پہنچ دیا تو وحی پہنچ روز کے لئے نہ کہہ لی تو ظاہر ہے کہ یہ اس کی حقیقی ہی کہ اندر ہے میں کہ لٹکنے کا خیزی کے بغیر وہ یہوں اپنے ہرگز نہیں رسول کو نشانہ طعنہ دیں گے۔

خفرگ کے نیچے یہیں کوئی تیجیت نہیں تیکی ہے لہجہ اور فہمائش پردازیں کی جائے تو اسے محاورہ ڈالنے بھی کہہ سکتے ہیں بلکہ

ہم اگر تفسیر اس لکھر کا ترجیح کرتے تو بڑے داشتے کا نقد استعمال ملکے تھے کوئی اور باداہ شاگرد نہ اور نہ ہم اسکے استعمال کرتے یہیں کیا اس کی انتہی اور سوچ کی شان میں پہنچ کرے کہ شاد کہیے بھی یہ اقتضاء استعمال کیا ان پر رسول کی شان میں سخت گستاخی اور بہ تجزی کی بدگمان کرنا اور پسر اس کے باوقت متعاقب کیجا گا کہنے کی پوچش کرنا در حمل اس تحقیقت کا آئینہ اس ہے رسول کی تحدید میں خدا کے ذمی اجدال کا مقام اور بھلداری ہے۔

درالنصاب تقریباً یہ ایک بارے پریا استدار شاگرد پرداز کے تو پاٹھکتے کہیدتی ہیں کہ فلاں نے نیلوں کو داندا۔ کوئی نہیں کہ سلسلہ کڑا داشتے کے اخواں سے بیٹھ پیتا گردوں کی آرہیں ہو گئی۔

میوں جائی لئے داکر بیٹھ کے مقابلے میں باپ کا اور شاگرد کے مقابلے میں استدار کا درجہ بڑا ہے۔ بیٹھا خدا کو خوبستہ باپ کو ڈانٹنے تو یہ نہایت تجزی ہو گی مگر باپ کا داشتہ ذرا بھی تو ہیں رگستانی نہیں بلکہ نہ اسے موقوع پر اے

وَلَا نُنْهِي عَلَى أَحَدٍ شَهَادَتُمْ
مَاتَ أَبَدًا وَلَا نُقْسِمُ
عَلَى قُبُوْرِهِ (توبہ - ۸۸) ہواں کی تبریر۔
دیکھ رہے ہیں آپ آیت کا آہنگ اور انداز خطاب
کی شدت!

اسی سورہ توبہ میں ہے:-

سَقَالَ اللَّهُ عَنْكُمْ لِمَ أَذْتُكُمْ اللَّهُ يَعْلَمُ مَعافَتُ كُمْ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
لَهُمْ خَطَّىءٌ يَكْتَبُونَ لَكُمْ اخفیں رخصت دی۔ ہماراں کوکے
الَّذِينَ حَمَدُوا فِي وَعْدَنَا ظاہر ہو جاتے تجوہ پر سچ کہنے والے
الْمُكْذِنُونَ۔ اور جان لیتا تو جھوٹوں کو۔

یہ منافقوں کے بارے میں ہے۔ جہاد کے موقع پر
منافقین مدینے میں ٹھیرے رہنے کی اجازت مانگتے حضورؐ^{صلی اللہ علیہ وسلم}
عطاف را دیتے۔ اللہ نے تنبیہ فرمائی کہ تم کیوں اخفیں اجازت
دے دیتے ہو۔ وہ تو خواہ مخواہ یہ شماکش کر رہے ہیں کہ وہ
تکھاری اجازت اور عدم اجازت کو بڑی اہمیت دیتے
ہیں حالانکہ تم اگر اجازت نہ دو تو بھی انہیں سے بہترے
ایسے ہیں کہ جہاد میں نہ جائیں اور تھیں پتہ چل جائے کہ یہ
جھوٹے لوگ ہیں۔

قرآن کی ان متعدد آیات کی نقل کا مقصود یہ بتانی ہے
کہ بغیر میسر سے اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود ابھرہادی انفرشیں
ہر کوئی ہیں اور اللہ نے نہم اور گھم دھیسے اور بلند شیریں اور
ترش دونوں ہی اندازوں میں اس کی اصلاح اور نشا نہیں کی
ہے۔ ناخوشی کا اظہار فرمائی ہے۔ اس امر و افسوس کے سیان
میں اگر کوئی شخص "ڈاٹنے" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو اسے
اسے زیادہ شاستہ اور نہم لفظ استعمال کرنے کی تلقین کی
حاسکتی ہے مگر جوں افسوس ملعون و مردود قرار ہیں دیا جاسکتا۔
حضرتؐ کی عالی مقامی کے ساتھ ساتھ اللہ کی بنے نہایت عظمت
سطوت بھی نظر میں رکھو اور نہ بھی لو کہ عالم خالق ہے اور
خلوق مخلوق۔

(۱۲) دوسری عبارت یہ ہے:-

سوہہ مختصر حجہ اس آیت سے مشروع ہوتی ہے:-
یا تَبَّأَ النَّبِيُّ لِمَ تَحْمِلُ
مَا أَنْهَ اللَّهُ أَنْكَثَ
بِتَّبَّأَ جَهَنَّمَ بِعَذَابِهِ
مَرْضَاتُ أَسْرَارًا حَدِيَّ
بِهِ تُوْصَمَانِدِي اپنی عورتی کی۔
اس آیت کی شان نزول میں دو واقعیات احادیث
میں جزوی ہیں۔ ایک یہ کہ بعض بیویوں کی خشنودی کیلئے
آپ نے شہزادی کی قسم ہمالی تھی اور دوسری یہ کہ اپنی
کنیز ماریہ قطبیہ نے نعل جسمان منقطع کرنے کی قسم ہمالی تھی
اللہ نے اس طرز عمل کو مقابل اعتراض قسراً دیا کہ بعض
بیویوں کی خشنی کے لئے کسی حلال ستے کو خود پر حرام کر لیا
جاتے۔ اب آیت کا سچ اور اسلوب آپ کے سامنے ہے۔
کیا تنبیہ اور تکیر مرمنی نہیں ہے۔

سورہ عبس میں فرمایا گیا راخصار کی خاطر ہے
صرف ترجیح نقل کیا جاتا ہے)

"بیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کراس کے
پاس وہ نایباً حاضر ہوا۔ اور تجوہ کیا معلوم کر شاید
وہ سدھرتا یا سوچتا تو کام آتا اس کے سمجھانا۔ وہ
جو پروانہیں کرتا اس کی تو تو نکریں ہے حالانکہ
وہ اگر نہ سدھرتے تو تجوہ کوئی الرام نہیں لیسکن جو
تیرے پاس دوڑتا آتا ہے اور ڈرتا بھی ہے اس
سے تو تناول برتا ہے۔ یوں نہیں (ریگر نہیں)"
یہاں صیغۂ غائب میں اللہ تعالیٰ اپنے بہر گزیدہ وجہ
پغمبرؐ کے ایک طرز عمل پر تادیب و مرزش کا اسلوب
اختیار فرمایا ہے۔

منافقوں کے سخیل عدد ادنیابن ابی قکا انتقال
ہوتا ہے جنہوں نے اپنا عاب بمارک اس کے منہ میں ڈالتے
ہیں۔ اسے اپنی قیص کا لفون دیتے ہیں اس کی شماز جنازہ
ٹپھتے ہیں اور دعا میے مغفرت فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اس
نتفق نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ! ایسے ملعون و
مردود کے لئے یہ سب مناسب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت
عمرؓ کی تصویب فرماتے ہوئے حضورؐ کو حکم ناطق دیتا ہے۔

قرار دیا ہے۔

یہ سنت پر بطور طبقہ سنجیدہ غور و فکر کے بجائے طبیش اور طارے سے بھر جاتا ہے۔ مخفی میں کاف لاءِ کریم خدا ہے کہ تم وہابی ہو۔ بد دین ہو۔ موہن رسول ہو۔ دیوبندی ہو۔ فتنہ پر دائر ہو۔ تکو اس کرنے ہو۔

یامثلًا حضور کے مفروضہ بال کی نمائش نہ جانے کتنے شہروں میں کھیل تماشے کی طرح کی جاتی ہے۔ دیوبند بھی اس تماشے سے خالی نہیں۔ جو طبقہ اس تماشے کے اہتمام میں پیش ہے اسے سمجھا جاتا ہے کہ بھائی ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کسی بال کو نیچلہ کن شہزادوں کے بغیر حضور صراحتاً بال مان لینا بحمد اور حی کی بات نہیں اور فرض کرو کہیں کوئی بال حقیقت پایا، ہی جاتا ہو تو سال پر سال اسلام کی نمائش لگانا شریعت کی اسپرٹ سے جوڑ نہیں کھاتا۔ حضور ایک بشر ہی تھے۔ ان کا بال معنوی اثرات کے اعتبار سے تو ممتاز در بر قریب رکھتا ہے مگر ظاہری نکل و صورت کے اعتبار سے وہ ایسا بھی ایک بال ہے جیسے سب الناسوں کے ہوتے ہیں۔ اسے سر کی آنکھوں سے دیکھنے میں کوئی نئی اور غیر معمولی بات نظر نہیں آسکتی۔ بعض صحابہؓ کے پاس بھی حضور کے کچھ بال تھے مگر انھوں نے ان کی نمائش نہیں لگائی۔ کچھ اکھش نہیں کی۔ حضرت خالدؑ اپنی ٹوپی میں رکھتے تھے کہ برکت ہو۔ ہم بھی سر انکھوں پر رکھیں اگر واقعی کہیں سیسرا آجائے۔ لیکن، بے تحقیق کسی بال کو حضور کا بال مان لینا اور اس کی زیارت کو میلے کی سی کیفیت دیدیں ایسی مزاج مذاق کو فاسد کرنے والا عمل ہے۔

اب بجائے اس کے کہ بطور تہذیف سے اس تھیں پر توجہ کرے اس تھے پرہزار بن ڈال کر حلانا شروع کر دے گا کہ اسے بد دین تو تو وہابی ہے۔ بد عقیدہ ہے۔ حضور کی توبہ نہیں کرتا ہے۔ زبان کو لکام دے۔ وغیرہ لک۔

یامثلًا کہیں کھڑاں کھڑا اکابر دیا کیا کہ رسول اللہؐ کا یافلان ولی کا نقش قدوس دستیاب ہو گیا ہے چلو اسکی زیارت کو حلپو۔ اب لگ اڑا ہے میلا اور بے توف بن رہے ہیں ریسید

"یادِ رسول اللہ کا نفعہ لگانے والے مسلمان، آپ کے بالوں پر جان دینے والے مسلمان، آپ کے قدموں کے نشان کو پوچھنے والے مسلمان ایسے ملیں گے کہ اگر شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح بات کسی اللہ واسے سے سنتے ہیں تو اس طرح بھاگ گھرے ہوئے ہوئے ہیں جس طرح جنگل جاذر"۔

خداجانے اس عمارت میں نازک مرزا کو وہ کون سا خوف ناک آسید نظر اُر رہا ہے جس پر وہ بھڑک رہے ہیں۔ کیا قیامت ہے جو حقائق صاحبے اس میں ڈھادی ہے۔ اسے بندہ نواز احقاری نے تو ایک معلوم و معروف صورت حال کی سادہ سی عکاسی کی ہے۔ ہر آنکھ والا دیکھ رہا ہے کہ ہم مسلمانوں میں ایک بڑا طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو دعویٰ قیامت رسیں اور عقیدت اولیاء اور محبت دین کا کرنا ہے مگر اس نے قرآن و سنت کی روشن تعلیمات تھے منہج و کوچھ افسوںی عقیدت اور غیر اسلامی طور و طرز لگھ لئے ہیں خصیں وہ ازراہ جمالت عین دین کھٹکا ہے اور آنہ اہل علم اسے لوکیں تھیخت کریں، بھائیں تو بجائے قبول حق کے لڑنے مرنے کو تیار ہوتا ہے۔ دشمن طرزیاں کرتا ہے۔ بزرے القاب زبان پر لاتا ہے۔ آیات و احادیث کیلئے کان بن کر لیتا ہے۔ کل رخ سے فرار افظیا کرتا ہے۔

مشاؤ وہ بڑے ططریق سے یادِ رسول اللہ کا نفعہ لگائے گا۔ عرض کیجئے کہ بھائی۔ یہ اندازِ خطاب تو حاضر کے لئے ہے غائب کے لئے نہیں۔ اللہ کے رسول دنیا کے ظاہر سے جا چکھا ہے۔ ہزاروں میں دُور اپنی قبریتی میں خواستراحت ہیں اپنیں تم ہر جگہ حاضر و ناظر تصور کر کے خود ان کی تعلیمات اور قرآن کی تصریحات سے اختلاف کر رہے ہو۔ وہ عالم قبیل نہیں ہیں کہ ہر حلقہ ستحماری پکارنیں اور خدا کی طرح حاضر و ناظر بھی نہیں ہیں کہ کوئی فاصلہ ان کے لئے فاصلہ ہی نہ ہو۔ اپنیں اس تصور سے نہ اینا کہ وہ فوراً سلیں گے اور ستحماری مدد کریں گے شرک کے۔ اللہ ایسے شرک سے سخت بیزاری کا اعلان فرماتا ہے اور حضورؐ نے بھی اس طرح کے عقائد کو ابطل

(۳۳) تیسرا عبارت یہ ہے:-

"استعمال تباہ کو کا حر جائے۔"

اس مسئلے پر بیشتر والے مراحلے کے ذیل ہم کافی شافی عرض کر چکے ہیمارے مکتوب نوں بھائی اس عبارت پر آخر کیا آئنا چاہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہا جائے گا ہے وہ یہ ہے کہ تباہ کی حرمت کا جہنمادرست ہیں۔ چنانے اس قول میں ہم بھی آپ کے ہم نو ہیں۔ مگر عیاذ عرض کیا جائے کا درجیا کہ کتاب کا ہر قاری خود بھی دیکھ رکتا ہے یہ اجنبیاد غایتہ الاد طارہ اور منظاہر حق سے نقل کیا گیا ہے نہ نقل کیا جاتا بلکہ خود حقانی صاحب اس رائے کے بوجیہ مخترع ہوتے تب بھی یہ ایسی کوئی خطاء عظیم تھی کہ مکتوب نوں بھائی آپ سے باہر نہ رکتا ہے۔

(۲۷) جو کچھی عبارت یہ ہے:-

"ان پھروں کے ملکوں میں ناشیر بھکر اکثر مفتی،

فقر، مبوی، صوفی، سرت، ملک، پردازہ پر

زادے دروازہ، سجادہ نشین دغیرہ وغیرہ کے

انہوں کی انکوٹھوں میں، یہ پھر ہوتے ہیں اور

بعض لوگ اپنی گرد نوں میں یہ پھر ماندھے

ہوتے ہوتے ہیں۔ اب یہ کلم حکما مذکور ہے۔"

سچھوں نہیں آتا کہ صاحب خط کس عجیب رض میں گرفت رہوئے ہیں کہ جہاں چڑیا بھی نہیں وہاں انھیں شیر اور ہاتھی نظر آ رہے ہیں۔ آنکھوں اسے دیکھیں اور بتائیں کہ اس عبارت میں آخر کیا چیز قابل اعتراف ہے۔ قرآن و سنت کا مبتدا یہ بھی ہاتا ہے کہ پھر اور لوہے اور تانہے پیتل وغیرہ کے طکڑوں سے جذباتِ قدرت وابستہ کرنا جالت و توہم پرستی کی معروف فرم ہے جس کی جڑیں پیش کیا ہیں۔ حقانی صاحب بجا طور پر ایسے ہی توانہات پر تشبیہ و تکمیر کر رہے ہیں۔ چند سطر آگے ان کی عبارت دیکھئے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"بعض مرد یا عورتیں ما تھے پیر میں لوہے یا پیتل یا تانہبہ کا کٹا پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو خواہ

سادھے عوم۔ کوئی بوجھے کہ عقل کے دشمن۔ تحقیق توکرلو۔ کیونکہ دستیاب ہو گیا یہ نقش قدم اور کوئی شریعت تلقین کرتی ہے کہ ایسی خبروں پر اندھا دھندا بھاگے چلے جاؤ۔ کسی قدیم بزرگ کا نقش قدم اول تو ملنا است بعد کچھ سر عبادت کے انداز میں اس کے ارادگرد بھر لکھانا غیر ضروری۔ توہم پرستی اور ضعیفہ اللائق افادی سے باہم آؤ۔ قیمتی وقت تشریعت کے ضروری و اہم حکام کی تعیل میں ہر فن کرو اور سچو بپڑ کے بجائے تحقیقت پسند بنو۔

اب اس کے عومن کہ یہ طبقہ گوش دل سے اس فہمائش کو سنبھالنے کرنے والے ہی کی آبرو اور جان کالا گو ہو جاتا ہے۔ غصے سے بھر جاتا ہے طعن دشام پر امر آتا ہے۔

بھی صورت حال ہے جس کی طرف اشارہ حقانی صاحب نے متفوہہ بالافق میں کیا ہے۔ خط نویس نے ایک خط جنکلی جائز کے الفاظ پر سمعنا ہے جو سے اندام ہوتا ہے کہ سخت اعتراض ایسی افظع پر ہے۔ یا لمحہ یہ تو کوئی ایسا لفظ نہیں جسے کالمی یا کوئی سے تغیر کیا جائے۔ اس لفظ کو ہر شخص اپنی ماں بیٹنے کے آگے بلا تکلف بول سکتا ہے اور بولتا ہے۔ یہاں بتیں اسکے استعمال ہوا۔ قرآن تک نے بعض کروہوں کو جانوں تکہ جانوں سے بھی باتر ارشاد فرمایا ہے تو اس طرح کی تعلیم و تشبیہ پر رہا کت اور ناشا اسکی اور جہالت کا الزام لکھانا آخر کہماں کی خوشیزی ہے۔ جنکل جائزوں میں انسانوں سے وحشت پائی جاتی ہے۔

انسانوں کو دیکھ کر وہ عموما بھاگ پڑتے ہیں۔ یہی امراضی مذکورہ عبارت میں وحیشہ بنا۔ اس میں کیا ایسی بات ہے جس سے حضرت مخطو نویس اس قدر متوضہ ہیں۔ ادنیٰ ذکر کا وہ جس کے مرغیں بنتا ہو جاتے تو یہ شک اپنے ساکے سے بھی بڑک سکتا ہے لیکن نارمل احسان اور صحت مدد و مددان رکھے والوں کے لئے تھا حقانی صاحب اور صحت مدد و مددان رکھے کوئی ایسا لفظ نہیں جس پر داؤ ملائی جاتے۔

اور قالوں کی درجائی دمی جاہر ہی ہے انہیں سوائے اس قصور کے اور کچھ بھی نہیں کہ جہالت کو جہالت اور مشترک کو مشترک کہدا گیا گیا ہے۔ ان پر شور شرمنا، طیش دکھرانا، پولیس کو آواز دینا، خبیطی کے مطابق ترکنا اور منہ میں بھا لانا مٹیک و ہی تمظیری ہے جس کا شکوہ الگ بری نہ صر میں اپنے رقبوں کے متعلق کیا ہے۔ کچھ منہ سے تو ہمیں کہا کوئی کو ان بخارتوں میں کوئی سما پڑے انتظار رہا ہے۔ کون ہی ماں ہیں کی کالی ہے جو حقانی نے بک دی ہے۔ کوئی نہیں بے تمیزی ہے جو کسی بھی یادی کی شان میں سرزد ہو گئی ہے۔ کون ہی بے الصافی ہے جس کے حقانی صاحب تکب ہڑتے ہیں۔ اللہ کے بندو۔ عقل کے پیچھے لا کیک مرد دوڑو ظلم کا نام عدل مرد رکھو۔ ایک دن تھیں بھی زندگی بھر کا حساب کتاب دینا ہے۔ کیا ہم کجا اگر اللہ نے سوال کر دیا کہ ہم نے تھیں عقل و شعور دیتے تھے تم نے اخیر گو بہیں تبدیل کر دیا۔ ہم نے تھیں وہ آن وحدت کی روشنی دی تھی تم خرافات و بدعتات کے انہیروں میں جاؤ دے۔

(۵) پانچوں عبارت یہ ہے:-
”ذر آن تھیں کھول کر ہندوستان کے مسلمانوں کو دیکھو تو آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ان یہودیوں کے نقش ندم پر ملنے والے آج اکثر مسلمان ہیں ہیں۔“

اس پر تھی اس کے سوا کیا کہیں کہ مکتب نویں بھائی نے عقل و شعور کو طلاقِ مختار ہی دے ڈالی ہے۔ حقانی بھائی تو بعد کے صلح ہیں ان سے پہلے عالمِ اسلام کے شہزادآ فاق شاعرِ الظلاء قبائل جو کچھ فرمائتے ہوئے تو ہر طرف ہے لکھ کر یاد دیکھتا۔

شور ہے ہو گئے دنیا میں مسلمان نایاب
ہم پر کہتے ہیں کہ تھے کہیں کہیں مسلم موجود
دضع میں قم پر فشاری تو تمدن ہیں ہنود
میں مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود
بیوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم بھی بچہ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

غیر بخواز کی درگاہ سے میرا بھائی لایا تھا۔ میرا باپ لایا تھا یا میرا ۱۰ تاریخ سے میری بھوپولی یا میری بہن لاتی تھی۔ اور اس کی مریت والا شجو کہ پہنچتے ہیں یہ بھی بہن اہلت ہے اور بھلا ہوا مشترک ہے۔ (رشیعت یا جہالت ص ۲۳)

مریدا:-

”بعض مردوں نے ناک سماں میں سونے، چاندی یا پیتل وغیرہ کی بالیاں اولیا مار کے ناک کی پہنچتے ہیں وہ بھی سرماں اور مشترک ہے قم اتنا تو سوچ کر جب انبیاء اور اولیاء اللہ بھی نفع اور نعمان کے مالک ہیں تو پھر پھر کے ٹھاٹے اور بولہ، پیتل اور تابنے کی کیا حقیقت ہے۔ آپ اتنا تو سمجھو کر جو لوں اور کفر و مشترک سے کو سوں دور رکھے بالکل مشترک اور کفر سے باک اور صاف تھے اور یہی تعلیم ساری زندگی مخلوق خدا کو دیتے ہیں کیا یہ بزرگ ہی سمجھ کر کوئی کو پسند کریں گے۔ ہر لڑنہیں۔“ (ص ۲۳)

اس طرح کی پاکیزہ نہماں اور نصیحت کے درosh بدبو حقانی صاحب متعدد احادیث بھی پیش کرتے چلے گئے ہیں جو انہی خیالات کی موجہ میں تسبیح میں نہیں آتا کہ مکتب نویس بھائی کو خفگی آشنسہ پیش کر رہے تھے۔ کفت درد ہیں وہ کیوں ہو گئے ہیں۔ جہالت اور فتنہ پر دعا یہی ثابت ہے میں اس طرح کی عبارتیں کس لئے نقل کر رہے ہیں۔ کیا اور یہ چاہتے ہیں کہ سیاہی کو سیاہی اور سفیدی کو سفیدی کر کھا جائے۔ لیا وہ یہ چلہتے ہیں کہ شہزاد اکتنے ہی مشراہ عقائد و اعمال کو سینے سے لگائیں مگر کوئی مصلح اور در و مند ان پر اسکی نہ اٹھاتے۔

الله الہ آبادی علیہ الرحمۃ نے بجا کہا تھا۔

رقبوں نے ریٹ لکھوائی جا کر آج حقانی میں کہ الگ نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں نظامِ ایراض تھیں تھیں تصویر واقع۔ حقانی صاحب کی جس طرح کی بخارتوں پر اس شدومد سے واولیاً پایا جا رہا ہے

اور فتنہ انگریزی کے عرکب ہوتے ہیں۔ ذرا بھی بدگافی نہیں کی
کہ ڈاکٹر اقبال جاہل ہیں باعقیدہ ہیں بندہ مان ہیں۔
ذہنی طایفائی نے ذائقہ تھارے کام دہیں کا برپا
کر کے رکھ دیا ہے اور غصہ اتار رہے ہو تم دستروخان پر بصیرت
چھین لی ہے تم سے جہالت و غباوت نے اور سیاہ کہہ رہے
ہو تم صح صادق کے اجالوں کو۔ حقانی نے مستند کتابوں کے
حوالے سے یہ دھکایا ہے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پرستی پہلے ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے اور عشق و
محبت کی دلیلیں مارتے تھے مگر جب وقت آیا تو یہی تیچھے
سرہٹ گئے۔ مخدوموں کے ممکر گئے۔ آج کے ہتھیرے مسلمانوں
کا بھی کچھ ایسا ہی عالم ہے کہ عشق رسول کا دم زور شور سے
بھریں گے۔ یا رسول اللہ کے نفرے لگائیں گے۔ بالش رشیف
اور قدیم شریف کو پوچھنے تک پر آمادہ ہو جائیں گے لیکن
حضرت علیؑ ٹھووس تعلیمات اور حکم ہدایات پیش کرو تو سُنی آن
سُنی کردیں گے۔ تیموری پربل ڈالیں گے۔ حکای اور بذریان
پر آتا ہیں گے۔

کیا غلط کہتا ہے اگر حقانی کہتا ہے کہ:-

"یہ سے عزیز دوست! ایسے جعلی طرقوں سے اور
جھوٹے دعووں سے رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی
شان نہیں بڑھتی بلکہ آپ کی توبہ ہوتی ہے۔" (دعا)

نمیں کی وہ سب عبارتیں تم ہوئیں جھیں مکتب نویں نے
حقانی حسب کی جہالت گستاخی شرعاً نیزی اور بے ڈھنگے بن کے
ثبوت یہیں نقل کیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ:-

"عامر حسب! ایکاں کبرہ عبارتوں کی کوئی تاویل ہے کیا ہے؟"
تادیل کی مذوریاں ہیں ہوتی ہے جہاں الفاظ کو ان کی نفوذی و مسلطی
مفہومیں لیدنا اور ہر ہنقولہ عبارتیں جیسا کوئی دشواری نہیں
لہذا مکتب نویں بھائی کو دستاںہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ پچھے دنوں اپنے
عقل و شعور کو نیز کرنے کی سعی پڑیں مٹکا ہوں اور قلم چلانے
سے اس وقت تک پہنچیز کریں جبکہ رطب یا بس کی تیزیاں میں
پیدا نہ ہو جائے۔ المثل مسب کوراہ ہوا میت پر چلا۔"

اور سینے:-
ہر سلام رگ باطل کے لئے نشرت خا
اس کے آئینہ ہستی میں عمل جو ہر خدا
جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر خدا
ہے تھیں موت کا ڈار اسکو خدا کا ڈار خدا
باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو
پھر پیرافت ابی میراث پدر کیوں کرہو
یہ کوئی مست مئے ذوق قن آسانی ہے
تم مسلمان ہو! یہ انداز مسلمانی ہے؟
حد روی فقر ہے نے دل مت عثمانی ہے
تم کو اسلام سے کیا نسبت روحانی ہے
وہ زبانے میں محروم تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر
تم ہو آپس میں غضیناں وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار و خطاب میں وہ خطاب پوش و کرکم
چاہتے رہیں کہ ہوں اونچ فریا پہ مقیم
ہیسے ایسا کوئی پیدا تو کہہ سدیب قیم
تحت فغمور بھی ان کا تھا سریری کے بھی
پونہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حجت ہے بھی
"خود کشی" شیوه تھمارا وہ غیور و خوددار
تم اخوت سے گر نیاز وہ اخوت پہ شمار
تم ہو گفتار سرایا وہ سرے اپا کر دار
تم ترستے ہو کلی کو وہ گلستان بکنار
آج تک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
ددوسر اصرعہ اس وقت یاد نہیں پا

۱۔ مکتب نویں بھائی اکیا اسے ناسی اور نے بھی ڈاکٹر
اقبال کے خلاف بھی اسیا کوئی غل غبارہ جما یا تھا جسما حقانی
حسب کے خلاف چاہ رہے ہیں۔ اقبال نے تو مسلمانوں کو عید ایڈیوں
اور ہنڈوؤں اور یہودیوں بھی سے شبیہہ دے دا۔ بلکہ یہودیوں
سے بدتر پھریادیا لیکن اہل نظر اصحاب بصیرت اور بامدادی
حضرات نے ذرا بھی جسمیں نہیں کیا کہ وہ گستاخ اور بد دینی

اللہت و ملکت کے تابعی

معرفت الہیہ لعلی خدا کی پہچان

مع اضافات جدیدہ و فہرست اسوانح جو استور مولانا اشرف علیؒ کے مشبیر غلیظ شاہ عبدالغنیؒ کے جواہر پارے - درج درج معرفت و تحقیق اور نکات تفصیلیں سے تحریر۔ قیمت مجلد چودہ روپیے ۱۷/- پر ہے

اسلام اور ترقی

مولانا اشرف علیؒ کے افادتیں سے لبریز ارشادات
قیمت سماں پیسے

ترتیبۃ السالک

مولانا اشرف علیؒ کی مشہور کتاب محدث تبویب کے ساتھ دو مجلد
میں مکمل قیمت مجلد مکمل ۲۰ روپیے (Rs. 20/-)

الدرائع

مولانا اشرف علیؒ کے قلم سے گوناگون مسائل کی تشریع۔
سو سے زیادہ نوادرد بیانات۔ قیمت مجلد دس روپیے

نفاق

علام ابن قیمؒ کے ایک قیمتی رسائل کا ارد ترجیح آیات قرآنی کی روشنی
میں و صفات کو نفاق کے کہتے ہیں، اور اس کے کی خواہ
ہیں۔ بہت ہی مفید رسالہ ہے۔
قیمت ۵ پیسے

اہل بیت اور اہل سنت

موضوع نام سے ظاہر ہے، اپنے موضوع پر ایک قابل مطالعہ
کتاب۔ قیمت ایک روپیہ

چند علمی کتب کی قیمت ابھی ہے ۔

اردو تحقیقہ کا ارتقاب

ڈاکٹر عبدالعزیز طیبی کی معکرة الاراء تصنیف، بابائے الدُّوَّا مولانا عبدالحق کے مقدمہ سے مزین۔ مجلد دس روپیے

فن انسانہ نگاری

ترجمہ دھانداشہ ایڈیشن۔ وقار عظیم کی کتاب فن انسانہ
سے رچپی رکھنے والوں کے لئے خاصہ کی پڑھی جھیٹی ہے۔
قیمت مجلدات روپیے

تعلیمی نفسیات

تصنیف۔ راف گیری
ترجمہ :- راج کمار
تجربات اور تفکر کی روشنی میں تعلیم کی نفسیات اور ضروری
پہلوؤں پر مفید گفتگو۔ قیمت مجلد ویرہ ویرہ روپیہ

حدیثی نفسیات

ائزہ:- ڈاکٹر عبدالرؤف۔ تعلیم کے موضوع پر بہتہی اچھی سفارمہ
تصنیف۔ ہر صاحب اور ارادہ کے مطابق کی جیز
یتمت مجلد آٹھ روپیے

سازیش اسلام کے حست انکریزمیات

فائزہ کے ایک فاضل پریس ڈاکٹر عبدالعزیز عنان کی تالیف نئے اصولیں تاریخ اسلام
کے بعض وقائع پر علم و تحقیقی روشنی۔ قیمت مجلد ساڑھے سات روپیے۔

سرستید اور آنکھے نامور رفقاء

ڈاکٹر سید عبدالعزیز کے قلم سے موضوع نام سے ظاہر ہے۔ معلومات کا
بیش قیمت ذخیرہ۔ قیمت مجلد دس روپیے

مکتبہ سچی بلی و لوپنڈ (یو۔ پی)

(رازِ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

تقطیعہ حکم القرآن

دالحمد لله رب العالمين

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لے اور ہدایت کر لیئے وائے اٹھو اور خبردار کر لے۔ اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کر لے۔ اور اپنے پرے

لے اور پر دیا چے میں تھا ان آیات کے نزول کا جو میں منظر بیان کرائے ہیں اسی مبنی کرنے سے یہ بات ایجادی طرح تجویزی
اسکتی۔ یہ کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تھا الرَّسُولُ یا لیا تھا النَّبِیُّ یہ کہ مخاطب کرنے کے بجائے یا یہ ا
الْمُهَدِّدُ کہ
زدہ ہو گئے تھے اور اسی حالت میں گھر رہتے کر آئے اتنے اہل خانہ سے فریاد تھا کہ مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ، اس نے اللہ
تعالیٰ نے آپ کو کیا تھا اللہ تیر کہہ رخواب فریاد، اس اظیفت طریخ طواب سے خود بھری یعنی ہم ملائے ہیں۔ اسے پیانتے
ہیں سے تم اور ہدایت کے لیے اپر تو ایک کاریں کام کا بارڈ الائیا ہے جس کا بجا جام دینے کیلئے تھیں پورے عمر کے ساتھ
اٹھ کھڑا ہوئا چاہتے۔

۳۶۔ یہ ایسی نوعیت کا حکم ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت کے منصب پر، امور کرنے ہوتے دیکھا تھا کہ آج ہی میں
تو ملکہِ میں قبیل اُتے کیا تھیم عذاب اُتے اُتے، اُتے اُتے۔ اپنی قوم کے لوگوں کو دڑا کے قبل اُن سے کہ ادا پر ایک دردناک عذاب
آجائے۔ (نوح۔ ۱) آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے اور ہدایت کر لیئے وائے اٹھا اور تھوارے آج دشیش خدا کے جو بندے
خواب خفتہ میں پڑتے ہوئے ہیں اُن کوچ نکاؤ۔ ایکیس اُس انعام سے ذرا ایکسر، سے یقیناً وہ درچار ہیں جسے اُن اسی حالت
میں بتتا رہے۔ انہیں خبردار کر دو کہ وہ کسی انہیں کمری میں نہیں رہتے ہیں جس میں دو دو اُنہیں سرخی سے جو کچھ چاہیں کرتے رہیں اور
ان کے کسی عمل کی کوئی بازی کرس نہ ہو۔

۳۷۔ یہ ایک بھی کا اولین کام ہے جسے اس دنیا میں اُسے انعام دیتا ہے۔ اس کا پہلا انعام ہی یہ ہے کہ جیاں انسان
یہاں جن سن کی بڑائی مان رہے ہیں اُن سب کی نقی کر دے اور ہم نے پیکارے دنیا کھو ہیں یہ اعاذ کر دے کہ اس کا انتہا میں
بڑائی ایک خدا کے سوا اور کسی کی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں کلمۃ اللہ اکبر کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔
اذان کی ابتداء ہی اللہ اکبر کے اعلان سے ہوتی ہے۔ نماز میں بھی مسلمان تکمیر کے الفاظ کاہر کر دا خل ہوتا ہے اور بار بار
الله اکبر کہہ کر اٹھتا اور یہ بتتا ہے۔ جانور کے ٹھکے پر جھری بھی پھیرتا ہے تو اسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر پھیرتا ہے۔ بغیر تکمیر حساری

پاک رکھو۔ اور گندگی سے مُورہ ہو۔ اور احسان نہ کر و زیادہ حال کرنے کے لئے۔ اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔

دنیا میں مسلمان کا سب سے زیادہ نمایاں امتیازی شعار ہے کہ نکاس امت کے بخوبی اپنا کام ہی اللہ کی تکبیر سے شروع کیا تھا۔ اس مقام پر ایک اور طیف نکتہ بھی ہے جسے اپنی طرح بھر لینا چاہیے۔ جیسا کہ ان آیات کی شان نزول سے معلوم ہو چکا ہے، یہ پہلا موقع تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا عظیم انسان فرض انجام دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے کا حکم دیا گیا تھا اور یہ بات ظاہر تھی کہ جس شہر اور معاشرے میں یہ شن لے کر اٹھنے کا آپ کو حکم دیا جائے تھا وہ مشک کا گرد تھا۔ بات صرف اتنی ہی نہ تھی کہ وہاں کے لوگ عام عربوں کی طرح مشک تھے، بلکہ اس سے بھی طریقہ کر بات یہ تھی کہ کوئی عظیم مشکر گین عرب کا سب سے بڑا تیرنہ نہ ہوا تھا اور قریش کے لوگ اُس کے مجاور تھے۔ ایسی جگہ کسی شخص کا تین تنہا اٹھنا اور مشک کے مقابلے میں توحید کا عالم بلند کر دینا بڑے جان جو جھوٹوں کا کام تھا۔ اسی لئے "اٹھو اور خبردار کرو" کے بعد فراؤ ہی یہ فرمائے "اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو" اپنے اندر مفہوم بھی رکھتا ہے کہ جو بڑی بڑی بڑی ہونا اس طبقیں اس کام میں تھیں ہرام نظر آتی ہیں ان کی ذرا اپر و اندکہ وادی صاف صاف کہہ دو کہ میرا رب اُن سب سے زیادہ بڑا ہے جو میری اس دعوت کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ یہ بڑی سے بڑی اہمیت افرائی ہے جو اللہ کا کام شروع کرنے والے کسی شخص کی کی جا سکتی ہے اللہ کی بکریاں کا نقش جس آدمی کے دل پر گھرا جانا ہو وہ اللہ کی خاطر اکیلا ساری دنیا سے لٹے جانے میں بھی ذرہ برا بھیجیا ہے۔ محسوس نہ کرے گا۔

لئے یہ بڑے جامع الفاظ ہیں جن کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔

ان کا ایک مطلب یہ ہے کہ اپنے لباس کو سجا سات سے پاک رکھو، گیونکہ جسم و لباس کی پاکیزگی اور روح کی پاکیزگی دونوں لازم و ملزم ہیں۔ ایک پاکیزہ روح گندے جسم اور ناپاک لباس میں نہیں رہ سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس معاشرے میں اسلام کی دعوت لیکر اٹھ تھے وہ صرف عقائد اور اخلاق کی خرابیوں ہی میں بنتا تھا بلکہ طہارت و نظافت کے بھی ابتدائی تصویرات تک سے خالی تھا اور حضور ﷺ کا کام ان لوگوں کو ہر لحاظ سے پاکیزگی کا سبب سمجھانا تھا۔ اس نے آپ کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ اپنی ظاہری زندگی میں بھی طہارت کا ایک اعلیٰ سیعار قائم فرمائیں۔ چنانچہ یہ (سی) ہدایت کا خروج ہے کہ حضور نے نوع انسانی کو طہارت حسوس و لباس کی مخصوص تعلیم دی ہے جو زمانہ جاہلیت کے اہل عرب نو درکنار آج اس زمانے کی مہذب ترین قوموں کو بھی نصیب نہیں ہے، حقیقت کہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں ایسا کوئی لفظ تک نہیں پایا جاتا جو "طہارت" کا ہم معنی ہو۔ بخلاف اس کے اسلام کا حال یہ ہے کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں اسلامی احکام کا آغاز ہے کتاب الطہارت سے ہوتا ہے جس میں پاکی اور ناپاکی کے فرق اور پاکیزگی کے طریقوں کو انتہائی تفصیلی جزئیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

دوسرے مفہوم ان الفاظ کا ہے کہ اپنے لباس صاف شتمرا رکھو۔ راہبانہ تصویرات نے دنیا میں نہیں بہت کامیابی پر قرار دے رکھا تھا کہ آدمی جتنا زیادہ میلاد پھیلایا ہو اتنا ہی زیادہ وہ مقدس ہوتا ہے۔ اگر کوئی ذرا اچھے کھڑے ہی پہن لیتا تو سمجھا جاتا تھا کہ وہ دنیا دار انسان ہے۔ حالانکہ انسانی نظرت میں کچیں سے نفرت کرتی ہے اور شاستھی کی عمومی جس بھی جس شخص کے اندر موجود ہو وہ صاف تھرے انسان ہی سے مانوس ہوتا ہے۔ اسی بنابر اللہ کے راستے کی طرف دعوت ہینے والے کیلئے یہ بات ضروری قرار دی گئی کہ اُس کی ظاہری حالت بھی ایسی پاکیزہ اور فقیس ہوئی چاہیے کہ لوگ اسے عزت کی نگاہ سے رکھیں اور اس کی شخصیت میں کوئی ایسی کشافت نہیں ہوئی جائے جو طبائع کو اس سے منفر کرنے والی ہو۔

تمہارا مفہوم اس ارشاد کا یہ ہے کہ اپنے لباس کو اخلاقی عبور سے پاک رکھو۔ تمہارا لباس تھمرا اور پاکیزہ تو خود وہ ہو۔

مگر اس میں خروغ و غور، ریا و اور نمائش، شناخت باشد اور سان و شوکت کا شابہ تک نہ ہونا چاہیے۔ لباس وہ اولین چیز ہے جو آدمی کی تھقیدت کا تعارف لوگوں سے کرتی ہے۔ جس قسم کا لباس کوئی شخص پہنتا ہے اس کو دیکھ کر لوگ پہلی نکاح ہی میں ہے اندرازہ کرتے ہیں کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ زیسوں اور نبیوں کے لباس، نہ ہی پیشہ وردوں کے لباس، مشترک اور برخود فاط لوگوں کے لباس، چھپوڑے اور کم ظرف لوگوں کے لباس، بد قوارہ اور آوارہ منش لوگوں کے لباس، سب اپنے پہنچے والوں کے مزاج کی نمائشی گی کرتے ہیں۔ اللہ کی طرف بلانے والے کامراج لیے سب لوگوں سے فطرات اختلاف ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا لباس بھی ان سب سے لازماً مختلف ہونا چاہیے۔ اس کو ایسا لباس پہننا چاہیے جسے دیکھ کر ہر شخص یہ محسوس کر لے کہ وہ ایک شریف اور شاستہ انسان ہے جو نفس کی کسی بیداری میں مبتلا نہیں ہے۔

چھپوڑہ اس کا یہ ہے کہ اپنادا من پاک رکھو۔ اُردوزبان کی طرح عربی زبان میں بھی پاک دامتی کے ہم معنی الفاظ اغلظی برا نیوں سے پاک ہونے اور محمدہ اخلاق سے آراستہ ہونے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ابن عباس، ابراہیم عجمی، شعبی، عطاء، مجاهد، ثابت، سعید بن جبیر، حسن بصری اور دوسرے اکابر مفسرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اپنے اخلاق پاکیزہ رکھو اور ہر شرم کی برا نیوں سے بچ۔ عربی حادیہ میں کہتے ہیں کہ فلاں طاهر الشیاب و فلاں طاھر الذیل۔ "فلاں شخص کے پڑے پاک ہیں یا اس کا دامن پاک ہے۔" اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کے اخلاق اچھے ہیں۔ اس برعکس کہتے ہیں فلاں ذیں الشیاب و اس شخص کے پڑے گنے ہیں" اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بد معاملہ آدمی ہے۔ اس کے قول وقت وہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

ھنگرگی سے مراد ہر قسم کی گلتگی ہے خواہ وہ عقائد و خیالات کی ہو، یا اخلاق و اعمال کی یا جسم و لباس اور رہنم سہیں کی مطلب یہ ہے کہ ہمارے گرد و پیش سارے معاشرے میں طرح طرح کی خونگریاں پھیلی ہوئی ہیں ان سے اسادا من بحاکر رکھو۔ کوئی شخص بھی تم پر یہ حرف نہ رکھ سکے جن برا نیوں سے تم لوگوں کو روک رہے ہو انہیں سے کسی کا بھی کوئی شانتہ تھاری اپنی نزدگی میں پا جاتا ہے۔

۷۵ اصل الفاظ میں و لذت نہ من سستگی۔ ان کے معنی و سمعت ہے کہ کسی ایک فقرے میں ان کا ترجمہ کر کے پورا مطلب ادا نہیں کیا جاسکتا۔

ان کا ایک تھقیم یہ ہے کہ جس پر بھی احسان کر دے غرضانہ کرو۔ تھاری عطا اور خشیش اور سعادت اور حسن سلوک محض اللہ کے لئے ہو، اس میں کوئی شانتہ اس خواہش کا نہ ہو کہ حسان کے بدے میں تھیں کسی قسم کے دنیوی فوائد حاصل ہوں۔ بالفاظ دیگر اللہ کے لئے احسان کرو، فائدہ حاصل کرنے کے لئے کوئی احسان نہ کرو۔

دوسرے مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا جو کام تم کر رہے ہو یہ اگرچہ اپنی جگہ ایک بہت بڑا احسان ہے کہ تھاری بد و لست خلیل خدا کو ہدا بابت نصیب ہو رہی ہے مگر اس کا کوئی احسان لوگوں پر نہ جتنا اور اس کا کوئی فائدہ اپنی ذات کے لئے حاصل نہ کرو۔

تیسرا مفہوم یہ ہے کہ تم اگرچہ ایک بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہو مگر اپنی نکاح میں اتنے عمل کر جبکہ بڑا عمل نہ سمجھو اور بھی یہ خیال تھا مے دل میں نہ آتے کہ نبوت کا یہ فلسفہ انجام دے کر اور اس کام میں جان لٹر انکر تم اپنے رب پر کوئی احسان کر رہے ہو۔

کہ اپنی یہ کام جو تھاری سے پسرو دیکھا جا رہا ہے، میرے جان جو کھوں کا کام ہے۔ اس میں سخت مصائب اور شکلات اور نکلی غول سے تھیں سابقہ پیش آئے گا۔ تھاری اپنی قوم تھاری دشمن ہو جاتے گی۔ سارا عرب تھارے خلاف صرف آزاد

بپو جائے گا مگر وچھے بھی اس راہ میں پیش آئے، اپنے رب کی خاطر اس پر چھبیر کرنا اور اپنے فرض کو یوری ثابت قدمی اور استقلال حجاجی کے ساتھ انعام دینا۔ اس سے باز رکھنے کے لئے خوف، اطمینان، دوستی، دسمنی، محبت ہر چیز تھا کہ راستے میں حائل ہو گی۔ ان سب کے مقابلے میں ضبوطی کے ساتھ اپنے موقف پر قائم رہنا۔

یہ تھیں وہ اولین بدلایات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اُس وقت دی تھیں جب اس نے آپؐ کو حکیم دیا تھا کہ آپؐ اپنے کرنٹوت کے کام کا آغاز فرمادیں۔ کوئی شخص اگر ان چھوٹے چھوٹے قبروں پر اور ان کے معانی پر غور کرے تو اس کا دل کو ایسا ہی دے چکا کہ ایک بھی کوئی نبوت کا کام شروع کرتے وقت اُن سے بہتر کوئی بدلایات نہیں دی جاسکتی تھیں۔ ان میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ آپؐ کو کام کیا کرنا ہے، اور یہ بھی بھجھاد یا گیا کہ اس کام کے لئے آپؐ کی زندگی اور آپؐ کے اخلاق اور معاملات کیسے ہونے چاہیں، اور یہ تعلیم بھی دے دی گئی کہ یہ کام آپؐ کس نسبت میں ذہنیت اور سلطنت فکر کے ساتھ انعام دس، اور اس بات سے بھی خبردار کر دیا گیا کہ اس کام میں آپؐ کو ان حالات سے سابقہ میں آنا ہے اور ان کا مقابلہ آپؐ کو کس طرح کرنا ہو چکا۔ آج جو لوگ تعجب میں اندھے ہو کر یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ صریح کے دوروں میں یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہو جایا کہ تا تھا وہ ذرا آنکھیں ٹھوول کریں نقوروں کو دیکھیں اور خود سوچیں کہ یہ صریح کے کسی دورے میں نکلے ہوئے الفاظ ہیں یا ایک خدا کی بدلایات ہیں جو رسالت کے کام پر مأمور کرتے ہوئے وہ اپنے بندے کو دے رہا ہے؟ (جاری)

نهاية التحقیق

اردو شرح

مسند ابو بکر صدیق

حدیث کی مشہور کتاب مسند حمد بن حبیل کی خلیفہ و رفعت محتاج تعارف نہیں۔ اس میں امام کو صروف نہ ہو بلکہ صحابی کی روایات الگ الگ جمع کی ہیں۔ ابتداء نظاہر ہے ابو بکر صدیق سے ہو گی۔ یعنی جو کلام مبارک حضرت ابو بکر صدیقین نے خود ہمہ نو صلی اللہ علیہ وسلم سے مناہہ سب کا سب بیکجا، خوشی کی بات ہے کہ ایک سنت اور تین قریں سے عالم نہیں ہے۔ احمد بن حبیل کی اور دو شرح کا مفید سلسلہ شروع گیا ہے۔ اور اسی سلسلے کی پہلی کڑی خاتمة التحقیق کے نام سے آپؐ کے سامنے ہے۔ یہ بڑے سائز کے ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور قیمت صرف پندرہ روپے۔ بڑی اکام بات یہ ہے کہ فاضل شارح نے مترجم کتاب میں ایک طویل مقدمہ دیا ہے جو تقریباً تیس صفحات پر مشتمل ہے اس میں انھوں نے اور دو خواں طبقے کے لئے فین حدیث کی باریکیوں اور اصطلاحوں اور صوروں کو یوری تھیں کے ساتھ پس پرد قلم فرمایا ہے۔ بلند پایہ کتابوں کا پختہ۔ فن حدیث کی معلومات کا بیش بہا خزانہ۔ امیں ہے شناقیور اس شاخہ نادرہ سے فائدہ اٹھایاں گے۔ قیمت — پندرہ روپے۔ فوجیل سترہ روپے۔

فریض اسماء الرتجال از: مولانا نقی الدین مظاہری۔ علم الحدیث کا مدار راویوں کی حالات پر ہے اور ان حالات کو مجذباً فتن اسماء الرتجال پر محصر ہے اہذا حدیث رسولؐ سے ڈچپی رکھنے والے تمام ہی مسلمانوں کے لئے یہ کتاب بنیادی فوائد کی حالت ہے۔ قیمت — ایک روپیہ ۵۰ پیسے کے ملکتبہ تھا۔ (دیوبندی پی)

مسکتبہ تھا۔ (دیوبندی پی)

تجاری سود

حدید و قدیم دو نویں علوم

تاریخی اور فقہی نقطہ نظر سے اسکی ارزشی میں تجارتی بود
یہ لفظ کو زبان سلیمان، اسلوب شفاقتہ، دلائل قوی، مواد تحقیقاتی — چھروں پر ہے۔

احکام شرعیہ حا لافت زبانزی کی رعایت تقی امینی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ
بتایا گیا ہے کہ شریعت کے احکام زمانے کے تقاضوں اور
تفصیلیہ عالیتوں کا بھی لحاظ رکھتے ہیں۔ تمام برادریوں
سے آراستہ۔ قیمت — غیر محدود سات روپیے۔

تحقیق علمیہ ایک کتاب مفید زیر کی پڑائیات، فضایج

کا جموجمعہ ہے خاص طور پر طلباء اسلام کے
مخاطب ہیں مگر تمام ہی مسلمان بھائیوں کے نیچی میں
رہنمائی اور استفادے کے سامان موجود ہے۔ دور ویہ ہوئے۔

تفسیر شیدی بیس آیات قرآنیہ کی قابل مطالعہ

تفسیر عارفانہ اور تحقیقاتی۔ قیمت — ڈھانی ۷۵ روپیے۔

انفارس عدیسی احیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی کی

تصنیفات سے بصون و شریعت؛ اخلاق
اصلاح معاشرہ اور دیگر بے شمار معلومات بہر دین و

دانش کی روشنی میں دلچسپ اور درج پر درج پر درج
قیمت — اٹھارہ روپیے۔

دارج سلوک داکٹر میر ولی الدین کی مفید کتاب۔

اپکے لئے مفید ہے کہ قیمت — ساڑھے پانچ روپیے۔

منون و عائیں پاکٹ سائز۔ ہر لمحاظت سے عمدہ۔

حقوق معلم از۔ مولانا تھانوی۔ علم کے آداب حقوق نریں
بدایات اور صحیحیں۔ ڈھانی روپیے۔

مکتبہ شحلی۔ دیوبند (بیوپی)

حضرت شیخ الحسن بن بدیعی مکتبات مجدد الف ثانی

خطوط تمام اہل علم میں ایمان معرفت اور شریعت و طریقت کا گنجینہ سمجھ گئے ہیں۔ سلیمان اور دو تبریزی کی صورت میں اضافی پڑھیے۔

قیمت مجلد جلد اول — پندرہ روپیے۔

جلد دوم — اٹھارہ روپیے۔ جلد سوم — اٹھارہ روپیے۔

حیات عبدالحی مولانا علی میان کے خانہ زندگانی سے ایک بیان افراد سوائی۔ قیمت جلد — گیارہ روپیے۔

ماشر و معارف علوم حدیث، علوم فقہ، فنون اسلامیہ اور دیگر اہم موضوعات پر مولانا تھامی اپنی اطہر مبارک پوری کے ۲۵ عہدہ مقالات کا جموجمعہ۔

قیمت — نو روپیے۔

وحدة الوجود اہل معرفت کے مشہور مسلاک وحدۃ الوجود

پر تحقیقانہ لفظگو۔ حضرت مجدد الف ثانی کا بیان اور اس کے اسرار جلد — ڈھانی روپیے۔

مکبوت ما امدادیہ مع فوائد راز حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی۔ قیمت — سوار و پیسے۔

قرآن و تعریف تعلیمات قرآنی کا سچوں تھوف اور ادب صلح کا دل کش جموجمعہ۔

ڈاکٹر میر ولی الدین کے تلمیز سے قیمت — چھ روپیے۔

عورت کی بچہ کرنے کی سہیت تاریخی شہادتوں کے ساتھ محادیہ عورتوں کے وہ شاندار کارنامے جو تاریخ کی پیشانی پر ثابت ہو گئے۔ انداز بیان اس فرمودہ کے باہر بڑھتے کو دل چاہتا ہے۔ (پیش لفظ مولانا عاصمی کا ہے) قیمت — دو روپیے۔

غذتۃ الطالبین مصنفوں شیخ عبدالقدیر جیلانی

(دزد) قیمت مجلد — پانچ روپیے۔

شمس نویں داعمی

ایک فرض

جو اپنے پکار لے رہا ہے!

آسکتی ہے جب ہم حق کو اسے دیں اور لیں کچھ نہیں۔ انہیاں کو کہنا پڑتا کہ ہم تم سے کچھ نہیں مانگتے، ہم مزدود تھا رے ہیں مگر مزدودی کے تم سے نہیں، خدا سے طالب ہیں۔

یہ اسلامی ترجیح — بے شک یہی قدمتی ہے اور حق یہی حق ہے۔ نیکن اس کا حافظہ مسلمان ہے۔ یہ نسخہ حیات ہے مگر مسلمان کی شخص کو دیکھ کر اس کو سب کے نئے نکھل دیا گیا اور سمجھا گیا کہ غیر مسلموں کے لئے بھائیوں نے سخا ان ہو تو اب بیرون استعمال کے ساتھ مفید رہے گا۔ حالانکہ اس دنیا میں فانی جسم کا حال یہ ہے کہ انسان مزانِ حادثیت اور میانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ روزگار نگی ہے۔ یہاں ایک باپ اور ماں کے لئے لکھا ہوا نسخہ اس کے جنم کے مکروں — اولاد کے لئے بھی کیاں مفہی نہیں ہوتا۔ اس۔ لئے الگ لگ شخص دیکھنی ہوتی ہے، طبیعت اور مزانِ حادثیت کا مطابعہ کرنے ہوتا ہے اور اس کی مناسبت سے دو اؤں کی تنقیب اور تداری پیر میں فرق کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جب فانی جسم کے لئے لکھے ہوئے نسخوں میں الگ الگ مریض کا الحافظہ کرنا ضروری ہوتا ہے تو وحاظی مریقوں کے لئے الگ الگ شخص شناسی اور مزانِ دانی کی کتفی مشدیاً ضرورت ہوگی۔ اسی لئے لازم ہے کہ الگ الگ قوموں کے مذہبی مزان کو سمجھا جائے اور ان کے لئے ان کی اپنی زیان میں، ان کی اپنی نفیات کے مطابق اسلام کا ایک ہی حقیقی پیغام پیش کیا جائے۔

کوئی وجہ نہیں کہ پھر کتاب اپنا کام غیر مسلموں میں نہ کرے بلکہ جماعت میں جو طرح آدمی کے پاس جاتا ہے

عیسائی حضرات اپنا ایک مشتری نظام رکھتے ہیں اور لٹرجپ بھی۔ وہ غیر قوموں کی نفیات کو سامنے رکھ کر لٹرجپ چھاپ رہے اور صفات تقسیم کر رہے ہیں۔ یہ لوگ بظاہر دے رہے ہیں لے کچھ نہیں رہے۔ اس کا ایک نفیاتی اثربوتا ہے اس کے برخلاف مسلمانوں کے اس بھی ایک لٹرجپ ہے۔ یہ لٹرجپ حق بھی ہے اور مدلل جذبات انگریز بھی مگر اس میں دو چیزوں کم ہیں۔ ایک تو یہ غیر قوموں کی نفیات کے پیش نظر غاص طور سے ان کے لئے الگ الگ نہیں لکھا گیا بلکہ مسلمانوں کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ دوسرے ہے صفات بلا فیضت ہیں ہے۔ اس کو ایک غیر شخص پر مختص ہے تو جگہ جگہ اول تو اس کے ذہن پر وہ جفتکے لئے ہیں جو اس کی اپنی نفیت یا کالحاظہ کرتے ہوئے بات کرنے سے لگتے چاہیں اور دوسرے اسے حسوس ہوتا ہے کہ یہ بہر حال کا بارہ ہے۔ کتاب جب ہی جاہر ہی ہے جب فیضت لی جا رہی ہے۔ اس لٹرجپ میں دو پڑھنا تو یہی ہے کہ ”ایک کے معنی ایک خدا، ایک انسانیت“ دین و دنیا ایک۔ مگر جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک بات سے کتاب دیتے ہوئے دینے والے کا دوسرا ہاتھ اس کے پیچے اور کہیں اس کے اوپر فیضت دلینے کے لئے اس کی طرف پھیلا ہوا ہے تو — اسے ایسا حسوس ہوتا ہے کہ یہ صحف کا روبار ہے۔

بلاشبہ دنیا میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اس طرح نہیں سوچتا اور وہ حق کو ہر وال میں تبویں کر لیتا ہے مگر ہر بت بڑا عوامی طبقہ ایسا ہے جو کسی سمجھ میں بیس یہ بات اس وقت

یہ فیصلہ کر دے کہ یہ قابلِ اطمینان واعتماد ہیں تو پھر اس ادارہ اور اس ہنری ماہنامہ کی ذمہ دگی کو اپنے خون جیا کا علیہ پیش کیجئے۔ اس کی سب سے معنوی شکل یہ ہے کہ اس کا ہر قاری صرف ایک غیر مسلم بھائی کے نام اپنی جنوب سے اس کو جاری کر دے اور پانچ روپے کا چندہ (یہ چندہ رسالہ کی لالگت سے بھی کم ہے) اور پستروانہ کر دے۔ اور سب سے بڑی امدادی صورت یہ ہوگی کہ آپ سترنچ پے سے پانچ روپے سالانہ تک کی سالانہ اعزازی خریداری قبول کریں اور ادارے کو ایسے غیر مسلموں کے پتے پھیجن جن سے مطالعہ حق کی توقع ہو سکتی ہو یا پھر یہ ذمہ داری ادارہ پر چھوڑ دیں۔ ادارہ خود ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے غیر مسلموں تک یہ مہماںہ (سال بھرتک) اور دوسرا برج آپ کی طرف سے آپ کے رب کا بیعام پہنچانے کی بساط پھر سعی کو شش کرتا رہے گا جن سے پہنچ تو قعات کے امکانات ہوں گے۔ اگر آپ کے اشتراک تعاون سے اس طرح غیر مسلموں کی ایک معقول اور فافر تعاونی مفت بلا قیمت اس دین حق کا مطالعہ کیا جو "مارگ دیپ" اور دسکر لٹرچر کے ذریعہ ادارہ ان نکل پہنچانا پاہتا رہے۔ تو کون کہہ سکتا ہے کہ تقویں گان غدا، دان قیمت گان خاکی صفائی آجائیں گے، اور اشارہ اللہ ہماری اور آپ کی معرفت کا ذریعہ بن جائیں گے۔

نتیجی

تجھی کامنی یا پوئے اطمینان قلب کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ عزیزی شمس نویں کی یہ ضمون مذا اپیل صداقت افلاں کی پکار سہے اور کاروباری سخن سازی یا تاجرانہ سیاست کا اس میں کوئی شائیہ نہیں ہے۔ جسے اللہ تو فیق دے بھروسہ پور تعاون کرے۔ کام بھی ابھم ہے اور محنت طلب بھی۔ درد من حضرات تو جسم کریں تو فتنہ پورا پورا جڑ بھی پکڑ سکتا ہے اور بتا اور درخت بھی بن سکتا ہے۔ — دامت عنانی

اہم کچھ نہیں مانگتا۔ اسی طرح کتاب لوگوں تک پہنچنے اور کچھ طلب نہ کرے! پھر کتاب کے ذریعہ دین کے پیغام کا طوفانی اثر دیکھنے کی چیز ہوگی۔ یعنی پھر کہیں کم خرچ پر ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک ملک سے دوسرے ملک جا سکتا ہے اور آدمی سے کہیں زیادہ دیر تک آدمی کے پاس رہ سکتا ہے اور کہیں زیادہ شریح دل سط اور غلاموشی سے اپنی یات کہہ سکتا ہے۔ مگر افسوس! کہ قلم سے دین کا کام کرنے والوں نے ابھی غیر مسلموں کے سلسلہ میں اس غیرت کا تقدیر تک شاید نہیں کیا۔ پے شک! مسلمانوں میں قیمت لے کر بھی دین کا کام کیا جا سکتا ہے اور پے شک غیر مسلموں میں بھی کچھ لوگ ایسے ٹکن ہیں جو قیمت دیکھاں لٹرچر کے لئے سکیں، اور پہ رفائدہ اٹھا سکیں۔ مگر بہت بڑا انسانی طبقہ ایسا ہے جو اس وقت اس لٹرچر سے دل کی دینیا کو بدل سکتا ہے جب کہ وہ خاص طور پر اس کے لئے اور اس کی بخشی دیکھ کر نیبا کیا گیا اور سعفنت پیش کیا گیا ہے۔ افسوس! اکٹھا اسی کروڑ مسلمانوں میں ابھی تک ایک آدمی یا ایک ادارہ کا نام معلوم نہیں جو اس کام کو ان تمام شرائط کے ساتھ غیر مسلموں میں کرانے کے لئے تڑپ اٹھا ہے۔ جس بتائیے اس کی کوچان کر آپ کے دل پر کیب گزری ہے خدا کا بیپایاں فضل اور مشکل ہے کہ یہ درد منیکے عزیز اور غمص نوجوان دوست منظور قا خیر، یا۔ اے کے دل میں پیا ہوا اور بفضلہ اس کے نتیجے میں "روشنی پلٹنگ ہاؤس" رکے۔ بی روز رام پور یو۔ پی۔ کا قیام اور اس کے تحت ہنری زبان میں مہماںہ "مارگ دیپ" کا جسرا اس سمت میں پہلے عملی قدم کی شکل میں منتظر عام پر آگیا۔

لیکن یہ کام جو ایکلئی کا نہیں ایک جماعت کا نہیں — ایک قوم، ایک ملت کا کام ہے۔ اس کو ایک آدمی تنہائی مدت اور تنہی دوستک انجام دے سکتا ہے؟ اس کا فیصلہ آپ خود کھینچئے اندھر پر بھی اتفاق کیجئے کیا یہ کیا یہ کام غظیم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پھر خوب ابھی طرح یہ بھی حقیقت کچھ کہ اس کام کر کر نے والے ماٹھ کیسے ہیں؟ اگر آپ کا دل

تہائی قیمی کرمی عہد میں جس میں بتایا گی
اپنے شاندار اراضی میں دین کی تبلیغ و تعلیم کے لئے ہر ملک کو شرکی
مسجدیں، راستے، مکانات، بازار کہیں بھی ہوں مسلمان بننے ہے
دنیا کے کار و بار نے اپنی دین سے غافل نہیں کیا۔

امرا:- قاضی اطہر مبارک پوری - قیمت ڈالہر ۵/-

ٹلاش راحی خطوطِ کی زبان میں ایک روادار - مولانا
سید سلیمان ندوی، مولانا اشرف علی رح
مولانا مناظر احسن گیلانی رح، مولانا منظور غفاری، مولانا سید
ابوالا علی مودودی، میان فضیل محمد اور چودھری علی احمد رح.

قیمت ڈھانی روپے

اللشوف علی ہر کی معروف کتاب - پندرہ روپے

مکتوپا خواجہ مصطفیٰ شیرشندی معارف داسرا -
ہدایات و فضائل اور
نکات و رہائیت سے بہرہ خطوط اردو بس میں مطالعہ کی بہتری
چیز۔ قیمت پانچ روپے -

مناجات مقبول (کری) علکسی مقبول علم اور مفید
ترین کتاب پڑائے اونسے اضافوں کیسا تھ۔ قیمت مجلد چھ روپے
مولانا فاروقی طہبی
دینی دعوت کے قرآنی اصول صاحب کی قلم رائی

کتاب بہرہ دینی دعوت کے بنیادی اصولوں پر بحث کرنی ہے۔ قیمت تین روپے
مولانا منظور غفاری کی معروف
آپنے حج کسے کرس؟ کتاب - قیمت ڈالہر ۵/-
مولانا ترقی عینی کی تکڑہ تصنیف
امن مسلمکی ستمائی
حضرت عمرؓ کی تعلیمات
فروعات و اقدامات، و درس حکمتوں پر بزر قیمت در ڈالہر ۵/-

مولانا مودودی اور تصوف کہا جاتا ہے کہ مولانا
مودودی انصوف کے ذمہ حقیقت خود مولانا کی تحریر و نصوص
کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب آپ کو تباہے گی کہ مولانا
کس تصوف کے دشمن اور کس کے حامی ہیں۔

قیمت مجلد - ڈھانی روپے ۵/-

روح تصوف ترجمہ فتحی شفیع صاحب نے کیا ہے اپنے
تصوف سے متعلق تمام گوشوں پر محققان گفتگو، اخلاقی تعلیمات،
آداب وغیرہ اصلی اور جاہلہ نصوف کا فرق۔

قیمت مجلد تین روپے ۵/- پیسے

تاریخ اسلامی تاریخ اسلامی کی ایک مشہور اور مستند کتاب
بس کا ترجمہ اردو، فارسی اور فرنچ زبان میں بھی پوچھا ہے۔ آپ کی خدمت میں اردو ترجمہ حاضر ہے
قیمت مجلد ۱۲/- روپے

سفر صرد و حجاز کے قلم سے ایک بصیرت افراد معلومات
افرا افسنامہ قیمت ڈھانی روپے ۵/-

جائزوہ نہ راجسم قرآن قرآن کے تراجم ہوئے۔ اسکی
تفصیل تفصیل مترجمین اور شارحین کے نام۔ بہت عمدہ اور
معلوماتی کتاب ہے۔ قیمت چار روپے -

سنکھوں کی طبیب اللہ کے سو اکوئی حاضر و ناظر نہیں۔
/molana اس غلط خیال کا شکار
ہیں کہ رسول اللہؐ بھی حاضر و ناظر ہیں۔ ان کے خیال کی مدد
تر دید۔ قرآن و حدیث کے روشن دلائل۔ فقہا و محدثین کے
مستند حوالے۔ قیمت مجلد — سات روپے -



شختے بچوں کی بڑھوتری کے لیے لوزنہال بے بنی طائفہ

ڈا من اے، ہی، ڈی، بی کمپلیکس اور چار معدنی اجزا کا مرکب
شختے بچوں کی بڑھوتوں اور سچلوں کو مفہوم و اور جلد کو ملا کر اور محنت مند بناتے ہے
بھر پر پتند رہتی اور طاقت کے لیے بچوں کو بھیش
لوزنہال بے بنی طائفہ دیکھے

ہمدرد

HMBT 0202 AV

چند اسری کتابیں

ہر اردو لفظ کا ہندی مراد ف آپ
اوہ دو ہندی لغت تحریف شہجی کے اعتبار سے نکال شئے
ہیں۔ قیمت — مجلد سارے ۵۰ روپیے۔
پہلا سبق — (اُردو قاعدہ)، پچاس پیسے
تاج محل — ایک روپیہ
جانسن پر انگریزی (انگریزی کیلئے) ۶۰ پیسے
جانسن روڈریک (حصہ اول) ۶۰ پیسے
مکتبہ تبلی — دیوان روپیہ

شعر و سخن

۱۹۷۴ء کی منتخب شاعری ای اور پرہیم گوپال تسلیم کا تراجمان
امکار پاشی اور پرہیم گوپال تسلیم کا تراجمان
— قیمت — تین روپیے۔

صنوبر و کاشہر — قیمت مجلد — سو اس و روپیے۔
سہیل احمد زیدی کا مجموعہ کلام — ۲۵ روپیے۔

سیدہ بر سفید — قیمت — سارے ۵۰ روپیے۔
کلیستا اختر شیری کا مجموعہ کلام — قیمت مجلد چھوٹی ۵ روپیے۔

بعض منتخب شعرا کا کلام تقدیم و بصیرہ کے
دامان با غبان — ساتھ۔ قیمت — پانچ روپیے۔

کلیات اقبال — ادا سطر اقبال کے شعری بعل و حواہر کا جنگیہ۔
قیمت مجلد — سات روپیے ۵۰ پیسے۔

کلیست اکبر — ابراہیم آبادی کے شاذ ادار کلام کا ذخیرہ۔ دو جلدی
— ہر دو جلد گیارہ روپیے۔

بنیکے سود کا مسئلہ۔ رسموں کی بیڑیاں۔ نماز کی نیت۔ دعائے وقت چرچے کا سرخ۔ طاق عدد۔ نماز جنازہ۔ بلیک کا مسئلہ۔

مذان اور سخیدگی میں فرق کرو۔ ملکی کاذب نجح۔ مساجد کے مسائل۔ شطرنج تختہ ناش وغیرہ۔ جادو۔ نظر۔ قضاۃ عمری اور مبارک راتیں۔ بُرے ماں باپ۔ قبروں کے پاس سجاوے۔ حضرت علیؓ کے لئے سورج کا پلٹ آنا۔ جو قبور کے ساتھ نماز جنازہ۔ مردے کو تلقین۔ عرب و ہند میں روایت ہال۔ نماز کا طول و اختصار (۱۱) میں کے اوصاف۔ قبریں اور دعوت۔ نشر و عی احتلالات۔

ظلم و عورتیں۔ مکھیاں قسم کے سوالات۔

بخلی کی داک

کو پاچ فی صد ملٹا ہے مگر یہودی اس پیسے کو آگے دس فی صد سود پر دوسرا لوگوں کو جن بیں مسلمان بھی شامل ہیں قرض دیتے ہیں۔

(۱) زید اگر سود نہیں لینا تو ایک لحاظ سے وہ یہودیوں کی مدد کرتا ہے۔ یہ وہ دس فی صد سود لے کر سارے کام سارے اپنے پاس رکھ لیں گے اور اس پیسے کو عربوں اور یہودیوں کی جگہ میں عربوں کے خلاف استعمال کر سکتے ہیں۔

(۲) بدشہی سے عالمی اقتصاد کی سُٹم پر یہودی قابل ہیں۔ اور وہ کاغذی نوٹ کی قیمت گرانے ہی جا رہے ہیں۔

مثلًا اگر ۱۹۷۴ء میں کسی مکان کی لاگت پچاس ہزار روپیہ تو اس کی قیمت ایک لاکھ ہو گئی ہے۔

(۳) اگر زید بنیک سے سود رہے تو ہر سال اس کاغذی نوٹ کی قیمت گرتی جائے گی اور اگر اس نے ایک لاکھ روپیہ اکھٹا کیا تو چھ سال میں اس کی قیمت صرف پچاس ہزار روپیہ جائے گی اور وہ جس مقصد کے لئے جمع کیا تھا وہ تو انہوںکے گھر۔ ہر باری فرمائے آپ اس بارے میں فتویٰ محدثینے گا کہ زید

بنیک کے سود کا مسئلہ

سوال: اے۔ تم رحمان نیازی۔ چاہتا (امریکیہ)

(۱) زید اپنے ملک پاکستان سے ایک غیر ملکی ہجرت ہے۔ دس فی صد فی مسلمان ہیں، اس سب معاشر کے لئے جاتا ہے۔ زید کا مقصد ہے کہ دوسرا ملک میں جا کر اتنی دولت کمائے کہ واپس پاکستان جا کر اپنے لئے مکان بناسکے۔

(۲) زید جو پیسے جمع کرتا ہے ان کو گھر میں نہیں رکھ سکتا کہ چوری کا خطروہ ہے اس لئے وہ بنیک کی طرف جمع کرتا ہے۔

(۳) اس ملک کے سب بنیکوں پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور جو سرمایہ وہ لوگوں سے اکھٹا کرتے ہیں اُس کو بہت بخاری سود پر دوسروں کو دیتے ہیں۔

(۴) زید اگر اپنی ساری جمع کو کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھتا ہے تو گوں اس کو سود نہیں ملتا مگر بنیک کے ملک یہودی لوگ اس پیسے کو ہر صورت میں اور لوگوں کو سود پر دیتے ہیں۔

(۵) زید اگر اس کو ڈیاٹ اکاؤنٹ میں رکھتا ہے تو اس

کیا گرے۔

جل ملب :-

سے معور ہے۔
 ہر جگہ بے شمار لوگ ملیں گے جو اپنی بہت کچھ قسم
 گھری میں جمع کرنے ہوں گے۔ ضروری نہیں کہ گھریں جمع
 کی ہوئی ہر قسم لازماً چوری ہو جائے۔ امکان اور خطرہ بینک
 ہے لیکن کیا بینکوں کا دیوالہ نہیں نکلتا جو کسی حد تک خطرہ
 تو بینکوں میں بھی موجود ہے تمام اس پہلو کو نظرنا راز کردیں تب
 بھی سوچنا یہ ہو گا کہ ایک طرف سورجی بعثت ہے اور وہی
 طرف بینکوں کی چوری کا امکان۔ زیداً اگر یہ فرض کر جائے کہ
 قسم بینک میں جمع کر کے اس پر سورج اعلیٰ کرنا لازمی ہے تو کیا
 سورج کے لئے غلطیم کی ہونا اک۔ پاداش سے بچنے کے لئے اسے
 چوری کے خطرے کو انکرنا کرنا یا ہاتھ بھایتے ہے؟

آرم کے ساتھ جلد مذل مقصود کا پیغام جانے کیلئے
 آپ ہوائی جہاز میں منتظر تھے میں حالانکہ ہلاکت کا شریدر
 خطرہ موجود ہے۔ یہ آرم کے ساتھ جلد پیغام جانا ایک سیاہی
 نفع ہے۔ اس کے لئے اگر اتنا سخت خطرہ کو ادا کر لینا معقول
 قرار دیا جاسکتا ہے تو آخر عذاب آخرت سے محفوظ رہنے اور
 اخروی نعمتوں سے بہرہ درہوتے کے لئے گھر میں جمع شدہ
 رقم کی چوری کا خطرہ کیوں برداشت نہیں کیا جاسکتا جکہ
 یقیناً ہے کا خطرہ ہے۔

ہمارا نکی گفتگو یہ فرض کرتے ہوئے ہوئی کہ بینک
 میں رقم جمع کرنے کی صورت میں لازماً مسودہ مال کرنا ہے جاتا ہے
 حقیقت یہ ہے کہ یہ مفروضہ بھی درست نہیں اور سورج کی
 وصولی کے لئے وہ جو دلائل آپنے جمع کئے ہیں وہ قوی نہیں
 ہیں۔

کرنٹ اکاؤنٹ میں سورج نہیں ملتا۔ بینکوں کے مالک
 یہ سورج ہیوں، عیسائی ہیوں، دہر کے ہیوں کوئی بھی ہوں
 اور یقینی ہی خطرہ پر جمع شدہ سورج وہ دوسروں کو فرض دیتے ہوں
 یہ تو بہر حال ٹھے ہے کہ بینک میں جمع شدہ سارا ہی شوکی
 بینک وقت فرض اور کاروبار میں نہیں لگتا دیا جاتا۔ ایسا
 نہیں ہوتا کہ کوئی بینک اپنی قوتوں کو قوی فرض وغیرہ میں

پہ بات پوری طرح درست نہیں کہ چوری کے خطرے
 سے روپیہ گھر میں نہیں رکھا جا سکتا۔ ”خطرہ“ ایک مہم اور
 غسل لفظ ہے۔ اس کی بے شمار نسبت میں اور اس سمعن ہیں۔ ہم میں سے
 ہر شخص بے شمار خطروں کو انگریز اور گوارا کرتے ہوتے رہے گی
 کے شب و روزگار ہا ہے مثلاً گھر من بھلی کی فتنگ کامروں وغیرہ
 ہونا خطرہ اپنے اندر رکھتا ہے کہ ہمارے نیچے یا خود ہم کسی وقت
 کرنٹ کی زدیں آ جائیں۔ یہ خطرہ ہمارا ہاں لانکت اور مصیبت
 بن گز ظاہر بھی ہوتا رہتا ہے۔ کہتے ہیں لوگ، ”نیچے“ عورتیں
 پور ہے، جوان بھلی سے مرتے رہتے ہیں۔ لیکن کیا اس خطرے
 سے آگاہ ہونے کے باوجود ہم بلانکلف اپنے گھر و نیس
 بھلی نہیں لگواتے۔ بھلی کے سیل فین مستعمال نہیں کرتے
 بھلی کی مشینیں اور بیٹھنے کا کام میں نہیں لاتے۔
 ہر سو اری میں ایکسٹرینٹ کا خطرہ ہے مگر کیا سو اری
 کا استعمال ترک کر دیا گیا ہے۔ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا
 کہ اخبارات میں کسی ہوائی جہاز کی تباہی کا تھہرہ نہ
 چھڈتا ہوا اور سب یا بیشتر مسافروں کی عبرت ناک ہلاکت کی
 اطلاع نہ ملتی ہو لیکن کیا دنیا کے کسی بھی ملک نے اس روز
 روز میں آنے والے خطرے کے خوف سے یہ طے کیا ہے کہ اب
 ہوائی جہاز نہیں اڑاۓ جائیں گے۔

نہم تجارت و صنعت وغیرہ میں خطرہ قمیں لگاتے
 ہیں۔ کیا اس میں نقصان کا خطرہ نہیں ہوتا اور کیا بارہا یہ
 خطرہ جامہ حقیقت نہیں ہوتا؟ یہ طرح طرح کی مشین
 چلاتے ہیں۔ کیا ان میں تباہ کن حادثات مشریع نہیں آتے؟
 اور کیا اسی آسائش اور خواہشات کی تکمیل اور منافع
 کی تکمیل کے لئے بھروسے کچھ خطرات اور انہیں انکرنا کرنے کیلئے
 جھوکر ہے اور یہ انہیں بارہا ہوتا کہ حقائق کا لیاں بھی
 یہیں۔ لیکے ہیں مگر اس بنابرہ تارک الدنیا ہو کر نہیں یہیں یہیں
 جاتا۔ وہ ہر ایسا نہیں قدم زن رہتا ہے جو خطر

اپنارو پیغمبیر جمع کر کے خود ان سے سود و صہول کرے۔

اور یوں بھی سوچئے کہ بیننگ کے کار و بار کا نیادی طبقی عمل کیلئے ہے۔ سب جانتے ہیں اور آپ خود بھی اس پر زور دے رہے ہیں کہ بیننگ حاصل شدہ روپے کو اس سے کہیں زیادہ سود پر دوسروں کو قرض دیتے ہیں جتنا وہ روپیہ جمع کرنے والوں کو خود ادا کرتے ہیں۔ عقل بھی یا بالکل ظاہر ہے کہ بیننگ چل ہی نہیں سکتے اگر وہ اپنے یہاں جمع کی جانے والی رقموں کے قریب اس سے زیادہ فرع حاصل نہ کریں جتنا وہ سود کے حنوں سے سچع کرنے والوں کو ادا کرتے ہیں۔

پھر جب آپ نے اپناروپیہ مثلاً ڈیپارٹ اکاؤنٹس میں

جمع کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خود آپ نے اپنی اپنے رپے سے فرع حاصل کرنے کا موقع چھپا کیا۔ ہی نہ ہو اکاؤنٹ لے اڑے اور بقیہ ہی صد بیننگ نے گما یا۔ یہ بیننگ آپ کی دانست میں عربوں کے خلاف اور اسلام کی دینی میں سرمایہ خرچ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خود آپ نے بھی اسے کسی نہ کسی حد تک تعاون دیا۔ اب آپ سوچ لیجئے کہ اس بدترین کام میں تعاون دینا کو اور اسے یا کھر میں رقم جمع کر کے چوری کا خطہ گواہ کر لینا زیادہ بہتر ہے۔

کاغذی نوٹ کی قیمت اگر نے کا جو اقتصادی فعل نہ آپ نے بیان کیا وہ حصوں کا حصہ ایک رخ ہے۔ دوسری رخ یہ ہے کہ جوں جوں نوٹ کی قیمت اگر تی جاتی ہے توں کی تحریر اتنی ہی آسان بھی ہوتی جاتی ہے۔ مثلاً ہمارے ہندوستان میں اب تک پچاس سال پہلے روپے کی قیمت موجودہ قیمت کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی۔ اشیاء صرف آج کے مقابلے میں لے حد تھی تھیں۔ آٹا ایک روپے من۔ کھی آٹھ آنے سیر۔ شکر دس روپے من۔ علی ہذا دوسری چیزیں۔ آج آٹا پچاس روپے من اور ٹھیک ۲۵ روپے کلوا در شکر ڈیپرڈ سو روپے من ہے گرچہ اسال قبل چرپائی کی تجوہ بمشکل پائیج روپے من ہے اور ہماری تھی اور سود و سور و پیہ ما ہوار کا نے دا لے دولت مدنہ بھجے جاتے تھے۔ لیکن آج چرپائی ڈیپرڈ سو پاتا ہے اور پانسو روپیہ ما ہوار کا نے دا لے مشکل دال روپیہ

کھسکار تجوہ یاں بالکل خالی کر دیتے۔ اتنی رقم ہر حال میں محفوظ رکھی جاتی ہے کہ ضروری ادا بیننگ کی جا سکیں۔ کرنٹ اکاؤنٹ ضروری ادا بیننگ کی فہرست میں آتا ہے۔ اچھے قسم کے بیننگ، ہر وقت اس پوزشن میں ہوتے ہیں کو اگر تمام کرنٹ اکاؤنٹ دا لے افراد بیک وقت ان سے اپنی رقم طلب کریں تو وہ بلا تاخیر ادا کر دیں بعض مخصوص ترین حالات میں اگر بیلنگ سے کچھ زائد رقم مفترض اور کار و بار میں کھسک بھی جاتی ہے تو اس سرمایہ ہر حال بیننگ تھیا محفوظ رکھتا ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ دا لے چیپس فی صد افراد کے فوری مطالبات کو پورا کر سکے۔

اپنی صورت حال میں یہ تین کریمیں کوئی معنی نہیں رکھتا کہ زید جو رقم کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع کرے کا وہ بیننگ والے سود پر چالا دیں گے۔ اس کے بجائے اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ بیننگ ہر حال میں جو سرمایہ محفوظ رکھتا ہے اسی میں اسکی رقم بھی محفوظ ہے۔ یعنی کسے لئے قوی وجہ سامنے ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ پر بیننگ سود اسی لئے تو نہیں دیتے کہ اس رقم کو سود پر علاضا یا کار و بار میں کھپانا آسان نہیں۔ اصولاً ممکن ہی نہیں کیونکہ وہ تو بعد الطلب فوراً ادا کرنی ہوتی ہے۔ کیا ضرور ہے کہ کل ہی کو سب کرنٹ اکاؤنٹ دا لے اسنا پسہ باگنے نہ آ جائیں۔ دوسرے سودی اکاؤنٹس مثلاً سپوٹ یا فکس ڈیپارٹ پر سود اسی لئے تو ملتا ہے کہ یہ رقمیں ہر قوت اجب الادا نہیں ہوتیں اور بیننگ اپنیں کچھ بدلت کے لئے منافع بخش کاموں میں استعمال کر سکتا ہے اور گرتا ہے۔

اس طرح یہ بات صاف ہو گئی کہ زید اپنی رقم کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع کر کے ایسا کوئی تعاون بیننگ کو نہیں دیتا جس کا نقشہ سوال میں تھا جیسا ہے۔ اگر بیننگ میں جمع کر سکا ہو تو قوتہ یہی ادا شیہ ہو کہ تمہریں چوڑھس اپنیں گے تو بیننگ کے کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع کر کے اس تحفے سے بجا سکتا ہے۔

جن بیننگوں کے مالک یہ ہوئی ہیں وہ اپنی دولت مختلف اندازیں عربوں کے خلاف اور اس اٹل کے موافق صرف کریں تو اس سے یہ جواز کیونکہ حاصل ہو گیا اگر زیاد ان کے یہاں

کھاپتا ہے۔

بانٹ لیں۔

عورت عالی مقام از دید سے کہنے نیک نہیں سے علاں رو پیہ جمع کرے اور اس میں سے زکوٰۃ ادا کر تاریخے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی مال میں خیر و برکت کا موجب بنتی ہے اور سود کی بنیادوں میں زہر بکھرا ہوا ہے۔

وہ اہل ایمان کے لئے خورست سے بزرگی ہے اور جو مسلمان ہو تو کوئی بھی پھولے بھولے بھروس کی رسمی دراز ہے۔ اسے اللہ نے ان لوگوں کے ذمے میں شامل فرمادیا ہے جن کے باشے میں قرآن نے ارشاد کیا کہ ہماری لوچھے دنوں پھر تو دوزخ نہیں کرنے تیار ہے ہی۔

سدھی اسی بات یہ ہے کہ گھر پر رقم کا تحفظ نہیں ہو سکتا تو یہ یہ کسے کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع کر ادیکھنے اور دور دنہ کے اندر یوں میں گرفتاریت ہو جائے۔

رسوموں کی بیرونیاں

رسوم اسلامی از۔ میرا جی جسین۔ بیور۔

(۱) نکاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر لازم فراہدیا ہے لیکن اسے مسلمان متعجل کر لیتے ہیں۔ دوسرا طرف لڑکی والوں سے قبل نکاح جب تک درج ذیل امور پر عمل درآمد کر اتے ہیں اور نکاح ان امور سے مشروط ہوتا ہے ورنہ مسلمان لڑکی کی شادی ہونے نہیں پاتی۔

۱۔ منگنی میں ضمیافت طعام۔

۲۔ نکاح سے ایک دن قبل سیکڑوں آدمیوں کے لئے پرتکلف کھانا اور متعدد پیشے۔

۳۔ نکاح کی صبح لڑکے والوں کے لئے مرغیں ناشتہ۔

۴۔ تحفہ نکاح میں سیکڑوں ہزاروں آدمیوں کی ضمیافت طعام۔

۵۔ جہیز جو ہزاروں روپوں کے مال پر مشتمل ہوتا ہے۔

۶۔ جوڑا جو دہزادے سے لے کر بیس پیسیں ہزار نقد تک جا پہنچتا ہے۔

لڑکے والے یہ سارے کام لڑکی والوں سے زبردستی

۷۔ میں جو مکان ۵۔ ہزار کا تھا وہ اب ۲۰۰۰ میں بے شک ایک لاکھ کا ہو گیا۔ مگر ۲۰۰۰ میں ایک لاکھ اگر لفیض کو دیکھنے کی فیس پانچ روپے لیتا تھا تو ۲۰۰۰ میں دس لینے لگا اور ۲۰۰۰ میں پندرہ روپے تھے۔ اسی طرح ملازمین، مزدور، صنعت کار سب کامیاب روپے کی لگنی کے اعتبار سے بڑھتا چلا گیا آپ ۲۰۰۰ میں ایک گھنٹہ محنت کر کے اس کا معادنہ پانچ روپے وصول کرتے تھے تو تنہی میں سات کرنے لگے اور ۲۰۰۰ میں دس لہذا جس رفتار سے روپے کی قیمت گھنٹی کی آئی کے وقت اور محنت کی قیمت ٹھنڈی گھنٹی۔ آپ نسبتاً زیادہ آسانی سے زیادہ فوٹ چاہیں کرنے لگے۔ پھر کیا کھلکھلے ہے الگ جمع کردہ رقم کی مارکیٹ ولیوں آنے والے سالوں میں ٹھنڈی جا رہی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جو طبقہ اسے تیس چالیس سال پہلے دو آنے سیر کا دودہ نہیں ہی سکتا تھا۔ آٹھ آنے سیر والے عذر چاول نہیں کھا سکتا تھا۔ ایک آنٹھک والی نو سنکی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چار آنے گز کا اچھا کپڑا نہیں ہیں سکتا تھا وہ آج بلا تکلف ڈھانی روپے کلو کا دودہ اور تین روپے کلو کے چاول اُڑار ہا ہے۔ ڈیڑھ روپے کا ٹکڑا نے کر سنبھا دیکھ رہا ہے۔ پانچ اور دس روپے میں ہنر کے ساتھ کر رہا ہے۔ یہ آخر کبوں؟ روپے کی قیمت بلاشبہ گزی ہے مگر روپے کا حصہ کوئی پہلے سے انسان ہو گیا ہے۔ آئئے کی بوری دکان سے گھر تک پہلے روپے میں پہنچ جاتی تھی مگر اب هزار اسی کام کا ایک روپیہ لے لیتا ہے۔

جب تصویر کے دونوں رخیہ ہیں تو آخر کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ جنہیں ایک رخ کو دیں بنا کر زید بندوں کے ذریعہ اپنی رسم بڑھاتے۔ اصل بات یہ ہے کہ سود کی حرمت و نجامت کا احساس رفتہ رفتہ قلوں میں سے کم ہوتا جا رہا ہے ورنہ اس نوع کی دلیل کا تصویر بھی کوئی مسلمان کب کر سکتا تھا کہ بینک والے چونکہ بہت غلط تھا ہے ہیں لہذا ہم کیوں نہ تھوڑی سی غلطیت ان کے حصے میں سے

ہمارے ہیاں کے علاقے میں لوگ سنت یا نفل نماز کی نیت کرتے وقت یہ بھی کہتے ہیں "تابع قرآن کے" جیسا کہ فسروض نمازوں میں امام کے شیخ "تابع اس امام کے" کہا جاتا ہے۔ ایک مولوی صاحب تھے ہیں کہ سنت یا نفل یا کوئی سی بھی اور نماز چو امام کے شیخ نہ پڑھی جاتی ہے "تابع قرآن کے" کہنا غلط ہے۔ ثبوت کے لئے بخاری اور شکوہ کے حوالے سے ذیل کی حدیث بیان کرتے ہیں:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللّٰهُمَّ اسْأَلُكُمْ أَنْ يَغْفِرُوا لِعَوَادَتِ النَّسْنَةِ مَلَى الظَّهِيرَةِ
اِنَّمَا عَلَى الْوَجْهِ الْكَعْبَةِ
اِنَّكَ تَوَهَّمُ عَرَبِيَّ آيَاتِ كَاتِرَجَنَّهُنِّيَّ جَانَّتِهِ۔ وَمَرَّتِ
ہمارے پاس بخاری یا مشکوہ نہیں ہے۔ اس نے براہ رہاں
اس کی صحیح حیثیت متعین کیجئے۔

جواب ۲:-

نمازوں نیت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو بھی شخص نمازوں پر ہے
کھڑا ہوا سے درج ذیل بالوں کا شعور و احساس ہونا چاہیے
(۱) کس وقت کی نمازوں پر ہو رہا ہے اور کتنی۔
(۲) تمہارا پڑھ رہا ہے یا امام کے شیخ۔
(۳) فرض نمازوں پر ہو رہا ہے یا واجب یا سنت یا نفل۔
(۴) ادا پڑھ رہا ہے یا اپنا۔

اگر یہ باتیں ذہن میں ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ فقط بھی زبان سے وہ انھیں دہراتے۔ نماز سکھانے والی کتابوں میں دوسری تفصیلات کے ساتھ نیت کے الفاظ بھی تعلیم کئے جلتے ہیں ان کا مقصود دراصل یہی بتانا ہے کہ کن کن امور کا ذہنی استحضار ضروری ہے۔ ذہن میں جو کچھ ہے اسے لفظ دہراتا ایسا احتیاط کے عین مطابق ہے اس نئے عالم حالات میں الفاظ نیت بھی دل ہی دل میں دہراتے چاہیں لیکن شدھرے تسب بھی نمازوں میں کوئی نفس واقع نہیں ہوتا۔

اس اصولی بات کو سمجھ لینے کے بعد اب اپنے سوال کا جواب سنئیے:-

"تابع قرآن کے" الفاظ خدا جانے کس نے ایجاد کئے

کرتے ہیں اور لڑکی والوں کو محروم کرنے ہی پڑتے ہیں۔ لڑکے والے و نیم سنو نہ تک نہیں کرتے، دنیا بھر کے دوستوں کو نکاح میں بلا لائتے ہیں، مکھلنا پلا نا لڑکی والوں کو پڑتا ہے اور ان سے تحفے تھانق لڑکے والے وصول کر لیتے ہیں لڑکی والوں کی جماعت ہو جاتی ہے۔ اب اس طرز عمل کا نیجہ یہ ہوا ہے کہ مسلمان لڑکی کو مصیبت جانے لگے ہیں۔ جن لڑکیوں کے والدین ایسا تنظام نہیں کر سکتے انکا نکاح نہیں ہوتا، وہ زمین پر یا والدین پر ہی نہیں خود اپنے آپ پر بار ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض سرکش ہو جاتی ہیں اور بھٹک بھی جاتی ہیں تو کیا چورا، جہیز، ضبا قبیں وغیرہ حرام نہیں ہیں؟ ان میں سے کوئی چیز خوبی بہوت یا عہد صاحبہ میں نہیں تھی ۹ نہ اسلام نے ان کا حلم دیا ہے اور اور کرم اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈال کر منون فرمائیں۔

جواب ۳:-

روشنی کیا ڈالیں، ہر وہ شخص جس کی پیشہ بصیرت ہے ہے خود ہی وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جس کا آپ نے مقصراً ذکر کیا۔ مسلمانوں نے اپنے ذریعہ حاضر میں جن مسلمانوں میں غیر معمولی ترقی کی ہے ان میں یہ خیر اسلامی رسم و رواج کا میدان بھی ہے جس کا پھیلاؤ دن بدن پڑھتا ہی جا رہا ہے۔ نت نئی رسماں نمود و ناش اور اسرا ف و تبذر یہ کے نئے نئے طریقے اور رواج۔ حد سے کہ دین دار گھرانوں میں بھی تقریبات کو شرعی دائرے میں خود درکھنے کا اہتمام بہت کم ہے۔ پھر بند کوں لگاتے اور اصلاح کیسے ہو۔

ہم اس سے زیادہ اور کیا ہیں کہ جو رنج اور گھعن اور اضطراب اس مکروہ صورت حال سے آپ کے اندر یا پا جا رہے ہے اس میں ہم بھی آپ کے مشرک ہیں۔

نمازوں کی نیت

سوال ۱:- از۔ نظام محمد صالح۔ میسور اسٹیٹ۔

ہو سکتا ہے اس کی تہمیں شرک کا بھی جرثومہ چھپا ہوا ہو۔
دعا خالصہ اللہ سے طلب کا نام ہے۔ اس میں کسی اور
کے خیال کا شائہ بھی نہ آنا چاہیے۔

طاقدعد

سوال ۵۔ (ایضاً)

بہت سے سلمان چندہ دیتے وقت پھوٹ عدد کا
خیال رکھتے ہیں مثلاً ۱۵ یا ۱۰۱ یہ ہندوؤں کی نقل ہے یا
اس کی کوئی حقیقت ہے؟

جواب:-

شریعت میں اس کی کوئی وصل نہیں۔

نماز جنازہ

سوال ۶۔ از۔ مرزا عبد القادر بیگ۔ نظام آباد۔
(۱) کیا نماز جنازہ پڑھانے کے لئے عالم ہونا ضروری ہے؟

(۲) نماز جنازہ قریبی عزیز پڑھا رہے ہیں تو امام سجد
کی اعتراض حب کہ عزیز کا پڑھانا افضل ہے؟

(۳) اگر کسی عالی کے پیچے نماز جنازہ پڑھی جائے تو؟
(۴) خود نماز پڑھانے والے کو رثاء اور پھر خود مرحوم

چاہتے تھے تو؟ ان امام صاحب کا کیا فرضیہ ہے؟

(۵) لوگوں میں یہ تاریخ دینا کہ یہ جماعت اسلامی کے لوگ
ہیں نہ صرف جاہل ہیں بلکہ عقیدے کے خراب ہیں؟

جواب:-

آپ کے بیان کردہ واقعات کو تجویز طوالت حذف
کر کے صرف ان سوالات کے جوابات حاضر ہیں جو آپ نے
آخر میں تحریر فرمائے ہیں۔

نماز جنازہ ہو یا کوئی اور نماز۔ امام کے لئے اصطلاحی
علام ہونا ضروری نہیں۔ بس اتنا علم ضروری ہے جسکی روشنی
میں نماز صحیح طور پر پڑھانی جاسکے۔

ان کا کوئی جو ڈریت کے ساتھ نہیں ہے۔ نماز امام کے پیچے ٹھیک
جائے یا نہ۔ ادا ہو یا قضا۔ دور کعات والی ہو یا چار والی۔
نہ میں ہو یا نقل۔ ان الفاظ کی کہیں بھی ضرورت نہیں۔ جو
حدیث آپ سے مولوی صاحبؒ کے حوالے سے نقل کی اس کا
بھی اس نظر سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا خلاصہ تو اردو
میں یہ ہے:-

"میں اللہ کے لئے چار رکعات سنت نہیں

پڑھتا ہوں۔ منہ میرا قبلے کی طرف۔"

کوئی بھی نماز ہو منھ توہر حال میں قبلہ کی طرف ہو گا۔
نیز ساری ہی نمازوں اللہ ہی کے لئے ہیں چاہئے سنت ہوں
یا نقل یا فرض و واجب مثلاً صبح کی نماز کو امام کے پیچے کھڑا
ہو تو یوں کہے گا کہ میں اللہ کے لئے دور کعات فرض امام کے
پیچے پڑھ رہا ہوں۔ اور ظہر میں "چار رکعات نہیں" کے الفاظ
دہرا سکے گا۔ علی ہذا۔

خلاصہ یہ ہے کہ "تابع قرآن کے" کہنا بے فائدہ ہے۔
ایکیں یا جماعت سے ہر صورت میں صرف ہی الفاظ کافی
ہیں جو نہ کوڑہ بالا چاروں تھیں میلات کے جامع ہوں۔ الفاظ
دہراۓ تو فقط ذہنی استحضار اور شعور و ادراک کافی ہے۔

دعائے وقت چھرے کا لمحہ

سوال ۷۔ از۔ ایم۔ اے عالم ادیب۔ آنسسوں۔
بعض امام ایناً رُخ دعا کے وقت مغرب کے چھ جنوب کی طرف
موڑ دیتے ہیں۔ ایسا کہتے وقت وہ کہتے ہیں کہ اس طرف
رسول اللہ صلیع کار و خدا نور ہے اور اس طرف رُخ کر کے
دعا مانگنا افضل ہے اور بزرگان دین کا بتایا ہو اطرافیہ ہے۔
اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:-

اس کی شرعی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ اصل ای ان توہات
میں سے ایک ہے جسے تاریخ غیرت مندوں نے تمدید یا ہے
نفہ علمائے حق اور فقہائے کرام سے تو ایسا منقول نہیں ہے۔

(۱۲) بلیک کی صحیح تعریف کیا ہے؟
یہاں یہ بات بتانا ضروری سمجھنا ہوں کہ حکمت کے ذمہ داروں کو صحیح تعداد بتانی جائے کہ گھر میں اتنی شکر کی ضرورت رہتی ہے، اتنے افراد میں قب وہ ہرگز کوئی بات نبول نہیں کرتے اور صحیح اگر بتائیں تو بلیک سے خریدنا پڑتا ہے اور اگر غلط بتائیں تو اسلامی احکامات کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ایک شریف آدمی کیسا کرے؟

جواب :-

ہماری طرف بھی اشن کا رد کا سistem راجح ہے لیکن ایسی کوئی شکایت نہیں کہ راشن کا رد بنانے والا حکمہ افراد خانہ کی درج شدہ لکھنی کو درست نہ مانتا ہو۔ درخواست دینے والے کے لئے تصدیق کے لیے قواعد مقرر کئے گئے ہیں۔ ان قواعد کے مطابق جو بھی درخواست جاتی ہے اس کے مطابق کا رد بن جاتا ہے۔

جہاں یہ صورت حال ہو وہاں تو کسی کیلئے جائز نہیں کہ غلط بیانی کر کے زیادہ منقدار کا رد بنوالے۔ ہاں جہاں یہ صورت نہ ہو اور متعلقہ محکمہ بلا کسی معقول وجہ کے درخواست دہندا ہی بیش کر دے تھیں کو رد کر دیتا ہو وہاں عام قسم کے افراد کے لئے تو یہ جائز ہے کہ صرف اتنی غلط بیانی کریں جس کے تحت انہیں منصوناً مقدار میں راشن حاصل ہو جائے لیکن خاص قسم کے افراد کے لئے یہ بھی جائز نہیں۔ خاص قسم سے مراد ہو لوگ ہیں جو اپنی ایامت اور ہمہ رکھتے ہوں کہ حکمہ کے ذمہ دار افسران تک اپنی شکایات پہنچا سکیں اور دھانڈنی کی کرنے والے ملازمین کی دھانڈ لیاں ان کے آجے رکھ سکیں۔ حراجوں کی اور نا انصافی اگرچہ عام ہو چکی ہے مگر ایسا بھی نہیں کہ انھاں پسند لوگ بالکل ہی عنقا ہو چکے ہوں۔ ذی شعور حضرات کو ظلم کے آجے گھٹنے شیک دیتے کے بجائے اس سے لڑنے اور مراحمت کرنے کی جرأت کرنی چاہئے۔

اگر عمومی یہ تھا کہ نماز جنازہ بھی امام مسجد ہیا پڑھے مگر کسی جنازے کی نماز میت کے کسی عزیز نے یا کسی اور شخص نے پڑھادی تو امام مسجد کا اعتراض لغوانی ہے۔ اعتراض سے بڑھ کر پڑھ زمکن کہ نماز ہی میں شرکیت ہوئے اور پڑھایا کہ ”میں جاہوں کے تیجھے نماز نہیں پڑھتا۔“ نہایت تحریک ہوئی غیر اسلامی حکمت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام مسجد غور اور خود پسندی میں مبتلا ہیں۔ انھیں اپنی توہین حسوس ہوئی کہ کوئی اور امام بن گیا۔

میت کا کوئی رشتہ دار الگریہ چاہتا ہے کہ نماز جنازہ میں خود ہی پڑھاؤ اور دوسرے رشتہ داروں کو کوئی معقول وجہ اعتراض نہیں ہے تو پڑھے سے بڑے عالم اور زمین کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ رکاوٹ ڈالنے اور نماز میں شرکیت نہ ہو۔

جماعت اسلامی کے لوگوں کو جاہاں اور بد عقیدہ قرار دینا اپنے ہی جہل اور بد عقیدگی کا اعلان ہے۔ اس کی پرواز نہ کی جاتے۔

بلیک کا سستہ

مسئلہ مل :- (ایضاً)

بعض ذمہ دار قسم کے افراد جو دین میں سچھو دھمکہ کا دعویٰ کرتے ہیں کچھ غیر قانونی اور غیر اسلامی حرکتیں کرتے ہیں۔

مثلاً اُب جانتے ہیں کہ شکر پر کوپ کا سستہ راجح ہے بعض افراد شکر کو بازار میں بیخ رہے ہیں جس سے انھیں نفع بھی مل جاتا ہے اور تقریباً کیلو میر دو ایک روپیہ ضرور ملتا ہے۔ جب ان سے بچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارا مال تھا ہم نے بیچا ہے۔

ذیں میں چند سوالات درج کرتا ہوں۔

(۱) کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ شکر خود نہ کھائے بلیک کریں؟

(۲) ضرورت سے زیادہ بچھے پر بلیک کریں؟

(۳) غلط اندر اجات کے ذریعہ شکر زیادہ حاصل کریں؟

معترضین کو میرے لفظ "سوری" پر اعتراض ہے تو انہیں نے ایک دن لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ "اگر میرے فلان لفظ سے کسی کو تکلیف بخیہ ہو تو میں اپنے الفاظ والیں لیتا ہوں لیکن چونکہ معترض حضرات اس سے قبل ہی کچھ مقامات کو استفتہ روانہ کر چکے تھے اس نے انہوں نے اس معدود کو مقابل اعتبار نہ بخدا۔ جن منفیان کو استفتہ روانہ کئے گئے تھے ان میں سے ایک منفی صاحبے حافظہ موصوف پر کفر کا فتوی صادر فرماتے ہوئے تحریر نکاح کا حکم نافذ کیا ہے معترضین حضرات اس فتوی کی بنیاد پر حافظہ صاحبے امامت چھوڑ دیتے کا اصرار کرتے ہیں۔ براء کرم ان حالات میں کیا مشرعی احکام ہیں، ان پر شرح و بسط سے گفتگو فراکر منون فرمائیں۔

جواب :-

قرآن میں اہل ایمان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ آپ میں پڑے روادار نرم اور شفیق ہوتے ہیں (۱۰۷:۱۰)۔ آج کے "اہل ایمان" بالعموم اس کی صفت ہو کر رہ گئے ہیں۔ ذرا ذرا ایسی بات پر ایک دوسرے کے دشمن بن جانے والے۔ ایک دوسرے کی آبروری کرنے والے۔ ایک دوسرے کو کسی قیمت پر معاف نہ کرنے والے۔

اس میں اصل تصویب عوام کا نہیں ان بے مغربالہوں اور فقیہوں کا ہے جو جذباتی فتووں میں پڑتے تھے میں اور فکر تدبیر سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے۔ اب دیکھ لیجئے آپ کے بیان کے طالق ایک منفی صاحبے فتوی داع ہی دیا کر حافظہ موصوف کا فرہم کے اور وہ پھر سے نکاح کریں۔ ان منفی صاحبے یہ نہ سوچا کہ مذاق اور سنجیدگی میں فرق ہوتا ہے۔ کفر و ایمان کا تعلق نہایت سنجیدہ نکر درائے سے ہے۔ حقاً ایک ٹھیک حقیقت رکھتے ہیں۔ اگر مذاق میں کوئی ایسی بات کسی کے منہ سے نکل جائے جو باعتبار عقائد مناسب نہ ہو تو اس پر کسی حکم کا ترشیب نہ ہوگا۔ پھر حسب کہنے والا اپنے الفاظ والیں لے رہا ہے تو جو بحث بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن تو بہ-

انہی ضرورت سے زیادہ شکر یا کوئی بھی چیز غلط بیان کر کے لینا اور اسے بیچ کر ففع تک اناحلال نہیں ہے۔ البتہ شکر مثلاً آپ نے اپنی ضرورت کے مطابق لی مگر مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ سو چاکر شکر بیچ کر کچھ پیسے کرالیں تاکہ وہ مکام چلیں تو اس میں کوئی حرمت نہیں۔ اپنی شکر بچکر اپنا کام یا تو آپ گلے سے چلائیں گے یا خبط لفڑ کریں گے۔ بہ ضرورت آپ نے حکومت سے کوئی دعا بازی نہیں کی جو ملت اگر متلاشی یہ خصیص ترقی ہے کہ بہ طور کے ایک فرد کو جیتنے میں ایک کلو شکر مانی جائیں تو جس شخص کے ہمراں دس افسر ادھیں اسے دس کلو شکر لینے کا حق ہے۔ لینے کے بعد وہ خود استعمال کرے یا بیچ۔ حکومت یا قانون کو اس سے نقصان نہیں پختا۔ اصل چیز یہ بد کرداری سے چنا۔ لوگ اگر اپنے ضمیر کی طرف بھلی اپنے جدے لیا کریں تو بے شمار مسائل میں وہ منفی اور مو لو یوس سے پوچھنے بغیر بھی حلal و حرام اور نیک بدل کی تغیری کر سکتے ہیں۔

مذاق اور سنجیدگی میں فرق کرو

سوال :- اسٹرچر محیب اللہ انصاری جبلپور۔ مقامی مسجد کے ایک امام صاحب نے جو حافظہ بھی ہے اپنے ایک رشتدار سے ازدادہ مذاق رمضان کے آخری نشتہ میں ایک روز یہ کہا کہ "شی جی! اب کی بارہم سوری بلاعینی رچلی" میں نہیں بلیجئے؟

حافظہ صاحبے مذکورہ جملے کے لفظ "سوری" کو اعتماد کی تو ہیں متصویر کیا گیا اور مصلیان میں شدید اختلاف پیدا ہو جانے کے باعث مسجد میں دو جماعتیں ہیں نہ لگیں۔ پہلی جماعت حافظہ موصوف اور ان کے مقدمیان کو نزد مسجد میں جماعت اختلاف رکھنے والے حضرات کی اس مصلحت پر تکمیر کرنے کے بعد دوبارہ ہوتے نہیں۔ حتیٰ کہ جمع کے دن بھی دو جماعتیں ایک ہی مصلی پر یکے بعد دیگرے اذان ثانی کے بعد پڑھی گئیں۔

حافظہ صاحب کو جب اس بات کا احساس ہوا کہ

ایک ساتھ مل بھی جاتا ہے۔

تیر کو گشت بھئی سے مسلمان شروع شروع میں کھاتے ہی
نہیں تھے۔ اب رفتہ رفتہ مسلمان ان بھئی مجبوری سے بھی گشت
کھانا شروع کر دیا ہے۔ اب بھی لاکھوں مسلمان اس گوشت
کو حرام سمجھ کر کھلتے ہی نہیں۔

برائے کرم محلی کی ڈاک میں اس گوشت کے باۓ
میں از رحمتے شرعی مسئلہ کیلئے؟ روشنی ڈالیں تو بھئی کے
لاکھوں مسلمانوں پر ہر بانی ہو گی اور رب العزت آپ کو
جزاۓ خیر دے۔

جواب:-

یہ ذیح بالیقین حرام ہے۔ محلی کے چکے سے الگ ہے نہیں
صرف ہے ہوش ہوتا بھی حلقت قطعاً مشکوک ہے اور
الگ رجاءٰ توحید میں شک کی مطلقاً تجاش باقی نہیں رہ جاتی۔
پھر جب استعمال کرنے والوں کے لئے یہ بتا چلا ناممکن
ہی نہیں کہ کونسا جا لورشاک لگنے سے مرگیا تھا اور کونسا فقط
بے ہوش ہو گیا تھا قاب تمام ہی اذ بخون کی حرمت قطعی ہے
ام کان حلقت کا د جو ہی نہیں۔ عترت کی بات ہے کہ ذرا زادی
تکلیفوں اور نافہما فیوں پر تو مسلمانوں کو طرف سے احتجاج
کی صدائیں سننے میں آتی رہتی ہیں لیکن اتنے طرفے کے
خلاف بھئی سے مسلمانوں کی کوئی صد املاک میں نہیں گنجائی کہتے
ہی مغربی املاک تک میں۔ جہاں مسلمانوں کی کوئی مقدار ہے
آبادی پائی جاتی ہے حکومتوں نے یہ حق سیم کر دیا ہے امان
لپٹے نہیں تو اس کے ساتھ جائز کا ہیں لیکن کرداروں مسلمانوں
والے ہمارے وطن کے کسی شہر میں حلال گوشت ملناد مشوار ہو گیا
ہے تو یہ تعلماں اور زعماء کی حصہ ہی تو بوجہ کا حق ہے۔

(اکٹھے صفحے سے وہ جوابات میں جن کے سوالات
حذف کر دیئے گئے)

خدا معاف کر دے مگر بندے معاف کرنے والے نہیں۔
غصب ہے کہ ایک ہی مسجد میں دو جماعتیں گویا قصبوہ
اگر حافظ صاحب کے کچھ سرزد ہوا بھی تھا تو اسکی مسما شربت
کا تنفس اور دین کی تضییگ سے دی جا رہی ہے۔ تضییگ کی
تمسخر کے سو اکیا ہے کہ ایک مذاقہ فرقے پر مسجد ہی کو اکھارا
بنالیا گیا اور جماعتیں تفرق کر دی گئی۔

قرآن میں آپ نے دیکھا ہے کہ اللہ ایسی قسموں پر گرفت
نہیں کرتا ہے ارادہ میں عادۃ زبان سے نسلک جائیں۔
مذاق کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ جن لوگوں میں باہم کافی
بے تکلفی ہوتی ہے وہ ایک دوسرے سے مذاق بھی کر لیتے
ہیں اور مذاق میں بعض نقرے ایسے زبان پر آجائتے ہیں
جیھیں منطق یا قالوں کی ترازو میں نہیں تو لاجاسکتا۔

اعتنا کا نام، بے شک ایک ایسی عبادت ہے جس کی
تضییگ اگر سوچے سمجھے تھیں اندازوں کی حاصلے تو شبہ پر
سلکتے ہے کہ تضییگ کرنے والا اسلام سے مخوف ہو رہا ہے
مگر مذاق کی صورت میں اسے محسوس بے اختیاطی اور بغیر
کہیں گے کفر فرند قرنہ کہیں گے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ حافظ صاحب کو معاف کر دینا
چاہیے اور دن ناچال ہے کہ اگر انہیں بھی ہمارے حساب کتاب
میں ایسی ہی اشارة پر ہم اترہا یا تو ہم کہاں پناہ مل سکے گی۔

بھئی کا نفع

سوال ۹:- اے اے باشاہ۔
گذشتہ ایک سال سے بھئی میونسلیٹی کی طرف سے ایک
جدید نفع خانہ (ملابرہ ہوس) شروع کیا گیا ہے اور پرانا
مندرج خانہ بند کروایا گیا ہے۔ جدید نفع خانہ میں بکر دل کو
ذرک نے سے پہلے ایک طریقہ شاک لٹا کر جائز کو پہلو بہوش
کر دیا جانا ہے اور بعد میں یہ ہوش جائز کے لئے پر جاؤ
چلا کر ذرکر کیا جاتا ہے۔ بعض جائز چرخ کمزور دلاغ رہتے
ہیں وہ شاک لٹتے ہوتے ہو جاتے ہیں، ان کے لئے پر
بھی باقاعدہ چاؤ پلا کر ذرکر کیا جاتا ہے اور سب گوشت

مسجد کے مسائل

مسجدوں کے جزوئی مسائل کے لئے ہمیشی ذریور اور علم الفقہ جیسی اور دوستا میں دیکھتے۔

پھر کامسئلہ تو یہی ہے کہ انھیں جماعت میں تیکھے کھڑا کیا جائے لیکن بھیڑ زیادہ ہے اور صافیں کثیر ہوں تو ان کا صفت میں ایک طرف کھڑا کیا جانا بھی درست ہے۔ اور اگر نماز عید جیسے اجتماع میں بدآسانی اس کا بھی موقعہ مسیر نہ آ سکے تو پھر کامسئلہ کی صفت میں کسی بھی جگہ آجانا نماز کو خراب نہیں کرے گا۔ خرابی اس وقت آتی ہے جب جموروں نہ ہو۔

ویسے یہ بات ہے ناپسندیدہ ہی کہ جمعہ یا عید کی نمازوں میں تیکھے پھوٹ کو ساختے جایا جائے۔ جمعہ میں توبہت ہی غلط ہے۔ عید چونکہ بھوٹ کے لئے تہوار اور میلے خلیسی چیزیں اس لئے اس میں انھیں لے جانا فی ذاتِ قومیں بھی نہیں لیکن ایسے اتفاقاً کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ شور شتر کریں اور صفوں میں ابتری نہ ڈالیں۔

شطروح جنحہ تاش وغیرہ

ایک وجہ حرمت تو ان تمام کھیلوں میں مشترک ہے۔ وقت کی ایسی بر بادی جو فرائض منصبی سے خالی کر دیتی ہے دوسرا وجہ بعض میں یہیں نہیں۔ جنحہ اور تاش میں دوسری ایک وجہ مشترک ہے کہ ان پر جواہی کھیلا جاتے تیری اور تاش میں خجاست ہے خواہ بغیر بازی لمحاتے کھیلا جاتے تیری و جہ صرف تاش میں ہے جنحہ میں نہیں۔ تصویریں شیریعت نے تصویر کو حرام تصور دیا ہے امدا ایسا ہر کھیل جس میں تھویریں سے سالقہ پیش آئے مجدد اس عجیب کی وجہ سے بھی جمیع قرار پائے گا۔

شطروح پر جو انہیں کھیلا جاتا ہے اس میں تصویریں سے سابقہ ہے البتہ وقت بر باد کرنے والا ضار اس میں مدد جائے اتم موجود ہے امدا اصولاً تو یہ صرف اسی وقت تاجا تقرار

باتی ہے جب اس کے انہاں میں نماز اور بعض اور فرائض شخصی سے غفلت بر تی جائے لیکن احتیاط ایسا یہ حال میں پذیر ہے کیونکہ یہ اہتمام مادہ "حال ہی ساتھ کے شطروح کھیلنے والا ضرورت سے زیادہ وقت خرچ نہ کرے۔

حدیث میں شطروح کی صانعت آئی ہو یہ ہمارے علم میں نہیں تاہم ہو و لعب کی جو اقسام احادیث کی رو سے منوع یا مکروہ ہیں ان میں بہر حال یہ داخل ہے۔ مکروہ منزہ ہی تو اس شخص کے لئے ہے جو اس کے انہاں میں نماز افضل واجبات سے غافل نہ ہو اور مکروہ تحریکی غافل ہونے والوں کے لئے۔ مکروہ تحریکی کی اصطلاح کم و میش حرام ہی کے مفاد ہی سمجھتے۔

جادو

جادو برحق ہے یعنی وہ حمض و تم نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ قرآن و حدیث دونوں اس کے حقیقت ہونے پر ثابت ہیں۔ پھر بھی اگر کچھ لوگ اسے حمض تو تم پر تھا فضور کرتے ہیں تو انھیں اپنی خام خیالی سے توبہ کرنی چاہئے۔

نظر

شاه ولی اللہ اور فاضل عیاضؒ ہی کے نزدیک نظر برحق نہیں بلکہ تمام علماتے حق کے نزدیک نظر برحق ہے اور برق اس لئے ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس کی تصدیق کی ہے چند حد شیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت ام سلہ اپنا آنکھوں دیکھا اور کافوں ناوقہ بیان کرتی ہیں:-

"سیرت گھر میں رسول اللہ نے ایک اٹکی کو دیکھ کر جس کا پتھر و زرد ہو رہا تھا خرازیا کہ اسے نظر ہے اسکی جھاڑ پھونک کراؤ۔" رمشکوہ کتاب الحقبت والنقی

حوالہ بخاری و مسلم

حضرت عمر بن حفصین روایت کرتے ہیں:-

"رسول اللہ نے فرمایا کہ نظر لگ جانی میں یا زہر پلے

قضا نہیں کفارہ دا جب ہے، یعنی غریب ہے تو ساٹھ مکینوں کو دو قتلہ کھانا چھلائے اور امیر ہے تو مسلسل ساٹھ دو نے رکھے۔

شدید بیماری عذر شرعی ہے۔ اس کی بنابر روزہ توڑ اتو صرف قضا کافی ہے۔

قضا ر عمری اور مبارک راتیں

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شب معراج مشب برأت یا شب قدر میں قضا نازیں ادا حی جائیں تو زندگی حصر کی قضا ادا ہو جاتی ہے ان سے دلیل شرعی پوچھئے۔ اگر دلیل قوی ہو تو مان لیجئے۔ نہیں اس کی اطلاع نہیں مل سکی۔

برے ماں پ

والدین یا ان میں سے کوئی بھی ایک خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوں یا بے طھنے ہوں تو اولاد کے لئے انھیں سمجھانا جائز ہے لیکن سمجھانے میں فرقی مراد کا الحاظ ضرور رکھنا چاہیے۔ نہیں کہ بیٹے صاحب باپ بن کر یا استاد بن کر لکھر لانے لکیں۔ ادب و نکریم بہر حال لازم ہے۔ سمجھانے کا اثر نہ ہو تو صبر کیا جائے اور خدمت و اطاعت کو زچھوڑا جائے۔ ماں باپ گناہ کرتے ہیں تو خدا کے مجرم ہیں نہ کہ اولاد کے لہذا اولاد کو سزادیت کا حق نہیں پہنچتا زان کے حقوق ساقط ہوتے ہیں۔

قبوں کے پاس سجدے

قبوں پر یا قبوں کے پاس سجدے کرنے والا خوت بدعت ہے بلکہ بعض حالات میں شرک بھی قرار پا سکتا ہے۔ اس کے پیچے ناز نہیں پڑھنی چاہیے۔

حضرت علی گیلے سوچ کا پلٹ آنا

حضرت علی گیلے ناز حصر کے لئے سوچ پلٹ آنے والی روایت ہمارے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ زیادہ بحث

ڈنک میں جھاڑ پھوٹک خوب فائدہ کرنے پڑتے تھے
بجو المسند امام احمد۔ ترمذی۔ البداود۔ اسی شہادت کو ابن ابہ ایک اور صحابی سے بھی روایت کرتے ہیں
حضرت اسماء بنہت علیہ السلام ہے کہ:

”میں رسول اللہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“
طیار کی اولاد کو بہت جلد نظر لٹکی ہے کیا ان کیلئے پنج چند ہو یہ جھاڑ پھوٹک کر لیں جو آپ جو ب دیا ہاں کرو۔ نظر اس قدر شدید الاثر چیز ہے کہ اگر اقدیر پر سبقت لے جانا ممکن ہو تو نیز نظر یہی اس پر سبقت لے جانی دشکوہ“ بجو اہم مسندا امام احمد۔ ترمذی۔ ابن باھر

گھریانظر بدن صرف ایک دلتعی شے ہے بلکہ اخیان و د اثر اور ظالم شے ہے کہ اس کے لئے ہمارے آقاصیلی اہم علیہ مسلم وہ طرزِ بیان اختیار فرمائے ہیں جو تراں د حدیث میں تاکیدی قطعیت کے لئے مستعمل ہے۔

جو چیز یہ روایت فویہ ہلکنہوڑ سے ثابت ہو جائے اس میں این و آں کا سوال ہی نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ عقل، بھی اس میں کیا اشتکال ہے۔ ایک ایسے دور میں تجب سسر نرم اور ہپنا نرم جیسے فنوں مسلمات میں داخل ہٹکے ہوں۔ جب آنکھوں ہی آنکھوں میں خیالات پر عشق کے کامیاب تحریکات جاری ہوں۔ جب برقی گرش اور بردیاں اور ایتھر جیسی ناقابل مشاهدہ اشیاء کے لئنکی مظاہر دنیا بھر میں عام ہٹکے ہوں جب زمین پر بیٹھ کر آدمی لاکھوں کمر و ٹروں میں ناصلت تک مشتبہوں کو کنٹرول کر رہا ہو اور جب خلائی جہاز اور نکٹھ مریخ تک کی تشریک رہے ہوں تو اسے دور میں خواہ بہ سوچنا کہ ”نظرِ بد“ بھلا کیا چیز ہو سکتی ہے ہیو تو فی کی بات ہے۔

روزہ توڑنا

رکھا رکھا یا روزہ اگر بلا عذر شرعی توڑے تو جرف

کی ضرورت نہیں۔ جسے اعتبار ہو وہ اعتبار کئے جائے۔

جو توں کے ساتھ نماز جنازہ

جو تے ہنہ ہنہ نماز جنازہ میں شرکت اسی وقت درست ہے جب زمین بھی پاک ہو اور جو تے بھی۔ اگر زمین پاک نہ ہو اور جو تے پاک ہوں تو جو توں کے اندر سے پر نکال کر اوپر رکھ لئے جائیں تب زمین کی نایا کی سے کوئی خرابی واقع نہ ہوگی۔ نیکن جب جو تے ہی نایا پاک ہوں تو انہیں الگ کر کے نماز پڑھنی چاہئے۔

زمین سب کی سب پاک سے، الایہ کہ سامنے غلط نظر آ رہی ہے۔ حسے وہ زمینیں جن پر کوڑا اکارڈ ال جاتا ہے۔ نماز جنازہ ایسی جگہ کون پڑھتا ہے لہذا زمین کا نایا پاک ہونا تو شاد و نادر ہی پیش آئے خاں بنتہ جو توں کے تلے معمولی غلط سے آلوہہ ہو جاتے ہیں لہذا اسردی یا کسی اور عذر سے جو تے نکال کر نماز جنازہ پڑھنا تکلیف دہ ہو تو اسے کسی چیز سے رگڑ کر صاف کر دیئے جائیں۔ ان کی طہارت اور کوڑا ہونے کے دھونا نہیں۔ ہاں خاصت گلی ہو یا چوڑے اور پھر کی کھل میں توجہ تک سوکھنے جائے رکھنے سے یا کی حوصلہ نہ ہوگی۔ کچھ بجا کئے خود پاک ہے جب کہ اس میں کوئی غلط نہ مل جائے۔

مرد کے نمیقین

معتمد روایات سے جو روایات معلوم ہو سکی ہیں وہ یہ ہیں کہ میت کو قبر میں رکھتے ہوتے یہ الفاظ کہنے پسندیدہ ہیں بسم اللہ اکبر علی مصلحت رسول اللہ پسندیدہ ہیہ سے مراد یہ ہے کہ درجہ استحباب میں ہیں ۲ اجنب یا مسنوں نہیں۔ پھر قبر میں مٹی ڈالتے وقت قرآن کی یہ است پڑھی جائے۔ وَنَّهَا أَخْلَقَنَّا مَعَ وَفِيهَا نَعِيْدَا كَمْ وَوِهَا نَحْرُجْ كَمْ تَأْسِيْتَ أَخْرَى۔ دفن کے بعد کچھ دیر قبر پر رکنا اور مد فون کے لئے بخشش کی دعا کرنا بھی مستحب ہے۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اطرب عمل روایات میں منقول ہے کہ آپ

دفن کے بعد کچھ دیر وہاں ٹھیکرتے اور صحابہؓ سے کہتے کہ اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو اور اپنے خدا سے گزارش کرو کہ اسے ایمان پر قائم رکھ کیونکہ اس وقت اس سے سوالات شروع ہو چکے ہیں۔

بس اس سے زیادہ کوئی چیز ثابت نہیں۔ مُردے کو تلقین کہاں سے نکالی گئی یہ نکالتے والوں سے پڑھئے اور دہی دیکھ سوالات کا جواب دیں گے۔

عرب ہند میں وہیت ہلال

بے شک بعض تربیت ہندوستان اور جماز کی عید میں دو دن تک کافری ہو جاتا ہے مگر اس میں تشویش کی کیا بات ہے جماز ہمارے پڑوسن میں کہاں۔ دریاں میں ہر ایسی بھی زیادہ کا فعل ہے۔ بہر حال ہم ہر معاملے میں ”کیوں“ کے مختلف نہیں بناتے گئے۔ اللہ کا نظم وہی جانے۔

نماز کا طول و اختصار

زیریں چھوٹی سورتیں پڑھ کر پانچ منٹ میں دور کعت سے فارغ ہو جاتا ہے۔ بکری سورتیں پڑھ کر دور کعت دس منٹ میں تمام کرتا ہے تو ادا یعنی فرض میں دونوں برادریں یہیں بکر کے لئے زیادہ تواب متوقع ہے پر تبدیل اخلاص دون کا یکساں ہوتا۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ زید نے سورتیں تو مقابلہ چھوٹی پڑھیں یہیں ایسی رفتار سے کہ دس منٹ تک کھٹے توبہ اور زید یکساں رہے۔ دونوں کا اساوی وقت خرچ ہوا۔ تواب بھی برابر ملنے کی توقع ہے۔

البته یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس موقع پر اختصار کی ہدایت ہے وہاں طول موجود تواب نہ ہو بلکہ اس پر باز پرس ہوگی۔

امام کے وصیا

بعض پیشے کسی زمانے میں معیوب اور گھبیلہ الصور کے جاتے تھے۔ چاہے وہ شرعاً حلال ہوں مگر امام کو ان سے اجتناب

کھلے دل سے برد اشتہت کریں اور یہ نہ تھجیں کہ دین و ایمان صرف ان طریقوں میں متصور ہے تھجیں ہم اختیار نہیں ہوئے ہیں۔

لیکن خطر لیقے اور تھیڈے بے لاگ تحقیق کے بعد خلاف سندت نامہ ہوں اور ان کے لئے کوئی دلیل شرعی موجود نہ ہو ان کو بنے شک نہ موم قرار دیا جاسکتا ہے اور اصلاح کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

ہمارے یہاں مدت دراز سے یہ افسوس ناک صورت حال پانی جا رہی ہے کہ دین کے اہم ترین اجزاء و غاصروں تو غفلت بر تی جاتی ہے اور فروعات پر سارے زور صرف کر دیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اختلافات کا دائرة جتنا بھی وسیع ہو تو اچلا جائے گم ہے۔

مسئل کی جو ارادو کتابیں بازار میں ہیں ان میں دیگر مسائل کے ساتھ تکفین و تذمیر کے مسائل بھی موجود ہیں جسے دیکھنا ہو ان کتابوں کو دیکھ لے ہم اس کا علم میں نہ کتنا "الجنائز" کہاں پیش کر سکیں گے۔

منظومہ عورتیں

جن عورتوں کو ان ظالم شوہر ہمچنانہ الدین یعنی نہ تو نام نفقہ دیں نہ طلاق افسوس حدالت سے رجوع کرنا چاہیے۔ حدالت کی طلبی پر شوہر اگر حاضر عدالت نہ ہو تو اس کا بھی علاج قانون میں موجود ہے۔

خطبہ قسم کے سوالات

یا بعد القادر شیخ گلشنی قسم کے مباحثت اپنے ہو شمندوں کے نزدیک خواہ کیسے ہی ہوں لیکن تجھی کے دسیع حلقوں میں کم عقل اور کم علم لوگ بھی کافی ہیں۔ آپ کا یہ سچناد رسالت نہیں کہ ان کی اصلاح کی توقع فقولی ہے۔ ہمیں بارہ خطوط کے ذریعے بہتر اثرات کا پته چلا ہے اور غلط عقائد کی وصلح ہوتی ہے۔
السُّجُونِ مَتَّىٰ فَإِلَهُ شَمَاءُ مِنَ اللَّهِ

کرنا چاہیے۔ ذبح کرنا اور مردے کو نہلانا فی نفسہ تو کوئی بربی بات نہیں تیکن بطور پیشہ اسے اختیار کر لینا گھٹیا بات ہے لہذا اماں کو اس سے بچنا چاہیے۔ یہ محنت بازی غلط ہو گئی ان کاموں میں حرمت کیا ہے۔

قبائل و رد عوائق

ایک علاقے میں میت کے اوپیار و اعزاز اپنی مہیت کی قدر پر براتے زیارت لوگوں کو بلاستے ہیں پھر ہر لے جا کر چاہے پانی سے تو اضung کرتے ہیں۔

ویسے تو ان میں کوئی مرضیانہ نہ تھا مگر جب یہ طریقہ رواج بنالیا گیا تو اسے بدعت قرار دیکے شوونکہ آج آپ اگر زید کے ہوں مال اڑاتے ہیں تو کل آپ کو بھی کسی عزیز کو دفن کرنے کے بعد مال اڑاتے ہیں پڑیں گے اس طرح غرباً کے لئے ایک نئی مہمیت ہٹھڑی رہی گی کہ ایک تو عزیز کی موت کا حصہ ہے پھر جمع کے لئے چاہے پانی کا بھی انتظام کرنا۔ نہیں کرتے تو ناک کٹ جاتی ہے یا بد عقیدہ وہابی شہبادی کہلاتے ہیں۔

واہ رسلمانوں۔ بدعتیں نکالنا کوئی تم سے سکھے بڑھائے جاؤ اپنے کپروں کی بیڑیاں۔

فرماغی اختلافات

آئئے تکفین و تدقین کی جزویات میں سلانوں کے مختلف حلقوں اور گروہوں کے جن اختلافات کا ذکر کیا ہے ان میں پھر تو اجتہادی نوع کے ہیں اور پھر مقامی اسلام و رواج کے پیدا کر دے۔ اجتہاد کے نتیجے میں آراء کا جو اختلاف ہوتا ہے اس پر بدعت کا حکم نہیں لگتا بلکہ تمام ہی آراء اور درجہ جواز حاصل ہوتا ہے اور سلانوں کو چاہئے کہ ہر اجتہادی مسلک کو

مولانا اسد رحمانی

روہت ہلائے اور ہمارا موجودہ روہت

مطہرہ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ کیونکہ حاملِ حی، حصہ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے راسِ خص میں متعلق جگہ اس کے سردار نے امتحاناً آگ میں کوئی ناممکن دیا تھا تو وہ یہ کہہ کر انکار کر گئے کہ میں غیر شرعی حکم نہیں مان سکتا (فریبا یا تھا کہ الگرہ آگ میں کو دجانا تو ہبہ آگ (جہنم) ہی میں رہتا۔

قرب جوار کی شہادت معتبر ہے

میرا نیخ جواب اس لئے تھا کہ جاندی کی شہادت قرب جوار کی معتبر ہے دو دراز شہروں اور شہروں کی معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے عن کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَنْ أَنَّ أَمَّرَ الْمُفْعَلِيْنَ عَنْ أَنَّ مَعَاوِيَةَ بْنَ السَّاسَامِ فَقَالَ فَقِيلَ مِنْ أَشَامَ فَقَضَى حَاجَتَهَا أَسْتَقْبَلَ عَلَى سَرَمَدَنَ وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْتُ الْمُهَلَّلَ كَيْلَةَ الْجَمْعَةِ تُمْرِثُ شَدِيدَتَ الْمَدِينَةِ فَلَخَرَ الشَّهْرَ كَيْلَةَ عَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ ثُمَّ ذَكَرَ الْمُهَلَّلَ فَقَالَ مَتَى سَرَيْتَهُمْ الْمُهَلَّلَ فَقِيلَ سَرَيْنَاهُ كَيْلَةَ الْجَمْعَةِ فَقَالَ أَشَتْ رَأَيْتَهُ قَلْتُ يَعْمَدُ سَرَاهُ اَنَّا مُرَدِّدُهُ اَنَّا مُرَدِّدُهُ وَصَدَّمُهُ اَنَّا مُرَدِّدُهُ مَعَاوِيَةَ فَقَالَ الْكَنَّارِيَّ إِيمَانًا لَكَيْلَةَ السَّبِيلَ وَلَوْ نَزَلَ نَصْوَمَ حَشْيَ مُكْتَلِ شَذِينَ اَوْ زَرَاهَ فَقِيلَتْ أَفَلَا تَلْتَقِي بِرَوْيَيْهِ مَعَاوِيَةَ وَهِبَيَامِهِ فَقَالَ لَهُ هَكَذَا اَمْرَنَا سُوْلُ اللَّهِ عَلَيْهِ اَسْلَمُ اَسْرَاهُ اَلْجَمَاعَةِ الْوَالْبَخَارِيَّ وَابْنِ مَاجَهِ (مُنْقَتِی لِكَاتِبِ الصَّيَامِ صِفَر ۱۳۶) کَرِيبَ کہتے ہیں کہ مجھ کو امامِ فصل نے امیرِ معاویہ کے پاس بھیجا تھا۔ جب میں شام پہنچا تو انکی ضرورت

۱۹۷۴ءِ رمضان المبارک کی انسوں تاریخ کی شام بھی عجیب تھی۔ سماں کروڑوں آنکھیں انیں مغرب کی طرف اٹھیں اور تقریباً ڈیپرھ دو گھنٹے تک تاکی جھانکتی رہیں۔ فضا غیر مکدر ہونے کے باوجود چاند دیختے میں نہیں آیا، لوگ مطہن ہو گئے کہ ہر حال کل عید کی صبح کے بجائے رمضان المبارک ہی کی صبح ہو گی۔ لوگوں نے سحری کھائی۔ بھر کی خانز سے فارمیٹ ہو کر اسے کام کھانے لگ گئے سارے ہے سات بجے مدد بر ڈیلو بولا قاضی امارت شر عدہ نے چاند کا اعلان کر دیا کہ سرداری باع میں چاند دیکھا گیا۔ اس لئے پہنچ میں بھی شاہزاد اسکی جاہر ہی ہے سنتے ہی لوگ ہنگامہ شکار ہ گئے (اور زبان حال سے کہہ ہے تھے مولا! کیا وہ بھنگ، مظفر پور اور پہنچ وغیرہ کے مسلمانوں کی آنکھیں بے نوچیں) ایک دو فردنے روزہ بھی نور دیا اور عید کی منتعہ بھی ظاہر کی۔ لیکن میں نے صاف کہدا یا:-
ایں قیامت و تحری روزا بر

یا شب مرقبہ اگر دست جبر
کسی طرف سے آواز آئی تھمارے سردار مولانا عینہ
نادِ حمدہ اور ڈاٹر سید جلد الحفیظ ناظمہ بھی آج شاہزاد
پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اس کا جواب دیا وہ ہماسے سردار
ضرور ہیں پیغمبر نہیں بالخصوص عید کے لئے سردار کی تنہہ
روہت مشریعیت میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ ظاہر ہے
یہ کہنے سے زیری ماتحتی کمی نہ سردار کا سرمنصب ہوا۔ اگر
کوئی غصے میں اُگر بیہ کہدے تھے تم جیسے کی سرداری سے جائز
کا سردار ہنا اچھا ہے۔ تو میں یہ سمجھوں گا کہ وہ مشریعیت

ہشت ہارات ہیں یعنی کلکتہ والے ۵۰۔ ۵ پر ٹینڈ والے ۴۰۔ ۵ پر اور بنارس والے ۴۰۔ ۵ پر افغان اکریں گویا کلکتہ سے بنارس ہی تک ۵۰ میٹروں کافر ہے۔ اگر ہی صورت طبع غروب فرمیں بر قی جائے تو کوئی اشکال نہ ہو گا۔ ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبلہ اسی نظریے کے تحت ہو یا کوئی اور وجہ پر جو جس کو اللہ اور اس کے رسول ہی بھر جلتے ہیں۔

عوام کا جبری بھی ہال عیسیٰ!

پچھو حصے کی بات ہے کہ کلکتہ کے اندر میری موجودگی میں ہی عید الفطر کے موقع سے انتیس کا چاند نہیں دکھا گیا اچانک تیر مشتری ہوئی کہ مٹیا برج میں چاند دکھا گیا ہے۔ ٹری سجد کے امام اور متولی وغیرہ نے مولانا میر جسین صاحب میر بھی کو خود ٹھوٹ لالہ مسجد کے امام تھے مشتبہ کے لئے بولایا۔ آخر یہ طبقاً یاک حقیقت کے لئے بولنا میر بھی اور الحاج حافظ محمد نوسفت احمد حرم درستگوی حاصل چنانچہ دونوں حضرات تکییے سے دوام شریف ہے۔

جس شخص کا نام بتایا گیا تھا اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا ہے اسے خود نہیں دکھا ہے راستہ میں چلا اور اس تھا تو کچھ فضاب لوگ جا رہے تھے اُن سے پاچلا کہ چاند ہو گیا۔

ان کے واپس آئے پڑھقہ فیصلہ ہو گیا کہ چاند کی رویت بے بنیاد ہے۔ جب سب موسلا درست ٹھہر گیا۔ بچے شب میں ٹری سجد کا نئی خیاری اور وشن کردی گئی اور اس کی آواز سننائی دی جائیے موقعوں سے استعمال ہو ڈیتے مولانا میر بھی خود ٹری سجد کے امام کے پاس شریف یکتے کر کیا گیا۔ ۱۶ تھوڑے کہا چاند کا یقین مجھ کو نہیں ہے لیکن عوام کے جبرے سے جبور ہو کر روشنی جلا دی گئی ہے۔ مولانا موصوف لوٹ آئے اور تمہیہ کر لیا خواہ کچھ زمیں کل روزہ رکھوں گا۔ یہاں بھی ایغیان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ہو گئے کہ سارے کلکتہ میں شماز عیسیٰ ہے اس لئے ہم تو

پوری کرنے کرتے ہیں اور مدنظر کا ہمینہ آگیا اور ہم نے خود جمعرات کو چاند دکھا کر پھر رمضان کے اخیر میں مدینہ منورہ چلا آیا۔ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دہاں کے حالات پوچھے اور بھی پوچھا کہ تم نے ہمان دکھا کھانا میں نے کہا جمعہ کی رات کو دکھا کھا کیا خود تو نے دیکھا تھا میں نے نہیا ہاں۔ میں نے بھی دیکھا تھا اور سب نے وزہ رکھا۔ اس پر بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ہفتہ کی رات کو دیکھا ہے سو اسی حسابت تھیں یا نتیجہ کا پورا کر میں گے۔ میں نے کہا کہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت ہاں اور ان کے روزہ رکھنے پر عمل نہیں کر دیجے کہا نہیں کیونکہ اسی طرح حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یعنی اسی طرح حکم فرمایا تھا کہ اپنے شہر اور علاقہ کی رویت لازم ہوتی ہے۔ امام ابو علیؑ ترمذی نے باب باندھا ہے۔ لِمَّا كَانَ أَهْلَ بَلدًا رَأَى دِيْنَهُ

بلد کیا ہے

بلد عینی شہر ہے علماء فقیہ کے نزدیک دو کانداری اور ضروریات زندگی کی چیزیں جیسا ملحتی ہوں وہ شہر ہے میں داخل ہے۔ قرآن مجید میں ہے لَمَّا قَسَمَ رَبُّ الْبَلَدَ اُولَئِكَ الْأَمْمَيْنَ۔ ان جھوں میں بلد سے مراد خاص مکہ شریف ہے اسی طرح مدینہ منورہ اور طائف پر بھی بلد کا لفظ حدیث میں آتا ہے۔ رویت کے لئے ہم اس کو ضلع سے تعمیر کریں گے اور اس کی توسعہ زیادہ سے زیادہ اس کے دہی علاقوں پر کر سکتے ہیں۔ جب بلد کا دائرة اتنا ہی ہے تو پھر درستگہ والوں کے لئے یا ہم نیمال والوں کے لئے ہزاری باغ کی رویت یا حسن خبر کیا ہے اور رکھتی ہے۔ میرے خیال میں اس عالم میں ایک خیفت سا پر وہ ہے اگر وہ سائنس سے ہر ٹھیک جائے تو مسلسلہ بالکل صفائح ہے۔ وہ یک سس و قرکا موسم و مسافت کے اعتبار سے مطلع مختلف ہے جس کے قابل سب ہیں اور اس کی نظریہ فی زماننا مداروں ہنر کے رضانی

کیا گیا ہے۔ کہاں تو لوگ شر عی طور پر ہند کے مشرق و مغرب کی رویت میں مختلف ہیں اور کہاں اتنی وسعت کر اجی، آسام اور کامپنڈو کی رویت ایک کر دی گئی۔ مسافت بعیدہ کی تعریف .. ۵.. ۶ میل سے کم ہے اور مذکورہ شہروں کی مسافت ہزار سے بھی متعدد ہے۔

دو لوگ فیصلہ

جن طرح مسافر کے لئے نماز قصر کی مسافت میں اختلاف دو رکنے کے لئے بعض عالموں کا فیصلہ ہے جو ذاتی طور پر جھوکوہ ہوتا پہنچ ہے یعنی جس شخص پر جہاں تک مسافرت کا اطلاق ہو رہا مسافر ہے اور نماز قصر کر سکتا ہے۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر ریڈیو ٹیلیفون، تار اور بیلی دین کا وجود نہ ہو تو رویت ہلال کے متعلق لوگوں کا روایہ کیا ہوتا ہے وی جو ان ایجادوں سے پہلے مسلمانوں کا زمانہ صاحبہ رضیان اللہ علیہم اور زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے اور محسن ریڈیو کی تحریر روزہ توڑ دیا گیا اگر وہ خود رکنے ہوئے نہیں ہیں تو ایک روزہ قضائی کو رکھا ضروری ہے اگر نہیں تو لوگوں کو چاند رکھنے کی رحمت سے آزاد کر دیا جائے اور فتویٰ دیا جائے کہ چاند رکھنے کی بجائے ریڈیو کے ساتھی بیچھو اور ۲۸۲ تاریخ ہی سے چاند کو نماز عید ہوئی تھی۔ چونکہ وہ ساری دنیا کا میں ملک میں کو نماز عید ہوئی تھی۔

اسلامی مرکز ہے اور وہاں کا باشنا شاری دنیا کے مسلمانوں کا ایسے اب ترقی کا زمانہ ہے ہم مسافت بعیدہ کے باوجود دیاں کب تبریں لمحوں میں سُن سکتے ہیں۔

ما حصہ! تمام مضاہدین میں تو نہیں لیکن اکثر میں اپنے متفق رہتا ہوں کیونکہ عام عالموں خواہ احناض ہوں یا اپنے حد تک سچے آپ و مختلف پا ہوں کیونکہ مذہب کی اڑیں نہیں بلکہ تھیں کی روشنی میں پاتا ہوں۔ خدا معلوم میری یادوں میں آپ کے معیار کے کس درست موافق ہے۔ الگ صحیح اتریں تو جلد شائع کر دیں درست اپنی تحقیقات سے بھی طہیں کریں بالخصوص ایک ذباق صدیقیں

بھی پڑھیں گے رگناہ اعلان کرنے والوں پر ہو گا چنانچہ مولانا میر بھٹی سے جن کو محروم لختے آج دل دکھ رہا ہے روزہ رکھ کر نماز عید پڑھانی۔ حافظ پوسفت صاحب مظلہ جاتا ہیں غالباً یہ واقعہ ان کو یاد ہو گا۔

ریڈیو وغیرہ کی خبریں

اولاً امیران جماعت مولانا عبد الجبار اور اکابر سید عبدالمحیظہ مظلہ سے خود رویت ثابت ہیں۔ ان حضرت نے اگر نماز عید کسی وجہ سے پڑھ لی ہے تو تمہارے عی طور پر اس کے مکلف نہیں۔ دوسرا سے ریڈیو کی پرسنل جس کی شر عی پچھے حقیقت ہیں، ہم تو اس معاشرہ میں حتیا ہیں ہی لیکن بعض علماء خوبیہ بھی اس کے بالکل قائل نہیں۔

ایک روزہ کی قضائی ضروری

میں تو ہمیکہوں گا کہ جس حلقوں میں چاند نہیں دیکھا گی اور محسن ریڈیو کی تحریر روزہ توڑ دیا گیا اگر وہ خود رکنے ہوئے نہیں ہیں تو ایک روزہ قضائی کو رکھا ضروری ہے کیونکہ کوئی شر عی دلیل روزہ توڑنے کی ان کے پاس نہیں ہے غالباً اس بحال میں تنہائیں ہی نہیں ہوں۔

المددی عین فتویٰ پر ایک نظر

۱۶ اگست ۱۹۷۴ء المددی در بحثگرد کے حصہ مجلس تحقیقات شر عی کا فیصلہ کے مضمون کے بعض حصوں مثلاً ان دونوں ملکوں (ہندوستان) میں بلکہ جاروں ہندوستان نیپال اور بھکلہ دیش جہاں بھی جلدیکھا جائے شر عی ثبوت کے بعد اس کامانداں ملکوں کے تمام اہل شرہ پر لازم ہوتا۔ میں بالکل متفق نہیں ہوں۔ کیونکہ نامہ ملزم غرایی رحمن اللہ علیہ جن کی تھی بہر حال ہمارے موجود علماء سے کہیں پڑھ کر ہے، کہیا سے سعادت میں جو آپ کا شہر برکت ہے رویت ہلال کی مسافت صرف ۶ امیل لختے ہیں مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ شاید یہ چارٹ عرض کی حالت میں تبا۔

عامر غنماں
 (سلسلہ کے لئے ستمبر ۱۹۷۴ء
 کا تعلیٰ پیش نظر ہے)

شاہ مسلم

(مسیسلیسل)

یہ ارشاد بصیرت ختم ہوتے ہی سماں بدلا
 طسیم محیت لٹھا مکان ولا مکان بدلا
 پلٹ آیا میں اپنے خاک اتنے نگ ف تیرہ میں
 اُسی محسوس ف دیرینہ جہاں تنگ ف تیرہ میں
 نہ وہ بادہ نہ وہ بینا نہ وہ ساغر نہ وہ ساقی
 نہ وہ باہ نہ وہ جلوے رہے باقی
 وہی میں تھا وہی دنیا نہ خشت و نگ تھی میری
 طبیعت ذنگ تھی میری نظر خور ذنگ تھی میری

خدا علوی سب کچھ حقیقت تھی کہ افسانہ
 میں ہوں ہر دم اسی دیوانگ مر منظر کا دیوانہ
 ارادہ جب بھی کرتا ہوں بیانِ دفنِ حضرت کا
 اُسی جانب پلٹ جاتا ہے رُخِ جسم بصیرت کا
 حقیقت یہ ہے اب کہنے کو باقی بھی رہا کیا ہے!
 مالِ جسم میت دفن ہونے کے سوا کیا ہے!
 ہوئی تدفین، حضرت عائشہؓ کے پاک چہرے
 حریف ماہ و خشم رشک صد افلاک جھرے میں

تھی کی گود بننے کا شرف مٹی کو ملننا تھا

ہزاروں ہوتیوں کا صدف مٹی کو ملننا تھا

مبارک لے ملینے کی زمین پاک کے ذردا!
 تھی ریزہ پار واب مقدس خاک کے ذردا!

لہ آنحضرت کے دفن کی چھوٹی تفصیل کتابوں میں محفوظ ہے۔ لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میری جذباتیت اس رحلہ پر عدد و ضبط میں آسکی۔

تمہارے درپر ہو جاتی مسائی کاش میری بھی ہے تمہارے گود میں تیکن پاٹی لاش میری بھی ہے

میسر بخچہ کو سر کا پردہ عالم کا جسٹو ہوتا

قدم پھرے سے ملکہ پیشی دا ورثہ خود ہوتا

زاویہ نگاہ

جہاں میں منصب داعزاد کی عراج ہے شاہی عروج و عظمت اقبال کی سرتاج ہے شاہی

جسے شاہی نہیں سب کچھ ملادنیا کی نظر و نہیں دہنعت کا مالک بن گیا دنیا کی نظر و نہیں میں

خشی، آرم، دولت، عیش سب کچھ ہو گیا اس کا یہی معیار و انداز نظر ہے ساری دنیا کا

مگر اسلام میں فہم شاہی اور ہی کچھ ہے

خلافت، حکمرانی، کچھ کھا ہی اور ہی کچھ ہے

وہ اک زنجیر ہے بھجن، گراں، مضبوط، پابستہ عظیم الشان ذمہ دار یوں کے ساتھ وابستہ

وہ اک تواریخ ہے کردار انسانی کی گردن پر وہ اک بھلی ہے ہماراتی ہوئی ایمان کے گلشن پر

نمودی ہے دیانت کی ترازو ہے امانت کی اگر بلکہ سی لغوش ہو تو منزل ہے ہلاکت کی

خلافت پر کیا جب اتفاق رائے اکثر نے

کیا محسوس اک بار گراں صدیق اکبر نے

زدہم برتری گذرانے غلطت کا خیال آیا نہ قلب پائی کوئی پیام سرخوشی پایا

بجائے سرخوشی پائے تجھیل ہو کیا بوجھیں
تصور کے جہاں پر کوئی ہلچل
ہوئی تشویش اس بارہ امانت کو اٹھانے کی
جہاں بانی کی گہری الجھنوں پر فتح پانے کی
اگر ہوتا نہ خطرہ مانے تفسیر امت کا
نہ چھوٹے آپ ہرگز دامن زریں حکومت کا
یہ خطرہ تھا کہ بگڑی بات بن جائے نہ شیطان کی
منافقوں گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں ایں ایساں کی
اسی خطرے نے اسے بشل درویش مکمل کو
زعیم اتفاق کرنے کے دنباء اسفل کو
کیا تاریج شہی منظور کر لینے پہ آمادہ
شرارت کو شہل کی خبر لینے پہ آمادہ

خلیفہ اول کا خطبہ اول

اجھی گذے نہ تھے پھر روز آغازِ خلافت کو
دیا خطبہ یظل اللہ نے ارباب امانت کو
عزیز و اتم نے اک بارہ امانت مجھا پوسنیا ہے
رسول اللہ کا حق نیابت مجھا سونپا ہے
رسول اللہ کا طرزِ عمل دیکھے ہوئے ہو تو
مکمل تر نظر اک بے خلل دیکھے ہوئے ہو تو
تھارے دل نیس پیدا فطرت رتایہ آزد ہوئی
کہ تقليید رسول اللہ مجھ سے ہو جو ہوئی
مجھے تو لوچے تم کردا پر تغیر کے میسراں ہیں
جھلک ٹھونڈ دگے تم نور ہدی کی ہیر کیا ہیں
مگر میں ڈکنے کا ناک و ناچیز اساثیں
فریب نفس کی جیسا طرازی سے بیشان ہیں

اگر میرا عمل ہم زنگ ہو زنگ صداقت کے مری آواز ہم آواز ہو ساز ہدایت کے
 اگر حکام میرے حامل احکام فسراں ہوں مرے اقوال حسب اقتضائے دین و ایمان ہوں
 توبہ شک تم پر لازم ہے تسلیخ خسم کرنا
 دفا کا نقش لوح زندگی پر مردم کرنا
 نہیں تو میں اگر راہِ صداقت سے بھٹک جاؤں منقدس جادہ دین و دیانت سے بھٹک جاؤں
 تو ہر گز تم صراطِ جہل و مگر اہی پرست جانا تمھارا کام ہو گا مجھ کو راہِ راست پر لانا
 یہ ساری رونقی بازارِ دنیا چند روزہ ہے
 یہ جشنِ ہستی و نیزم تماشا چند روزہ ہے
 فضائے زیست پر چھایا ہوا ہے موت کا سارا حقیقت میں بہت ہی بیج ہے دنیا کا اسرار یہ
 اجل سر پر کھڑی ہے چشم دل سے دریں بعتلو
 مآلِ زندگی سے ناخن عقل و بصیرت لو
 نہ اتر اوچ رانع زندگی کی جگہ کاہٹ پر
 لگاؤ گوش دل کو موت کے قدموں کی آہٹ پر
 کہاں ہیں وہ جو قدرِ زندگی پر ناز کرتے تھے
 مئے غفلت سے میانے نشاط و عیش بھرتے تھے
 کہاں ہیں وہ جنہیں دعوے کتے اپنے زورِ بازو کے
 جو غافل تھے اجل کے بے نہایت جبر و قوت سے
 کہاں ہیں وہ جنہیں غرر تھا اپنے ساز و سامان پر
 اُٹھا کر رکھ چکتے تھے موت کو جو طاقِ نیاں پر
 وہ سب آخر کو مٹی مہوچکے قبریں میں جاسوئے
 بعد حسرت چراغِ حسرت فارمان بھاسوئے

نہیں باقی بساط ارض پر نام و شان ان کا
نہ کچھ بھی ان کے کام آیا غور را لگاں ان کا
کھلی آخر کو ان پر زندگی کی تنگ دامانی فسانہ گو ہے ان کی منہدم قبروں کی یاری
جیات ظاہری جب اس قدر بے ساز و سامان ہو
سپر دغاک ہو جانا ہی جب تقدیر یہ انساں ہو
تو کس برتے پہ دین ترجیح اس دنیا کو عقبی پر وہ عقبی جو فنا کی حکمرانی سے ہے بالا تر
جہاں شام اب تک زندگی کی شہر باری ہے جہاں صیدِ اجل کوئی نذری ہے نثاری ہے
اگر کچھ عقل ہے تیار زاد آخرت کرلو جو آئے کام اُس تو شے سے ظرف زندگی بھرو
عمل کو رنج دو پاکیزہ اخلاق و عبادت کا دروازے کہ ٹھلنے ہی کو ہے دفتر قیامت کا
بچو مکرو دغا سے فتنہ ظلم و شفاقت سے کرو پر ہمیز نفسانی تقاضوں کی اطاعت سے
جہاں میں عام کر دو اسرائیل پاک پیغمبر کو
جبراحت سے بچاؤ دین کے جسم مطہر کو

یہ خطبہ سب سے پہلا خطبہ سہر کار عالی تھا شکوہ قیصری سے خود شاہی کے غالی تھا
پڑھی تو ہونگی تم نے عام سلطانوں کی تحریریں سُنی تو ہوں گی تم نے
کسی تاریخ میں منقول ہے طرزِ مقال اسکی کہیں دیکھی بھی ہے سائے زمانے میں اسکی
نہیں ہرگز نہیں یہ آپ ہی اپنا نمونہ ہے
حقائق کی نمائش گاہ میں تنہا نمونہ ہے
منقش اس میں کے تصویر اسلامی حکومت کی نمایاں اس سے ہے بنیاد قدرانی سیاست کی

مہوت اور زندگی

کوئی نادان نہ یہ سمجھے کہ یہ تقریر صندوقی
 پیامی ہے فراز زندگی کی ترکب دنیا کی
 تعطلِ رجوت و افتادگی و یاس ہے اس میں
 ہر اس کرنے والی شدتِ احسان اس میں
 سبق دیتی ہے یہ رہبانیت کا نامہ بیوری کا
 ترقی کے جیاتِ افروز ایوانوں سے دری کا
 اثر سے اس کے پائے عزم و ہمت ڈھنگاتا ہے
 چراغِ جہد و کاوشاں اس کی رویں جملتا ہے
 بیاندزِ نظرِ دھوکا ہے ظاہر میں لگا ہوں کا
 نہیں سچھا انخوشن پیچ و خم ہستی کی راہوں کا
 عیاں، چشمِ اہل ہوش پر یہ رازِ پاپنده
 اجل ہی سے نکل پیام ہوا ہے زایدت کا پایہ
 اجل حور ہے یہ تم گردش خور شید ہستی کا
 اگر مرنا نہ ہوت قدر یہ موجوداًستِ عالم کی
 اگر مرنا نہ ہوا انسان کی چشمِ تصور میں
 سفینہِ ڈوب جائے عقل کا بحرِ تھیت میں
 مذاہبِ ختم ہوں روحانیت کا نامِ مرث جانے
 باسطِ دہر سے انسانیت کا نامِ مرث جانے
 صداقت پاک بازی حق شعارِ ختم ہو جانے
 فنا ہو جائے اخلاقی اصولوں کی سرافرازی

جیا ایمان اسن و فدائی ایثار و فداء داری
ہر اک پائیزہ شے ہو جائے نہ یہ بھلی و خونخواری
ہوا و حرص پھول جائیں آزادی کی سب اپنیں
مہذب سنتیاں ہن جائیں نسلگی معصیت ٹھائیں
یہ موجودات کی بستی عدم کے دم سے بستی ہے
یہ رہنا ہی تو ہے جس پر مرا نظر ہے
یہی ہے جس نے تہذیب و تمدن کی سنوارا ہے
یہی ہے جس نے ضبط و نظم کا جذبہ ابھارا ہے
یہی فرعونی و کبہ و انا بیت کی قاتل ہے
حریفِ معصیت ہے، بے لگامی کی مقابل ہے

جلیش اُسامہ

ادھر یہ سوز میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی ادھر پائے عمل نے گرمی رفتار دھلانی
کہا "فوج اُسامہ جلد ترتیب رہو جائے ہم جو زیر تجویز پہنچ رہے تھے وہ طے پائے
خدا کے نام پر مرٹنے والے پہلی فوجت میں روں ہوں روم کی جانش سامنہ گئی تباہی
یہی وہ فرض ہے جس کو ادا کرنا مقدم ہے بہایا تھے رسانہت، اس کی اہمیت مسلم ہے
اُسامہ ایک خوش قسم نصیدیہ و صحابی تھے بہت کم عمر تھے پھر بھی بہت بر رضحابی تھے
مراتب میں تھی رشکِ صد جوانی کسی ان کی بقیدِ خورد سالی معتبر تھی سروری ان کی
رسوی اللہ نے ان کو سر شکر بنایا تھا شجاعانِ عرب کی فوج کا افسر بنایا تھا
لما بخشنا خادرست پاک سے خود شاہ و رانے دیا تھا خاطعات اعزاز سلطاناں کے سلفاں نے

چھکھم خاص پنجمبر ملی تھی ان کو سرداری عطا کی تھی بھی نے ان کو سالار و فوجی سالاری

یہ قصہ ہے وصال پاکے کچھ روز پہلے کا

حباب جلوہ لاکھ سے کچھ روز پہلے کا

ہے جب جمع میدان مجرف میں شکری سار سائے دین ایمان کے ثوابت اور سیارے

اچانک رحلت شاہ دو عالم کی خبتو پی خبر سن کر یہ کیا ممکن تھا ہوتا وہ سفر جاری

قدم مثل ہو گئے احساس پر لرزہ ہوا طاری

جلگھٹرے ہوئے دل کپکاٹے پاؤں تھرستے ہزاروں زخمیتے خپکاں اک دار میں کھاتے

یہی قصہ تھا جس پر مشتمل تھا حکم صد نقیض

یہی تھی وہ ہم جو شنسہ نکیں بل باقی تھی

شہنشاہی پرستی پرستی پرستی پرستی پرستی پرستی

لہ یہ محض شاعرانہ اندراز بیان ہے ورنہ علمی سطح پر یہ اس طرزِ منقبت کو درست نہیں سمجھتا کہ یہ ساری دنیا اللہ نے حضور ہی کے لئے بنائی ہے۔ حضورؐ کو پیدا نہ کرتے تو دنیا ہی کو پیدا نہ کرتے۔ (ع۔ع)

تفسیر ماجدی

۵۰۰

کے موقعہ پر کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کو شیشے میں اُتار لیا۔ یا جال میں پھالس لیا۔ یا فلاں کے سکال کا کاریا جو یہ حجاورے لغوی اطلاقات سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ایک اصطلاحی مفہوم و مراد ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر اگر انگریزی یا جرمی یا روپی زبان میں ترجمہ کرنے والے نظر جسم شیشے میں اُتارنے کے الفاظ ہی کا لغوی ترجمہ کرذالے تو ظاہر ہے اس پر قیقرہ لگانا ہو گا۔

یہاں حضرت شیخ الہند کا ترجمہ ہے:-

”پھر میں کر لیا ان کو فرب سے۔
مولانا مودودی کا ترجمہ ہے:-

”اس طرح دھوکا دے کر وہ رفتہ رفتہ اپنے ذہب
پیرے آیا۔“

”ڈھب پیرانا“ حجاورہ ہے۔ حجاوروں کا ترجمہ حجاوروں ہی میں بہتر ہو اگرتا ہے۔ حضرت شیخ الہند کا ترجمہ بھی غیر صحیح نہیں۔ تاویل کا بھی محتاج نہیں۔ یہاں قرآن کا معصوبہ بس اتنا ہی بتانا ہے کہ آدم و خواشیطان سے بھالے میں آئے۔ جھائیں آجانتے سے وہ اپنے رتبہ بلند سے نیچا گئے یہ نکتہ سیاقِ کلام میں غیر ضروری ہے۔ بر محل ایسے ہی تقریب ہو سکتے ہیں جیسے حضرت شیخ الہند یا مولانا مودودی نے پیرو قلم کئے۔ عربی کا مستقل حجاورہ ہے۔ ڈلاؤ یعنی دولاں نے اسے اسے دھوکے میں ڈالا۔ جھانس دیا۔ چار سو بیس کی شناسنیاں یہی کٹی اگر کسی اور طرح بولا جائے تو اُنہیں بدلا جاتے ہیں جیسے ڈلاؤ بالحبل من اس طرف فلاں نے فلاں کو رسی سے باندھ کر چھٹ میں لٹکایا۔

اختیار کردہ روشن کے مطابق اب ہم پہلے سورا اعراف کے ترجمے پر نظر ڈالتے ہیں:-

(۱) شیطان نے آدم و خواکے آجے قسم کھانی کہ میں تو تھار اخیر خواہ ہوں۔ اللہ نے جو تھیں فلاں درخت کا حصہ کھانے سے روکا ہے تو دراصل اس نے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا کہیں تھیں حیاتِ ابدی نہ حاصل ہو جائے۔

چلو آگے بڑھو۔ جلدی سے کھا ڈالو۔

بیچارے آدم و خوا اس دھوکے میں آجئے اور کھا شیخے۔ اسی واقعیت کے بیان میں قرآن کا ایک فقرہ ہے:-

ضَدَّاً لِّهُمَا يَأْتُونَهُمْ وَيُكَيِّنُونَ (آیت ۲۲)

مولانا دریا بادی نے اس کا ترجمہ کیا ہے:-

”غرض دونوں کو فرب سے نیچے لے آیا۔“

بے شک ایک لغت کے اعتبار سے لفظی معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ مولانا اشرف علیؒ نے اور مولانا احمد رضا خاں نے اسی لغت کا اعتبار کر کے ترجمہ کیا میکن اس میں نہ حسن ہے نہ محل سے مطابقت۔ اہل نظر غور فرمائیں یہاں نیچے لے آئے یا اُتار لانے کا کام موقع ہے۔ مولانا مودودی نے تو تفسیری نوٹ میں بھی اس کی ضرورت نہیں سمجھی کہ اس کیوضاحت کریں جھوٹوں نے وضاحت کی ہے یہ کی ہے کہ گویا آدم و خوا کا دھوکے میں آجانا اپنے مقام بلند سے نیچے آت رہا تھا یا رہیں عالی سے راستے سافل پر آجانا تھا۔ یہ تاویل بھی ناممکن نہیں مگر بلاغت سے بعد اور حسن اشارہ سے ماری۔ دراصل یہاں قرآن نے عسری کی حجاوراتی زبان استعمال کی ہے۔ جیسے اُردو میں فرب خوردگی

رہا ہے۔ تنہا سیدہ کوئی عبادت مستقلہ نہیں۔ اسی لئے مسجد اُس عمارت کو نہیں کہتے جس میں فقط سبیرے کئے جاتے ہوں بلکہ اسے کہتے ہیں جس میں نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ نماز کے لئے لفظ سجدہ معلوم و معروف ہے اور قرآن یہی کہہ رہا ہے کہ جب بھی نماز پڑھو قبلہ رہو ہو کر پڑھو۔ (سچھوم کابے غبار انہمار اس فقرے سے ہو سکتا ہے۔

”اور سیدھے کر داپنے منہ ہر نماز کے وقت۔“

یہ شیخ الہند کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے غالباً لفظ مسجد کو مصادری میں مان کر شجوں رضا نماز کا ترجمہ فرمادیا۔ اسیں کوئی غبار نہیں۔ اس صورت میں سخھ سیدھے کرنے کا مطلب ہے کہ قبلہ رخ ہونا۔

لیکن اگر بعض جلیل القدر مفسرین کی پیروی ہیں تو اس کا معنی یہ سمجھا جائے کہ اللہ کی بندگی میں ہمیشہ دل سے لگے رہو اور زندگی پھر اسی پر ثابت قدم رہو تو یہ بھی خدا ہے۔ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے یہ رسم سمجھی ہے کہ اللہ کے آخری رسول نے جو راستہ بنایا ہے اس سے ڈیڑھ تر پھرست چلو۔ سیدھے یہ چل۔ عبادات کا حسن و مکال اسی میں ہے۔ یہ بھی لفیں مرا دہ پہچانو ہے مولانا مودودی نے اسی کا اتنا عکیا۔ حصلِ لگڑا ارش یہ ہے کہ اگر لفظ مسجد ہی کو ترجمے کا محرر بنانا ہے تو سجدے کے بجائے ”نماز“ کا لفظ بہتر سمجھا جیسا کہ شیخ الہند نے اختیار کیا۔ اور انہری یہ شجوں زندہ نہیں تو پھر مسجد کا سیدھا صادھا ترجمہ سمجھی رہو ہیسا کرنا۔ عبد القادرؒ نے کیا۔ کنائیے کا رخ لیتے ہو تو ”عبادت“ کا لفظ موزوں ہو گا اور وجہ کا ترجمہ ”رخ“ کرنا ہو گا جیسا کہ مولانا مودودی نے کیا۔

لفظ یہ ہے چند ہی آیات بعد آیت نمبر ۳۰ میں خود مرح نے مسجد کا ترجمہ ”نماز“ کیا ہے۔ پھر ہیاں کیا رکاوٹ بھی۔

(۲۷) آیت ۳۷:- فَإِذَا أَجَاءَ أَجْدُهُمْ لَوْلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَلَفَةً وَلَوْلَا يَسْتَقْدِمُونَ -

خلاصہ یہ کہ مذکورہ ترجمہ محتاج اصلاح ہے۔ نیچے لے آنا اور دو بول چال میں فریب دہی کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔

(۲۸) آیت ۲۵:- فِيهَا تَمُوتُونَ وَمُمْتَهَانٌ جُنُونٌ۔ ترجمہ ہے۔ اور اسی میں تھیں مر نہ ہے اور اسی سے نکلا نہ ہے۔

مسجد میں نہیں آتا کہ جب تھوڑے جھوول ہے تو اس کا ترجمہ بصیرۃ معروف یکیوں۔ مولانا اشرف علی ہوں، شاہ عبد القادرؒ ہوں کوئی بھی ہوان کا اتباع غبار اولی میں نہیں ہونا چاہیے۔ اگر معروف ہی کا ترجمہ کرنے ہے تو پھر تھوڑے کی ساری پرسرہ دیجئے۔ فتح گیوں تلاوت کرتے ہیں۔ فتح اس بات کا تنقاضی ہے کہ ترجمہ جھوول کیا جائے۔

شیخ الہندؒ نے ترجمہ کیا۔

”اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے۔“

مولانا مودودی نے کیا۔

”اور اسی میں سے تم کو آخر کار نکالا جائیگا۔“

مولانا احمد رضا نے کیا۔

”اور اسی میں سے اٹھاۓ جاؤ گے۔“

یہی ترجمے اولیٰ اور ارجح ہیں۔ ضروری نہیں کہ شاہ عبد القادرؒ یا مولانا اشرف علی ہی ہر جگہ سبقت لے جائیں

(۲۹) آیت ۲۹:- دَأَقِيمُوا وَجْهَ هَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔

ترجمہ:- ”اور تم ہر سجدے کے وقت اپنا رخ بیسوار کہا کرو۔“

یہاں بھی صدروح مفسر نے مولانا اشرف علی کی پیروی کی حالانکہ شاہ عبد القادرؒ اور شیخ الہندؒ اور مولانا مودودی یاد مسخر کر کے اس مقام پر ان کی پیروی کی جاتی۔

لفظ مسجد کو ظرف زمان مانیے یا ظرف مکان یا صد میںی۔ یہ شخص خوبی بحث ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کرہ کیا

ترجمہ:- "سوجب ان کی میعاد معین آجائی ہے تو وہ ایک ساعت پر تجھے ہر طبقیں جے اور نہ اگے بڑھ سکیں جے۔"

معلوم ہوتا ہے بعض مقامات پر حمد و حفظ شانی بالکل نہیں کر سکے ورنہ لسانی قواعد کے اسے جھوٹ باتی نہ رہ جاتے۔ پہلا فقرہ صیغہ استمار میں لکھا گیا ہے اور دوسرا فقرہ صیغہ استقبال ہے۔

"آجائی ہے" کہا تھا تو اسے یوں کہتا کہ وہ ایک ساعت تکی اگے پچھے نہیں ہر طبق سکتے۔ یا پھر ہل فقرہ یوں ہوتا ہے۔ "جب ان کی میعاد معین آجائے تھی۔" مولانا اشرف علیؒ نے یہی ترجمہ کیا ہے۔

(۵) آیت ۸۵:- کَنِيلُكَ نَعْصَيْوْفُ الْأَيَّاتِ۔

ترجمہ:- "هم اسی طرح واللہ ہر کوئی بیان کر نہیں۔"

یہاں ایک نازک سی گفتگو ہے۔ تصریف کہتے ہیں گردش کو۔ بار بار لائے کو۔ طرح طرح سے لانے کو۔ بیشک "ہیر پھر" بھی اور دلفت میں تصریف کا مراد ہے۔ ملکن کثرت استعمال اب اس لفظ کا فریب و غایلیہ ہے۔

ہیر پھر کی باتیں مت کرو۔ فلاں شخص ہیر پھر کو کے کام نکال لے گیا۔ معاملہ میں چھپنے کے بعد ہیر پھر ضرور ہے۔

اس طرح کے فقرے آج کل عام طور پر یوں اور لکھ جاتے ہیں۔ "گردش" کے مفہوم میں اس کا استعمال ابتداء ہے قصور کی، اسی پیش، پھر بازی اور غاویر کیلئے شہرت پاچکا ہے۔ ہر انساب تھا کہ اس سے سچا جانا۔ طرح طرح سے یا بار بار یا لوت پھر کر جیسے الفاظ پسندید تھے۔

(۶) آیت ۸۶:- وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ
لَوْعَدَوْنَ۔

ترجمہ:- "اور ہر کو پر مت پیٹھا کر داس طرح کی دمکیاں

دے رہے ہو۔" یہاں غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ ہر طرف کوں "ہر طرف کوں" لکھا گیا ہو گا۔

دیے ہوئے ہے کہ یہاں صراط کا ترجمہ "ہر طرف" کرنا ذوق و جدان کے لئے طائفہ سے کم نہیں۔ جمروح نے قبیری نوٹ میں بھی واضح نہیں کیا کہ ہر طرف پر مشینے کا مطلب بخوب نے کیا گیا ہے۔

بھاری اس طفیف تعریف کو ارباب ذوق ہی سمجھیں گے۔ لفظ ہر مراد الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ باوجود مراد ف ہونے کے ان کے استعمالات یکساں نہیں ہوتے۔ مثلًاً اسی لفظ "ہر طرف" کو لمحے ہر طرف اور استہم معنی الفاظ ہیں لیکن جس مقام پر مثلاً یوں لکھا گیا ہو۔

"میں نے زندگی کے ہر راستے میں ناکامیوں کے سوا کچھ نہ پایا۔"

تو یہی صاحب ذوق اسے یوں بھی لکھ سکتا ہے کہ:-

"میں نے زندگی کی ہر طرف پر ناکامیوں کے سوا کچھ نہ پایا۔"

کہا جاتا ہے۔ "زندگی کی راہیں ہر یہی پڑی پڑی ہیں۔" کیا راہیوں کی جگہ "ہر طرف" لکھدی جائیں تو مشخر کے سوا بھی کچھ کہلاتے گا۔

ہمارے ناجی خیال میں یہاں لفظ صراط اللہ نے طہیک اسی مفہوم میں استعمال فرمایا ہے جس میں الحشریف میں استعمال کیا گیا۔ الحشر نااصڑا طراط المستقیم صیغہ اطراف الالذین انعمت علیکم۔ ظاہر ہے یہاں ایک طبقہ والار استہم مراد نہیں اسی طرح اس آیت میں بکل صدر اطی سے مراد ہے جیات دنیاوی کے مختلف راستے، خانے اور شعبے اور لامشود والقوی معنی میں نہیں بلکہ ایسا مطلب اس بولا گیا مفہوم یہ نکلا کہ اے خطاپیں! اس گھنات میں مت رہا کر کہ جب بھی موقع پاواہیں ایمان کو درادھکا کر راہ حق سے روکو اور ان کی سیدھی راہ کو ٹوڑھا کرنے کی فکر کرو۔

ترجمہ:- "کیا ان لوگوں پر چواب ملک کے وارث ہیں بعد اس کے (سابق) باشندوں کے یہ بات واضح نہیں ہوئی ہے کہ اگر ہم چاہتے تو انھیں بھی مصیبت میں بنتا کر دیتے ان کے لگنا ہوں کے عوام ہیں"۔

یہ صحیح ترجمہ ہمیں ہے۔ اور یہ سخن ان لوگوں کی طرف ہے جو زندہ ہیں اور انتقال کردہ لوگوں کے وارث ہیں اہم اثر جس سے یوں ہونا چاہتے۔

"..... اگر ہم چاہیں تو انھیں بھی ان کے گناہوں کی پاداش میں کپڑلیں"۔

" چاہتے اور مبتلا کر دیتے " تماضی سے تعلق رکھتے ہیں حالانکہ یہاں روسے سخن زمانہ حال کے زندہ انسانوں کی طرف ہے۔ یہ شک مولانا اشرف علی ہی کی پیری دی جاویح نے یہاں بھی کہا ہے لیکن بار بار یہ جتنا کی فہرست نہیں کہ تقليد جامد ارباب علم و دانش کے لئے قابل فخر ہیں۔ مولانا اشرف علی جیکھی انسان ہی تھے اور الانسان مرکب من الخطاوع والمسیان۔

(۹) آیت دَمَا وَجَدْنَا لَأَنَّا لَكُنْتُمْ مِنْ حَمْدًا۔
ترجمہ:- "اوہ ہم نے پاس (رعایت) ان میں سے اکثر میں پایا۔ خدا جانے لفظ "عہد" یہاں بریکیٹ میں کیوں دیا گیا۔ بریکیٹ کا مطلب ہوتا ہے (صل من) پر تقیری اضافہ۔ یہاں لفظ عہداً متن ہی میں موجود ہے اہذا بریکیٹ کے کوئی معنی نہیں۔ بریکیٹ در صل لفظ "پاس" پر دینا چاہتے تھا جو اضافہ شدہ تو صحیح لفظ ہے۔

(۱۰) آیت ۳۷۰ کے ترجمے میں لفظ "فضیلت" چھوٹ گیا ہے۔

(۱۱) آیت ۳۷۸:- وَ اتَّخَذَنَا قَوْمٌ مُّوشِيَ الْأَيَّةَ
ترجمہ کا ایک فقرہ ہے:- "ان کو یہ تک نہ سوچا کہ وہ نہ تو

تاہم اگر اس کی وجہ سے ان نزول مان لی جائے جسے مان کر متعدد ثقہ مفسرین نے یہ رادی سے کہ اے قم شیعیہ پر بہت بُری حکمت ہے کہ تم ستر کوں پر بیٹھ جاتے ہو اور ایک طرف لوگوں سے زبردستی پیشہ وصول کرتے ہو اور دوسری طرف انھیں شیعیہ علیہ السلام کے پاس جانے سے روکتے ہو تو بھی سترک" کا لفظ مناسب نہ ہو گا۔ اردو و زمرہ میں ٹھیکیوں اور پیکنڈنڈیوں کو سترک نہیں کہتے۔ حالانکہ یہاں ان کا استثناء نہیں ہے۔ مذکورہ نیت بدست خواہ سترک پر بیٹھا جاتے یا کسی ٹھیکنڈی یا چورا ہے اور تیرا ہے پر بھر صورت منور و مذموم ہے اہذا فطرہ است یاراہ تو ان سب کو شامل ہو گا۔ لفظ سترک شامل نہ ہو گا۔

هذا ام اعندی والعلم عند اللہ۔

(۱۲) آیت ۴۷۰:- يَا أَيُّهُمْ سَاعَةَ الصَّوَاعِ - یہاں ضمائر کا ترجمہ "بیماری" کیا گیا۔

حالانکہ لغت میں اس لفظ کے معنی بماری نہیں آتے۔ بے شک شاہ عبدالقدور اور مولانا اشرف علی چونے یعنی تھے ہمیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ عبد اللہ ابن سعوڈ سے اسکی تفسیر "ضرر اور حرض" ہی کے الفاظ میں منقول ہے مگر ترجیح اور تفسیر کا نازک فرق نظر اندر از نظر کنا چاہیے۔ بیماری بیشک تکلیف اور نقسان ہی کی ایک قسم ہے اہذا جزئی طور وہ بھی اقصیٰ اعر کی تفسیر بن سکتی ہے۔ لیکن یہ بات تفسیر رکھنے کی ہے۔ ترجمہ بہر حال لفظ عربی کے مطابق ہی اولی ہو گا۔ یہ لفظ سرّاً اعر کی تفسیر ہے۔ سرّاً اعر کے معنی ہیں خوشی اور کشادگی۔ خوشی اعر کے معنی ہیں انزوہ اور تنگی۔ انزوہ کی جگہ تکلیف یا مصیبت یا لکفت جیسے نوعی الفاظ استعمال کر لیجئے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن "بیماری" میں محدود ہو جانا شاید غیر اولی ہو۔ تصحیح الہند "تکلیف" ترجمہ کرتے ہیں۔ مولانا مودودی "سختی" اور مولانا احمد رضا "تکلیف"

(۱۳) آیت ۱۰۰:- أَوْ لَمْ يَهْدِ الْأَيَّةَ -

— یہاں آئیت میں اصطلاحی کتاب کا تصور سے وجود ہی نہیں تھی تھیاں ہیں جفیں اور دبول چال میں کتاب نہیں کہتے۔ پھر ایک شخصی نہیں کہ مجازاً اسے کتاب کہہ لو۔ متعدد تھیاں ہیں۔ ان سب میں بہایت و رحمت ہے۔ ”اس لشخہ توریت“ کہنے کا تو یہاں کوئی تعلیمی نہیں۔ مفہوم یہ بھی نظر انداز فرمائے کہ ہماری ضمیر الواح کی طرف لوٹ رہی ہے جو داد نہیں جمع ہے۔ کسی ایک لوح پر مجازاً ”لشخہ توریت“ کا اطلاق ممکن ہے مگر متعدد لوحوں پر نہیں اور ان کی طرف اشارہ حرف ”اس“ سے بھی نہیں کیا جا سکتا بلکہ ”ان“ استعمال کرنا ہو گا۔

صیحہ ترجیح یوں ہو گا۔

”اور ان تھیوں کی تحریر میں مراثیت و رحمت تھی۔“
یہ بات متعدد الفاظ میں ہی جا سکتی ہے۔

”اور ان تھیوں کے نوشته میں ...“

”اور ان تھیوں کے مضامین میں ...“

”اور ان تھیوں کے مندرجات میں ...“

”اور ان میں جو کچھ لکھا ہو، اس میں ...“

یہ سارے اسنالیب درست ہوں گے۔ لیکن جو الفاظ مددوح نے اختیار کئے لفظ سے خالی نہیں۔

مزید تحریر یہ ہے کہ موفقت موصوف میں ایک بڑی بیکٹ کے اندر اور ایک باہر۔ ہمیں ادب و اشارے کے آداب و علامت کا جہاں تک علم ہے ان کی رو سے تو کوئی مرکب تو صیفی یا مرکب اضافی پورا کا پورا بڑی بیکٹ کے اندر آنا چاہیے یا پھر باہر۔ خدا جانے صادر ح ”بڑی بیکٹ“ سے کیا مطلب یہ ہے جن کا سراغ ہی ان کے مختلف طرقی استعمال میں نہیں ملتا۔

(۱۵۵) آیت ۱۵۵:- اَتَهْكِلُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُفْسَدُونَ

ترجمہ:- ”تو کیا تو ہمیں اس (حرکت) پر بلاک کر دیکا جنم میں سے ان چند بے وقوف نے کی؟“

خدا جانے ”ان“ کا فقط کہاں سے آگیا۔ یہ مشود و زوال نہ

ان سے بات کر سکتا ہے اور نہ انھیں کوئی راہ تلا سکتا تھا۔“

یہ پہلے ہے ”اور پھر“ تھا ”کیوں۔ دونوں جگہ یا تو ”ہے“ ہو یا ”تھا۔“ بصورت موجودہ نظرہ تجویز ہے۔ شاید کتاب کی کرشمہ سازی ہو۔

(۱۵۷) آیت ۱۵۷:- وَلَمَّا سَكَنَ عَنْ مُوسَىٰ

الْعَضَبَ الَّذِي -

ترجمہ:- ”اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو انہوں نے تھیوں کو اٹھا لیا اور اس لشخہ (توریت) میں ہدایت و رحمت تھی۔“

خدا ہمیں معاف کرے بعض مقامات پر حضرت مفسر شریعہ عوارضات کی بنابر ذہنی اعتبار سے غیر حاضر ہو گئے ہیں۔ یہ مقام بھی ان میں سے ایک ہے۔ قرآن میں کہا گیا۔ وہی شخصیتھا اہل اُس سُرُّتِ رحمۃ را اور ان تھیوں کی تحریر میں ہدایت و رحمت تھی۔

لشخہ لفظ ایک کتاب ہی کہہتے ہیں۔ اور دو میں بھی یہ کتاب کی ایک کاپی کے لئے بولا جاتا ہے لیکن صفا ظاہر ہے کہ یہاں مرا دلکشا ب پا کاپی نہیں بلکہ وہ تحریر ہے جو تھیوں میں منقوش تھی۔ لشخہ کے معنی بھی لکھنے کے بھی آتے ہیں۔ جیسے استنساخ نہیں دیکھنے کی درخت کی تفسیر روح المعنی مددوح کے آئے تعلیم ہوتی ہے۔ اس میں بھی علامہ آدمیانہ و فی شخصیتھا کے تخت لکھا ہے۔ اسے خیما لشخہ فیجھا و کتب۔

یعنی جو کچھ ان تھیوں میں منقوش و مرقوم تھا اس میں ہدایت و رحمت تھی۔

یہ ایسا ہی ہے جسے لفظ خطبہ۔ علامہ ابوی عینہ وضاحت بھی کہ وا لشخہ الکتابۃ (لشخہ کے معنی ہیں لکھنا)

اور دو میں جب ”لشخہ توریت“ کہا جائے گا تو اس کا ایک ہی مطلب ہو گا۔ ”کتاب توریت کی ایک کاپی“

”جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید براں اور دین گے۔“

یا جلیسے مولا نما مودودی کا ترجمہ :-

”نیک روایت رکھنے والوں کو مزید فضل سے نوازیں گے۔“

ان یعنیوں ترجیحوں میں اگرچہ عقریب کا لفظ نہیں مگر ”دین گے“ اور ”نوازیں گے“ نے زمانہ مستقبل کی نشاندہی کر دی۔ یہی فائدہ ہوتا ہے فعل پر حرف سین پڑھانے کا۔ جانتے یقیناً حمد وحی اس قاعدے کو ہیں لیکن بس بے تو جبی میں ذکورہ ترجیح کردار حرف یعنی کی رعایت سے خالی بلکہ اس کی موجودگی کو لا حاشیہ بنادینے والا ہے۔ خدا ہم سب کو لغزشوں کو معاف کرے۔

(۱۷) آیت ۱۶۶:- فَلَمَّا أَعْنَوُا عَنْ مَا لَهُمْ مِنْ
تَرْجِيْبٍ:- ”پھر جب وہ اس پیروں سے حد سے نکل گئے جس سے
روکے گئے تھے۔“

کہاں پہنچا اور ناپختہ نظرہ مولا نادر یا بادی جیسے سلطان
اقلام کے تکھے کا تھا۔

”اس جس سے حد سے نکل گئے۔“

یہ کیا بات ہوئی۔ ابتدا تو خیر دیتا ہیں مگر بھی مجھ
ہی لیا جاتا ہے مگر انشاء!

(۱۸) آیت ۱۶۷، ۱۶۸ کا ترجمہ :-
”جب آپ کے پروردگار نے نکالا اولاد آدم کی
لشکر سے ان کی نسل کو پیدا کیا۔“

یہ یقیناً طباعی غلطی ہے۔ حمد وحی سے یہ چوک نہیں ہو سکتی
کہ ”نکالا“ بھی لکھیں اور ”پیدا کیا“ بھی۔ ان میں سے کوئی
ایک نہ تدہ ہے۔

(۱۹) آیت ۱۶۸، ۱۶۹:- وَ أَشْلَلَ عَلَيْهِمْ الَّذِي
ترجمہ:- ”اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے
جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں پھر اس وہ
”

میں سے ہے۔ ”چن بے وقوف“ کافی تھا۔

(۲۰) اسی آیت کے ترجمے کا ایک ملکہ :-

”جن کو چاہئے مگر اسی میں ڈال دے اور جس کو چاہے
ہدایت پر قائم کر دیا ہے۔“

وہی صیغوں کا ناموزوں استعمال۔ یا تو ”ڈال دیا ہے“
ہونا چاہئے تھا یا پھر ”قائم کر دے“ تھے۔

(۲۱) آیت ۱۶۹:- آن اضْجَبَتْ بِعَصَمَةِ الْجَنَاحِ الْأَمْمَةِ

ترجمہ:- ”روحی کی کہ اپنے اس عصماً کو فلاں پھر بھرے“ مارو۔

وہی بریکٹ کا غلط استعمال۔ لفظ حجر تو آیت ہی
میں موجود ہے پھر اس کے ترجمے ”پھر“ کو بریکٹ میں لینا
کیا معنی۔ بریکٹ میں لیا جاتا تو صرف لفظ ”فلان“ کو لیا
جانا جو آیت کے متن سے زائد ہے۔

ہم تو شبہ ہونے لگا ہے کہ کہیں ہم ہی بریکٹ کے
اسرار غامض سے نابلد تو ہیں۔

(۲۱) آیت ۱۶۹:- سَتَرِيْدُ الْمُحْسِنِينَ -

ترجمہ:- ”ہم نیک کاروں کو نور زیادہ ہی دیتے ہیں۔“

خاکم بد ہوں۔ سہیں کہنہ دیجئے کہ حضرت حمد وحی نے کہیں
کہیں تو بڑی ہی بے تو جبی برتری ہے۔ آخر یہ عربی تحریک کا ابتدائی
قاعده کیا ذرا بھی محتساب بیان ہے کہ حرف سین جب فعل
پرداخل ہوتا ہے تو معنی استقبال کے پیار کرتا ہے ستریڈ
کے معنی ہیں۔

”عقریب ہم زیادہ دین گے۔“

چنانچہ شاہ عبدالقدار کا ترجمہ یہ ہے:-

”تریڈ ہے کہ زیادہ کریں تھے ہم ثواب نیکی کرنے والوں کا“
یہ بھی عملکرنے کے لفظ قریب یا عقریب استعمال نہ کیا
جائے جیسا شیخ النہجہ کا ترجمہ:-

”زیادہ دین گے ہم نیکی کرنے والوں کو۔“

یا جیسا مولا نا اشرف علی کا ترجمہ:-

نکل گیا)
ان مشاولوں کا مقصود یہ بتانا ہے کہ انسان خ کے ترجمے کا مدار اس کے متعلقات پر ہے۔ کنیخی کا سوال اسی وقت پیدا ہو گا جب سانپ (حیثیت) کی صراحت ہو۔ اگر مشلاً تجھے کی کھال اُتاریں تو ہمیں گے انسان (الجلد من الشفافۃ)۔ گویا اسی بھی قسم کی کھال کا ذکر اس وقت نہ ہو۔ ہو گا جب جائز و ضرور کلام ہو۔

آئیت میں ہو ضرور کلام جائز ہیں انسان ہیں۔ پھر جانے کیوں مدد و حمایت کیں کنیخی کا تصور آیا یعنی اسیں لطف خرابی یہ ہے کہ کنیخی کا مصداق بہاء آیات الہمیہ بن جاتی ہیں جب کہ ایسا کنایہ ذم کے شامبے سے خالی ہیں۔
وَاللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ۔

وَأَشْعَلَ عَلَيْهِمْ كَمْ مَعْنَىٰ "پڑھ کر سنائے" کیے گئے۔ ایسا اور بھی متعدد ثقہ مترجیعین نے کیا ہے۔ کاش یہ خیال کر لیا جاتا کہ اُرد و میں یہ الفاظ فارسی کو اس طرف لیجا ہیں گے ان الفاظ سے یہ مبارہ ہوتا ہے کہ کوئی کتاب یا مسودہ پہلے ستر ضرور کے سامنے ہے اور اللہ اس میں سے پڑھ کر سنانے کا حلم دے رہا ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے یہ صورت نہیں۔ غالباً اسی لئے حضرت شیخ الہند نے یہ ترجیح کیا۔

"اور سنادے ان کو"
مولانا مودودی نے یہ کیا۔

"ان کے سامنے بیان کرو۔"

اس طرح کے فرونوں سے حقیقی صورت حال شبہ نہیں ہوتی۔

آیت ۱۸۲:- ﴿الَّذِينَ لَذَّبُوا بِأَيْتَنَا سَنَدَّرُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾۔

ترجمہ:- "جو لوگ ہماری نشانیوں کو جھپٹاتے ہیں انہیں ہم رفتہ رفتہ لئے جو ہیں اس طرح کہ انہیں جبرا ہی نہیں ہوتی۔"

بہاء دو باتیں قابلِ اظر ہیں۔

کیونکہ اُتار دی سو شیطان اس کے تجھے لگ گیا۔" ہمیں شب ہے کہ یہاں محاورہ ٹھیک طور پر استعمال نہیں ہوا۔ محاورہ "کنیخی بدننا" ہے۔ محاورات میں قطبی تصرف نہیں کیا جاتا۔ جب "کنیخی اُتار دینا" لکھا گیا تو دیکھنا پڑی گا کہ اس کا یہاں کیا محل تھا۔

قرآن یہ کہہ رہا ہے:-

"اے سخیر! ان لوگوں سے اُس شخص کا حال بیان کرو جسے ہم نے ہدایت کے لئے اپنی آیات دی تھیں پھر وہ انھیں بالائے طاق رکھ بٹھا دیاں پس لشت ڈال دیا۔ تو اس کے تجھے شیطان لگ گیا اور وہ مگر ابھوں کی صفت میں جا پہنچا۔"

آیات کو بالائے طاق رکھ کر خواہشات نفس کے تجھے چلنے کو طرح طرح سے بیان کیا جاسکتا ہے قرآن کے الفاظ ہیں:-
فَاسْلَمْ مِنْهَا۔

"پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا" (رسانیہ)

"پھر وہ ان سے بالکل ہی بخل گیا۔" (مولانا اشرف علی)

"پس باہر نکل گیا آیتوں سے۔" (شاہ عبدالقدوس)

"تو وہ ان سے صفات نکل گیا۔" (مولانا احمد رضا خاں)

"پھر وہ ان کی پابندی سے نکل ہی گیا (مولانا مودودی)

اسی طرح اور بھی متعدد الفاظ اس مضمون کیے اختیار کئے جاسکتے ہیں لیکن یہ اسلوب کہ:-

"پھر اس نے وہ کنیخی اُتار دی۔"

نادر ہے۔ کنیخی سانپ کی کھال کو کہتے ہیں۔ لفظ انسلاخ اپنے متعلقات کے اعتبار سے مختلف معانی میں آتے ہے۔ ﴿السَّلَخُ الشَّهْرُ مِنْ سِيَّرِ (سال کا ایک جملہ لکڑ گا)﴾

السَّلَخُ مِنْ شَيْبَهِ (اس نے کپڑے اُتار پھینکا یعنی نہ کھا ہو گیا)

﴿السَّلَخُ النَّهَارُ مِنْ الْلَّيلِ (دن رات سے جدا ہو گیا)﴾

﴿السَّلَخُ الْحَيَّةُ مِنْ قَشْرَهَا (سانپ اپنی کھال سے

”ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے“
”پکڑ“ کا فقط مطلب کو اٹھ کر دیتا ہے۔

(۲۱) آیت ۱۸۵۔ اَوَلَمْ يَرَ مُؤْمِنٍ فِي الْكُوْنَاتِ
وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ۔

ترجمہ۔ ”کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کی حکومت پر نظر
نہیں کی تیراں سب پر جو کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے۔“

اگر یہاں کتابت کی گھٹ بڑی نہیں ہے تو خط کشیدہ الفاظ کی
معنویت ہماری سمجھے سے باہر ہے۔ ”سبب“ یہاں کہاں سے
آداخل ہوا۔ آیت کا نفس بامحاورہ ترجمہ یہ ہے۔

”کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر خود
نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے
آنکھیں کھوں کر نہیں دیکھا۔“ (تفہیم القرآن)

(جاری)

**شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے
تاریخ مشائخ چشت** قلم سے۔ بزرگوں کے چدیدہ چدیدہ
حالات۔ خاتم الانبیاءؐ سے لیکر اپنے مرشد مولانا خلیل الرحمن
تک۔ قیمت مجلد۔ آٹھ روپے۔

مکاتیب گیلانی مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے قابل قدہ
محلہ پلاٹ۔ دس روپے۔ مجلد سادہ آٹھ روپے۔

رمضان کیا ہے؟ مولانا محمد عبد اللہ بدھیؒ کے رشحات
کتاب۔ قیمت مجلد تین روپے۔

الحج مولانا اشرف علیؒ کے خلیفہ شاہ سیعی اللہ کی
نادر تصنیف۔ موہنیوں نام سے ظاہر ہے۔
قیمت۔ دیوبند روپنہ ۱۰/-۔

فضائل نماز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی مشہور کتاب
علیٰ طباعت کیا تھا۔ قیمت۔ ایک روپیہ۔
مکتبہ تجھی۔ دیوبند (یو۔ پی)

اُنک تو وہی کہ حرف سین کو نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ جو
ترجمہ کیا گیا ہے سنتدار جھوٹ کا ہے حالانکہ اللہ نے
اس پر سین بھی استعمال فرمایا ہے۔ سو چنانچہ یہ کہ کیا کلام
اُنیں میں کوئی حرف غیر ضروری بھی ہو سکتا ہے۔ اس ترجمے
کے اعتبار سے سین بالکل غیر ضروری بھی ہے۔
خود مدد وحی بھی اپنیں کہیں اس سین کا الحاذر فرماتے ہیں
مثلاً سورہ نساء کی آیت ۷۵ میں انہوں نے سُنْدَخْلَهُم
کا ترجمہ کیا ہے:-
”اُنھیں ہم عنقریب باخون ہیں داخل کر دیںگے۔“

دوسرے مقامات پر اگر وہ عنقریب کا لفظ نہ لائیں تو
کم سے کم صیغہ تو مستقبل کا استعمال کریں۔ سین فعل پر
بہر حال استقبال کے لئے آتا ہے چاہے وہ ایک ہی پل
بعد کے لئے ہو۔

بجا ہے کہ مذکورہ آیت میں مولانا اشرف علیؒ نے بھی
سین کو نظر انداز کیا اور مدد وحی شاہید ان کی بھی پیسروی
فرائغ ہے لیکن لکھی باریہ بات دہرا دیں کہ ہر نئے مفسر کو اپنے
طور پر بھی عرق رینزی کرنی چاہیے۔ کسی ایک بڑے مفسر کو لطفی
جانبدگوئی مفید روش نہیں ہے۔

دوسری بات جو اس ترجمہ میں قابل توجیہ ہے اس کا
ابہام ہے۔ ”اُنھیں ہم بقدر قوتہ لئے جا رہے ہیں“ یہ کون
سمجھ سکتا ہے کہ کہاں کن طرح کس لئے بھی جا رہے ہیں۔ ہلاکت
کی طرف یا جنم کی طرف جیسا کوئی اضافہ ابہام کو فتح کر دیتا
جیسے مولانا مودودی نے ترجمہ کیا۔

”اُنھیں ہم بذریع ایسے طریقے سے تباہی کی طرف
لے جائیں گے۔“

یا مولانا احمد رضا نے کیا۔ ”عذاب کی طرف“
یا علامہ آلویؒ نے کیا۔ ای سنتدار یہ صورت
الی الھلوك شیشاً فشیشاً۔
دوسری روشن وہ تھی جو شاہ عبدالقدار ارشیخہ اہنڈ
نے اختیار فرمائی:-

”تریسیے کہ پکڑیں گے ہم ان کو“

ملا ابن العرب مگری

مسجد مسحیانہ تک

ہے۔

”مسکامرت لگاؤ۔ تھماری اکثر باتوں کے بارے میں پیغامہ مشکل ہوتا ہے کہ ان میں طنز کتنا ہے اور سچا یا نکتھی۔ اب درٹے ہوئے جاؤ۔ نسیر سے کہنا فروز اپنے بھتک کے ہے جا کر کیہ خطا نکھیں دکھادے۔ پروگرام میڈیٹ ہونے کی طلاق بخھے آج ہی ملٹی چاہیئے۔ روزہ تم ہیں افطار لینا یہاں تھنڈا کروں گی۔“

— ”امید تو ہے کہ نیکہ کو اجازت مل ہی جائے گی۔ مگر میں رشاید نہ جاسکوں۔“

”کیا؟“ انھوں نے انکھیں نکالیں ”خواہ تجوہ جان منت جلاو۔ تھاکے تو فرشتے بھی جائیں گے۔“

”میرے فرشتے آج کل راشن ڈپوکی لائن میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ بھجن کی کوشش کیجیئے۔ ترقی پچاہیں فی خفختہ کی اوقار سے بڑھ رہی ہے۔ خون دو اونس یومیہ کے تساربے خشک ہو رہا ہے۔ کیش بکس، جیسیں، پرس سب جانی ہیں۔“

خط کامضیوں حسب ذیل تھا:-
ڈینیمہ! پھلو پھلو۔

دہلي سے بیکم فریاد کا بڑا یوس کن خط آیا ہے۔ وہ آردن ہسپتال میں بیمار طری ہیں۔ بے چارہ کوئی نہ ہو گیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ تھی چاہتا ہے ایک آخری ملاقات ترا نے خوشی و اقارب سے ہو ہی چاہتے۔ تھارانام خاص طور پر لکھا ہے۔ انھیں تم سے بڑا اعلان ہے۔ احرار کیا ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے تم اور میں دہلی پر چھیں۔ زندگی کا کیا اعتبار۔ میں نے تک جلتے کا پروگرام بنالیں ہے۔ تم بھی ضرور حلپوگی۔ میلوٹی صاحب بھی سمجھی سمجھی چل رہے ہیں اہل اسلام کو بھی ساتھ ہونا چاہیئے۔ تھماری اپنی شکلیہ خط پڑھ کر میں نے تعریفی نظرور سے بیگم سرتاج کی طرف دیکھا۔

”تھکے نہیں؟“ وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

”آپ کی ذہانت کا میں پہلے ہی مائل تھا۔ کیا جواب

نے سمجھ لیا کہ میں شیشے میں اُتر گیا ہوں۔“

”حق نہ بنائیے۔ سچی گی سے سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا اس ماہ مبارک میں ناجھاگوں کی تفسیر تحریکی مسلمان کے لئے زیبای ہے۔“

”اب خدا ہی جانے یہ جمیعتہ علماء والے مسلمان ہیں یا کچھ اور۔۔۔ دعوت عالم تو انہوں نے ہی دی ہے۔“
”کسی اور سے ہمیں کیا مطلب۔ آپ کا تو با وادا ادم ہی نرالا ہے۔ بجاے اس کے کوچھے منع کرتے خاطلے ہے آرہے ہیں۔ بھلا غصب خدا کا۔ عین روزے میں یہ جھوٹا خط بھیتا کیوں کھاؤ۔“

”زخمی طوط کو تو بھوٹانہ کیوں۔ تھماری آپادی گرفت نے میرے سامنے لکھا ہے۔ لکھنے والی نے اگر بھوٹ لکھا تو خدا اسے پکڑے گا۔ تم یا میں جھوٹے کیسے۔“
”چھٹے میں جائے۔ آپ تو بھی سنجیدہ ہی نہیں ہوتے۔“

”کیا میرے سر پر پینگ نکلنے چاہتیں۔ دیر زوجہ میں سنجیدہ ہوں۔ تم دوڑی دوڑی اپنے بھیتا کے پاس جاؤ۔ افطار سے پہلے واپس لوٹ آنا۔ میں روزہ سرتاج منزل میں افٹار کروں گا۔“

”ضرور افطار ہی۔ کیا کہا سرتاج منزل میں افطاڑیں گے؟“ وہ دفتاً چونک پڑی۔

”تجھی کی اس میں کیا بات ہے۔ تھماری آپا جان نے تھکانہ انداز میں دعوت دی ہے۔“

”وہ تو دی ہو گی۔ مگر بھوول گئے آج تو خدا آپ نے صونی برمان کو مدعا کر رکھا ہے۔ ان کی بیوی بھی آرہی ہیں۔“
”ہائیں۔ استغفار اللہ۔ جبھی یہ چھٹے کے پاس برتوں کی دکان نظر آ رہی ہے۔ تم نے اچھا یاد دیا۔“
”مگر ان کی بیوی کو تودعوت نہیں دی کی تھی۔“

”تجھے کیا خبر۔ ابھی ان کے یہاں سے لڑ کا آیا تھا کہ بھوٹی جان آ رہی ہیں۔“

”اب تو چاہے سارا خانہ ان آ جائے۔ چلو۔“

”بے حاگیر شاعرانہ باتیں کرتے ہو۔ اس وقت بھلا بھی کھاتے ٹھوٹے کا کیا موقع تھا۔“
”دہلی کی تفریخ کے لئے ہم زوجین کو سوسے کم کیا چاہئیں۔ نیمہ کی گردہ میں شاید سچا پس بھی نہ ملکیں۔“
”مان سینس تھیں ان باتوں سے کیا مطلب۔ دعوت میں دے رہی ہوں تو میسز باقی بھی میرے ہر فرائض میں شامل تھوٹ۔ تم تو بس مالے صاحبے چوں توں نہ رہ لو۔“
”ایک اور بھی عذر ہے۔ در حکامہ سمندریہ میں کل سلطان شاہ کی فاتح ہے۔“

”بیور مت کرو۔ میں کسی سے سنا تو تھا کہ تم در حکامہ کے بھی چکر کاٹنے لگے ہو۔ یقین نہیں آیا۔ سنتے میں تو یہاں تک آیا تھا کہ زندانی قوالیاں سننے عرسوں میں حالتے ہوں کیا ڈیکھیا تو اتفاقی؟“
”بچھے ذاتی طور پر قولیوں سے کوئی دیکھی نہیں خواہ لتا مٹانیشکر اور آشا پھوٹے ہی کیوں نہ کاہیں۔ عرسوں میں کسی نہ کسی صوفی کے طریقی کاٹھا ناکہ تصوف کی لائیں پکڑ لی ہے۔“
”نادر حیرت پور۔ تھماری اسی طرح کی کوئی ایسیں اکثر ذہن میں جھوٹی ہیں۔ میں اب تصوف کے سائل میں بھی تم سے لفڑی کر سکوں گی۔ مگر فی الحال تو جاؤ۔ پر وہ کرامہ ہر قسم پر جلد سے جلد سبیٹ ہو جانا پڑھتے ہیں۔“
”خطے جا کر میں نے بیوی کو دیا تو پڑھنے کے بعد وہ بڑھا نے لگی۔“

”میرے بس کافی ہے نہیں۔ بھیا ضرور سمجھ جائیں گے کہ یہ چار سو بیس ہے۔“
”ہاں صاحب۔ آپ کے بھیتا تو عالم الغیب ٹھیک ہے۔
کشف والیاں تو ان کے گھر کی لونڈنی ہیں۔“ میں نے مصرعہ لکھا۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو آپا شکیل نے شیشے میں اتار لیا۔ جائیے آپ اکبلے جا۔ میرے بس کافی ہے نہیں۔“
”خدا کی بنی میرے بس کا بھی کہاں ہے۔ کیسے تم

بیں اندر ہی انداونٹ گیا۔
”آئینہ دیکھو۔ اتنا بناش چہرہ کسی روزے دار کا
تو نہیں ہو سکتا۔“

”اب اس میں میرا کیا تصور ہے۔ ان سے پوچھہ
لیجئے۔ ایک بھی سحری ناخدا نہیں ہوئی۔“
”یہ تھمارے ہی رنگ میں رنگ چکی ہے۔ میرا کیا
نفсан ہے۔ بھلتو گے آپ۔“

”میں تو جھوٹ سے تو بکرچکا ہوں۔“
”یہ بھی جھوٹ ہے۔ پرسوں ہی تم نے مجھ سے کہا تھا
کہ مولا نادر الحسن کی عادت کو ہوا آئے ہو۔ کل معلوم ہوا
کہ تم نے غلط بیان کی تھی۔“
”وہ۔۔۔ وہ دراصل۔۔۔“

”کیا وہ وہ۔۔۔“
”دیکھئے وہ آپ کو اور مودودی صاحب کو گالیاں
دیتے ہیں۔“
”تو پھر؟“ انھوں نے ایسی تیرت سے کہا جیسے کوئی
بات ہی نہ ہو۔

”میرا خون اونٹتا ہے۔ کیا فائدہ جھگڑا ہو جائے؟“
”ماں گوئی کر کے میرا وقت بر باد ملت کر دے۔ تم
جتنے چکنے ھڑتے ہو مجھے خوب معلوم ہے۔“
یہ کہہ کر وہ خط پڑھنے لگے۔

ان کی بہن یعنی میری بیوی یعنی محترمہ سیدہ صاحبہ کا
چہرہ اس وقت دیکھنے کے قابل تھا۔ رنگ پریدہ۔ گردن
خچیدہ۔ نظریں دزدیدہ۔ اعصاب کشیدہ۔ جیسے قتل کا
ملزم تیصدہ سنتے کا منتظر ہو۔

”ہوں۔۔۔ تو یہ چھکیوں دکھایا جا رہا ہے۔“
انھوں نے پڑھنے کے بعد ششک لہجے میں پہچھا۔ انکی ششک
نظریں بہن کے چہرے پر تھیں۔
”ا۔۔۔ آپ کی اجازت ہوتو۔۔۔“ بے چاری
بہن جملہ پورا نہ کر سکی۔
”تم دونوں کے چہرے کہہ رہے ہیں کہ یہ کوئی پلاٹ ہے۔“

تھماری بھی دیکھی ہو جاتے گی مگر بھیا کے یہاں کیسے جاؤ گی۔
وقت تو اتنا رہا نہیں۔“

”نصیں آتے والی ہے۔ ضروری افطاری دہ
تیار کر لے گی۔ آپ بازار سے کچھ لے آئیں۔ وہیں سے رکشا
بھی بھیج دیں۔ اب آپا ہمان کی صدمت تو پوری کرنی ہے۔
بھیا کا مودد یکھنا ہے کیا ہے۔“
”اس کا مطلب یہ ہوا تم بھی شیشے میں اٹر گئیں۔“

سید سریا زندہ باد۔“
میں رکشا لے آیا تو اس نے ضد کی کشم بھی ساتھ چلے۔
”میرے سر پر اب بال زیادہ نہیں رہے۔ تم ہی
جااؤ۔“

”آئی بھی۔۔۔ آپا تھرہیں مجھے تو ہمت بندھی
رہے گی۔۔۔ مجھے ہوں چڑھ رہا ہے۔“
”میرا بھی اور ذرہ کیوں نامکروہ کرتی ہو۔ جاؤ خدا
حافظ۔ میرا اشیر باد تھمارے ساتھ ہے۔“
”تابا۔۔۔ نہیں نہیں۔ آپ نہیں چلتے تو میں بھی
نہیں جاتی۔“

”چلو۔ راستے سے کفن خریدیں گے۔ روزے میں
تھمارے بھیسا ہہا درہٹلر سے کم خوشوار نہیں ہوتے میں
تو رمضان بھر دو رہی دو رہتا ہوں۔“

”نوج ایسے ہوں میرے بھیتا۔ رمضان میں تو وہ
غصہ کرتے ہیں نہیں۔“

”نوج کے لئے مکر را شاد ہوں گا۔ سبحان اللہ
بیگانی لفظ مغلانی دو رکی یاد دلاتا ہے۔“
”اب چلیے بھی۔ رکشا والا سور مچانے لگے گا۔“

آخر کار جانا ہی پڑا۔
پھر جب شیمہ نے پڑی معمولیت کے ساتھ اپنے بھیا
صاحب کو خط پیش کیا تو انھوں نے پڑھنے سے پہلے ہی میری
طرف بغور دیکھ کر لبا۔

”تم شاید روزے نہیں رکھ رہے ہو۔“
”جی بالکل رکھ رہا ہو۔ آپ کے کس مرد دشکہ ہے۔“

”جب میں بھی کچھ ہے؟“
وہ نہ جانے کیا جواب دیتی۔ میں نے موقعہ ہی نہ دیا۔
پھر سے بولا۔ ”ان کی حبیب میں تو کچھ نہیں۔ میری حبیب
میں نہیں روپے ستر میسے پڑے ہیں۔“

”تم سے تو میں نے نہیں پوچھا۔“ وہ جھلا کر بولے۔
”جبکے بنا پری کیا رہ روپے کلو ہوا ہے انھوں نے
مالی ذمہ داریاں بھی ہی سونپ دی ہیں۔“

”حرب زبانی مرت کرو۔“ جاؤ کشا لے آؤ۔
انہا بھی شعور نہیں کہ کسی کی دعوت کر رکھی ہے تو اس کا
اهتمام بھی ڈھنگ سے کر لیں۔ میں پڑھتا ہوں اسی
وقت دوڑے آئے کیا ضرورت تھی۔ انھوں نے ہیں
کو گھوڑا۔

”سامان تو سب باور جی خانے میں رکھا تھی تو ہوں
آپنے چونکہ ملوا دیا تھا کہ صیبین خدا کے بعد پیغمبر جائے گی۔“
”وہ تو پہنچ جائے گی۔“ مگر تم میں بھی تو سیدھے ہو نا
چاہتے۔ ہمارا عشراء بعد بھی آسکتی تھیں۔ اے تم
اپنی تک قدر نہیں۔“ ان کی نظر میں میری طرف اٹھیں۔
میں ٹھرٹھر اکر باہر نکلا۔ مگر کوڑا کی اوڑی میں
ٹھیک گیا۔ سنو تو میرے پیچے کیا تکل افشاریاں ہوتی ہیں۔
چند ثانیتے بعد اوڑا آئی۔

”اس کے پاس کوئی ڈھنگ کی اچکن بھی ہے؟“ بھیسا
بہادرانہی ہیں یہ پوچھ رہے تھے۔ اب آواز میں پہلی سی
کھڑڑا ہڑٹ نہیں بھی۔

”شاید ہے تو۔“
”شاید ہتھی ہو۔“ افسوس تم اپنی ذمہ داریوں سے
اس حد تک غافل ہو۔ وہ گدھا جیسا بھی ہو تھیں تو اپنے
فرائض کی طرف سے عقدت نہیں بر تھی چاہتے۔

”وہ اچکن ہنتے ہی کب ہیں تکھلے ہئیں۔“ کسی بھی
کی دعوت میں نہیں تھے۔ دامن پر پڑھا اس اچائے کا داع
لگالائے۔ میں نے فیکٹری پھجوادی۔ ہمارے غالباً وہ
خود ہی لاتے ہوں گے۔ میں اب جا کر میں بھی کھوں گی۔“

مولوی سرتاج صاحب کی زوجہ تو مجھے جہاں تک معلوم ہے
روزہ بھی نہیں رکھتیں۔ بہر حال میں نہ منع کرتا ہوں اجازت
دیتا ہوں۔“

”مسنوسرتاج کے بارے میں آپ کو غلط اطلاع دی
گئی۔“ میں نے نظر میں جھکا کر اور ہونٹ دبا کر عرض کیا۔
”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔“ وہ عزتے۔

”میں نے خود انھیں روزہ رکھتے دیکھا ہے۔“
”میں اطلب ہے؟“ ان کی پشاونی پر بل پڑھ کر
”یعنی کہ۔“ رمضان میں بھی ان کے ٹھوپیں بھی بھی
جا تارہ تباہیں۔ ہمیشہ روزے سے پایا۔ آپ ان سے
پوچھ لیجئے۔“

”کیا پوچھ لیں۔“ تم سے وہی سرمایہ کتا ہے جس کے
پاس بر باد کرنے کے لئے فالتو وقت ہو۔ اچھا ب جاؤ۔“
انھوں نے بھیں کی طرف نظر پھیری۔ ”ماہ رمضان
میں بغیر ضرورت کے سفر مناسب نہیں ہوتا۔“

”میں تو برا بر منع کر رہی تھی۔ مگر پاشکلہ اصرار کے
جلی جا رہی ہیں۔“ نیمہ گلکی آواز میں بولی۔

”جھک مارتی ہو۔ تھماری اپنی خواہش نہ ہوتی تو ان
کے اصرار سے کیا ہوتا ہے۔“ شوخ فریاد صاحب کے گھرانے سے
تھمارا اتنا گہر اعلیٰ تو نہیں کہ عیادت کے لئے دہلی دوری جاؤ۔
— اچھا بس۔ اور کچھ کہنا ہے؟“

”تو میں ہواؤ؟“ نیمہ بد بدانی۔
”کہہ تو دیا۔“ میری طرف سے نہ اذن ہے نہ اتنیع۔“
یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف مڑے۔ ہم دونوں نے ایک
دوسرے کی طرف ایسی نظر وں سے دیکھا جن میں ایک دوسرے
کو والزم دینے کا انداز تھا۔ وہ گویا کہہ رہی تھی۔ ”کتنے
رچھے میں میرے بھیتا۔“
”میں گویا کہہ رہا تھا۔“ دیکھا کتنے ٹھوپیں ہیں تھمارے
بھیتا۔“

”انتے میں صاحب موصوف کمرے کے دروازے پر
ٹھک۔“ پھر گردن پھیر کر ہیں سے پوچھا۔

نی صفحہ۔ دوسرو صفحے کا ناول وہ بہت سے بہت بیس دن میں لکھ کر دے سکتا ہے۔ مگر توبہ۔ کئی بار تو جلد لکھ کر دیو۔ لیعنی وعدے کر کے طال جاتا ہے۔ خدا ہی جلتے کس قسم کا داعی ہے۔ ناول کو جھپٹو۔ جعلی ہی کامبر کسے لکھتے کو کہہ رہا ہے۔ میں نے ان لیبا تھا کہ جلد یہ بھی ہی۔ مگر تمہارے سامنے ہے۔ ایک صفحہ جو لکھا ہو۔

”مکمل تو کہہ رہے تھے کہ عیدِ ہی کے دن سے لکھنے پڑھنے کا معمول بناتا ہو۔ لغت ہے تصوف پر۔“

”یہ بھی اس کی خباثت ہے۔ تصوف کی تقدیس پر کچھ جڑا چھالنا دراصل اپنی بے راہ روی کا جواز یہ ادا کرنے ہے۔ تصوف نے کسی کو نہیں بھاڑا بلکہ غلط کاروں نے خود تصوف کو بھاڑا دیا ہے۔ تم کیا بھگوگی ان بالوں کو۔“

”میں نے انھیں بارہ سمجھا یا کہ اپنی عادتیں تبدیل کر دیں۔ پتا نہیں کتنے صوفی بنتے ہیں اس شہر میں اور بھی سے ان کی یاد اشہر ہے۔ کوئی تین دن ایسے نہیں گذرتے جن میں ایک دو صوفی عین ناشتے کے وقت نازل نہ ہو جاتے ہوں۔“

”جھے سب معلوم ہے۔ معلومات شرکوں تو ہر کوہا تمہارے ہنڑے۔ یا برلن بھی نیلام کر دے۔ فیاضی خود کشی کا نام تو نہیں۔ ضفول لوگوں کو چھٹا تا ہے۔ جھے یہ تک معصوم ہے کہ رمضان کے لئے جو سماں تھیں بھیجا گیا تھا اس میں تم نے خیانت کی۔ رمضان سے پہلے ہی بہانہ اشروع کر دیا۔“

”اب بتائیے کیا کرتی صوفی عین غین، حافظ رمضان خواجہ ربان۔“

”بس بیس۔ ایک ایک کو میں جاتا ہوں۔ تمہیں الزم نہیں دیتا۔ قصور تو اسی نالائق کا ہے۔ غیرمت ہے کیکڑ کا مضبوط ہے درست یہ سب سخن تو اسے ڈبو ہی چکے ہوتے۔“

”اس مرحلے پر گفتگو کر گئی۔ میں بیجوں کے بل کھسکا اور جھپٹا چلا گیا۔ رکنا پکڑی۔ پھر والبھی میں زوجہ کے راتھ میں تھے کی ہوئی شیر و ای تھی۔ بڑوں سرج کی۔“

”اویس تم نے ساری تربیت ضائع کر دی۔ اب دیکھو گی جاکر۔ حالانکہ سلیقہ مت لڑکیاں اپنے بسوں کی ایک ایک دھجی سے ہر وقت باخبر رہتی ہیں بے وقوف لڑکی وہ تمہارا مجازی خدا ہے۔ اس کی ذلت تھماری ذلت ہے۔ اب اگر دہلی بھی پونہ قمیص لٹکاتے چلاں گا۔ چھلے قین ہے وہ فیکٹری سے (چکن لا یا ہی نہ ہو) کھانا تا تو تمہارے ہی ہاتھ میں دیتا۔ اب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ میری شیر و ای لے جاؤ۔“

”میں واقعی طریقی ہیو تو قوف ہوں۔“ نیمہ کی آواز میں روٹر نے کا انداز تھا۔

”تب اب روانا شر فرع کر دینا۔ چار برس کی پچھی۔“

”میں نے رنج سے جھانکا۔ بس غنچہ دل کھل ہی تو گیا۔ بھائی ہمارا سو کافوٹ بہن کو پکڑا رہے تھے۔“

”وہ بھائی میں زیادہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ گلدھا یہاں تو ٹوٹی پھوٹی تراویح پڑھ بھی لیتا ہے وہاں تک بھی نہ بار بڑے گا۔ تم خود بھی شاید بھی کرو کیونکہ سرتاج صاحب کی نیکم تو تراویح پڑھنے سے رہیں۔“

”میں تو تراویح ہرگز بھی نہ چھوڑوں گی۔ بس ایک دو روز میں توٹ آتا ہے۔“

”ناممکن ہے۔ بہر حال تمہیں خود بھی برسے بھلے میں تیز کرنے چاہتے ہیں۔ ہاں یہ صوفی بہران کی دعوت کس سلسلے میں؟“

”جھے تو کچھ تھر نہیں۔ ان ہی دوست ہیں۔“

”دوست“ اکھنوں نے اس طرح دامت پیس کر کہا جیسے یہ لفظ کوئی حکایت ہے۔ اس کی دوستیا جیسی ہوتی ہے میں جانتا ہوں۔ تم نہیں سمجھ سکتیں۔ وہ اگر ذہنی بے راروی میں مبتلا نہ ہیتا تو سب تکمیل کر سکتا تھا۔ اب یہی دیکھلو۔ ایک اچھے خاصے ناشر کی پختیش تین ماہ سے پڑی ہے۔ وہ طنز و مزاح کے اسلوب میں اصلاحی ناول لکھوادا چاہتے ہیں۔ معاوضہ بھی معقول دیں گے۔ دس پچے

ذہنست۔ اب بتاؤ آج کے قائم کیا نمازِ روزے کے فضناں پر طبیعی ہے۔ آدمی نادل کیوں لکھے پھر تو مذہبی کتابیں لکھے۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ کیا آپ یہ چلتے ہیں کہ جو بھی الابال کھدیں حرف بہ حرف چھپ جائے۔“

”سوہنٹ ڈارلنگ۔“ میں ایک عظیم ادیتیوں اتنا عظیم کہ اگر وہ میں ہوتا تو ماہیر یا شیخی جبری محنت کے کمپ میں علیش کر رہا ہوتا یا پھر گولی کھا کر چین کی نیند سو جاتا۔ عقل سے کام لیا کرو۔ میں نے کوئی نادل نگاری سمجھی تھی۔ ملں تک تو پاس نہیں۔ اور ٹپانگ جو بھی سمجھ میں آگیا خصیت پارا۔ تحارے بھیا معاشری چیز چلتے ہیں۔ بتاؤ کہاں سے ھو یو کر لاؤ۔“

”آپے مدلل کا امتحان ہی کب دیا جو یاس ہوتے۔ خیر ھیا جو جی میں آئے کیجئے میرے سر میں تو اتنا بھیجا ہے نہیں کہ آپے جیت سکوں۔“ اس کے لمحے میں سخت بیزاری تھی ”زبانِ بھال کے۔ بھینا کہہ رہی ہو۔“

”ہائے اللہ۔“ میں نے بے خیالی میں کہدیا۔ آپ کو حفظی کہا۔“

”تو کیا اسے کہا۔“ میں رکشا پور کی طرف اشارہ کیا جو ایک فلمی دھن گلگٹ کے جا رہا تھا۔

”بھیا تو خیر بھی ہیں۔ آدم و حوا کی اولاد۔“ وہ بولی۔ ”یہ بھی سکتمہ نہیں۔ بعض والثوروں کا خیال ہے کہ آدمی بندری کو کھستے نکلا ہے۔“

”اب یہ اور بحثِ شروع کر دی۔“ خدا کے لئے مگر تک تحریک رہئے۔ یہ سے چکا تو کیا سوچ چکا۔“

”اس کا تھی اشارہ رکشا والے کی طرف تھا۔“

”یہ اس وقت زنگ و نور کی دنیا میں گم ہے میں نہیں رہی ہو بیار کیا تو درنا کیا۔ یہ بظاہر طرک کی طرف دیکھ رہے تھے اس کے دل و دماغ کہیں اور ہیں۔ تنہا اسی کی نفس پر ایک نادل لکھا جا سکتا ہے۔ اسے اس وقت اتنا بھی

”ہائیں۔ کیا اب کفن بھی سرج کے بنائیں گے۔“ میں نے تجاہل عارفانہ برتا۔

”کھیا آپ سے بہت بیزار ہیں۔“

”وہ کس سے بیزار ہیں ہیں۔ ان جیسا مرد میزار آج تک نظر سے نہیں گزرا۔“

”بڑے ناقدرے ہو۔“ ان جیسا بھیتا تو کسی کو مل بھی لے۔ خبر ہے یہ آپ ہی کے لئے شیر و ای دی ہے۔ ارسے ہاں وہ اپنی نشی و ای تو آپ فیکٹری سے کیا لایا ہے۔ ہوں گے۔ ہائے اللہ کتنے دن ہو گے۔ اب تو فیکٹری والا دے گا بھی نہیں۔“

”تم نے یاد کیوں دلایا۔ میں بھلان چھوٹی چھوٹی باریں کو کہاں تک یاد رکھوں۔“

”ہاں ہاں آپ تو میں لا قوامی معاملات میں ہھے رہتے ہیں۔ خدا غارت کر دے ایسی مصروفیات کو۔ دین و دنیا دوں برباد۔ اور ہاں وہ بھیاناں کو کہہ رہے تھے۔ خوب خدا اکا۔ مجھ سے آپے ذکر تک نہ کیا۔ دوہ سو صفحے کے دوہزار۔ کچھ تو اسکا تھا سوچ جیا بھتے۔“

”کہہ تو کھا ہوں کیون سے معمولات درست کروں گا۔ اب رمضان میں قتلہ کس سے پکڑا جائے۔ ہاں اپنے بھیتا سے فتویٰ دلادو کے سگر بیٹ روزہ نہیں توڑتی پھر دیکھو عین روزے میں پوری طسم ہوشیار لکھدوں۔“

”بغیرِ رمضان ہی کے آپ کو نہ دشکار لیتے ہیں۔ تحلیل کا نمبر کہہ رہے تھے لکھنے کو۔ میں آپدرا یا اور جھوں کیتے۔“

”بھوول نہیں کیا۔ میں لکھ کر دوں گا۔ تحارے بھیتا صفحے کے تھے کاٹ دیں گے۔ ایسا تو عام طور پر ملتا ہے۔ ان کا ذوق ہی فر سودہ ہے۔ منہ بنا کر کہیں یہ نہ۔“ ھیسا ہے۔ یہ جملہ سو قیاش ہے۔ یہ سطھیں بچکانے ہیں۔ دراصل تھیمارے بھیتا پر انٹرامونیشن ٹھیم کا مرض سوار ہے۔“

”یہ کیا بلا ہوتی ہے۔“

”قابلیت اور اخلاق کا مل جلا ہیضہ وہ نہ دو۔ کے اخلاقی معیاروں کا شور نہیں رکھتے۔ پرانی بھی ہوتی

حافظت سے عاجز ہوں۔ ایک صاحب کی دعوت کی اور بھوول گیا۔ خیر خوش خبری سنئے۔ آپ کی نیبہ کو دہلی کی اجازت مل گئی ہے۔

”چلو الحمد للہ۔“ مولانا بولے۔ ”تم بھی تو انکار نکر دیجے۔“

”میں نہ جاسکوں گا۔“ میں نے خواہ مخواہ کہا۔
گوشنہ چشم سیکم سرتاج کی طرف تھا۔ وہ بھیر کر بولیں۔
”تم اسی سے ہمیں جائز گے۔ یہ بھی کوئی بات ہوتی ہے۔“

”در کاہ سمنونیہ۔۔۔“

”میں یہ ضھریلیات نہیں سنوں گے۔ آپ بھی تو کچھ بولیے۔“ انھوں نے مولانا کی طرف دیکھ کر ایسے انداز میں کہا جیسے دھنکاری ہوں۔

”میں کیا بولوں۔ یہ مجھ سے بھی بھی کہہ رہا تھا کہ درگاہ۔۔۔“

”اور آپ نے یقین کر لیا۔“ بیگم سرتاج نے مولانا کا جملہ پورا نہیں ہونے دیا۔ ان کا الجہ خاصا تیز تھا۔ یہ تو خواہ مخواہ کی باتیں لکھتا رہتا ہے۔ آپ ایسے بچے ہی ہو چکے کہ اس کی باتوں میں آگئے۔“

”نیک بخت تیرنگوں ہوتی ہو۔ کھڑا تو ہے تھاڑے سامنے۔ کان پکڑ کر ہامی بھرواؤ۔“

”تو ہر حالت میں جائے گا۔ پر اسلام فقط نیبہ کا تھا۔ اچھا یہ ہو ڈھیو۔ افطار تو ہماں کے ساتھ کرو گھر ہماں یہاں رکھنا۔ میں نے تنتی محنت سے کئی چیزیں تیار کرائی ہیں۔“

”چھی جان۔ درگاہ مہنی نیبہ میں سلطان شاہی فاتحہ ایک حقیقت ہے۔ آپ عزیزان میاں سے پوچھ لیں۔ انھیں

بھی ضرور علم ہو گا۔“ میں نے عرفان کی طرف دیکھا۔

”ہاں ہاں میں نے بھی سنائے۔ بہت بڑی فاتحہ ہوتی ہے۔“ وہ بولا۔

”تم کیا جاؤ فاتحہ۔“ بیگم سرتاج اس پر بڑھ دڑیں میں تھیں کہ اوس کی۔ اگر جھوٹ ثابت ہوا تو تھماری کھال ادھیر دوں گی۔“

ہوش نہیں کہ اس کی رکشائیں دوچوان ناطق بیٹھے ہیں یا انکے کی بوریاں لدی ہوتی ہیں۔“

”بھروسہ ایکیسا پیٹ کر دے گا۔“
”نہیں۔ عادہ یعنی سلامت لگ رہا ہے گا۔ تخت الشوریٰ نقیبات پر میں تھیں ایک گھنٹہ بور کر سکتا ہوں۔“
”نابس بخشیے۔“

”اچھا یہ بتاو دتی کے لئے اخراجات کا کیا ہو گا؟“
میں نے پوچھا۔ میرا خداں تھاواہ بھی واے سو گول کر جائیگی۔
”جب بھیسا کو آپ پہنچا رکھتے ہیں وہ ماں کی طرح شفیت ہے۔ سچ کہتی ہوں میں تو اپنی نظرؤں میں ذلیل ہو گئی ایسے بھیسا کو دھوکا دینا۔ بھلا اس سے بڑھ کر مکینہ پن کیا ہو گا۔“

”اب اتنے زیادہ تقوے کا منظاہرہ مت کرو۔“
میں اخراجات کی بات کر رہا ہوں۔“

”سو دیئے ہیں انھوں نے مگر آپ کو نہیں دینگی درنہ کل تک دس پانچ ہی رہ جائیں گے۔“

”زندہ باد مانی زوجہ دی گھریٹ۔“ میں گرد زیر پہنچا تو تھارے ہھیسا کا ایک جسمہ بخواکر عین دار العلوم کے وسط میں نصب ہرا دیتا۔“

افطار سے قبل میں سرتاج منزل پہنچ گیا۔ مولانا بھی افطار ہی پرستھے۔ عرفان بھی نظر آرہ رہا تھا۔

”آؤ آؤ۔“ صاحبزادے بڑی دیرگردی۔
بس آدمھا گھنٹہ رہ گیا ہے۔“ مولانا نے خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔

”جناب۔“ کوٹ کر بھی فرآ جانا ہے۔ درہیں مجھے یاد نہیں رہا تھا۔ آج خود میرے یہاں بعض لوگ مل گئے ہیں۔“

”یہ کیا بات ہوتی۔“ بیگم سرتاج بھویں تان کر بولیں ”اب یہاں جو بھی تیار ہوا ہے کیا وہ برا بڑا ہو گا۔“
”سوری ہی چھی جان۔“ ویری سوری۔ میں اپنے

تشریف لائس نگے صوفیات کے آنے کی وجہ بھی بعد میں
کھلی۔

درہل وہی تھا مسٹر گلبرن والا۔ صوفی برہان
شسرائی رشتہ سے کالومنگ کے پچھے لکھتے ہیں اور ان کی زوجہ
الشدیدیے کی پھونپیں۔

”پولیس بہت سخت کر رہی ہے۔“ صوفی صاحب نے
کھلنے کے دوران فرمایا۔ تمہنے حافظہ رمضان سے کچھ وہ
کیا تھا۔“

”ہو سکتا ہے کیا ہو۔ بھلا کو نہ وعدہ ہے۔“

”رمضان المبارک سے چند روز پہلے۔ اتنی جلدی
بھول گئے۔“

”اچادہ۔ خیر فرمائیے۔“

”کیا فرماؤ۔ پولس کالومنگ کو کچھ کر لے گئی ہے۔
شاہ مہتاب کو بھی مشتبہ جھاجوار ہے۔“

”میں نے کہا تھا وہ نہ رجھوادیں۔ اس کے بغیر میں کیا
کر سکوں گا۔“

”صوفی عین غین کا خیال تھا تم نہ ات کر رہے ہو۔
بے وقوف آدمی ہیں۔ ہم دیں گے روپے تم کام کرو۔“

”یہ سیدا نتر کاری نہیں ہے۔ صوفی صاحب کہ بازار
گئے اور لے آتے۔ جھاک مارنی ہو گئی۔ آج کا جھاک یکھنا ہو گا
آج کل کوتواں طراستخت آیا ہوا ہے۔ میں یہ کھلی تو نہیں۔“

”جو کچھ بھی کرو۔ کرنا تو ہے ہی۔ غالباً الشدید یے کا
بھی داریٹ ہے۔“

”لائے ہیں آپ روپے؟“

”ٹھہر کھے ہیں۔ چاہے ابھی چل کر لے لو۔ دو کے جائے
چار خرچ ہو جائیں تو پروا نہیں۔ عزت رہ جانی چاہیے۔“

”میرا تو پا خرچ کا اندازہ ہے۔ یہ دو اتنا ای مرحل کے
لئے رہا ہوں۔“

”یاچھ بھی ہے۔ دیر بالکل نہیں ہوں چاہیے۔“

”کل تو میں دہلی جا رہا ہوں۔ تین چار یوم میں لوگوں۔“

”غصب کرتے ہو۔ بہان تو پل پل قیامت گز رہی ہے۔“

”میں نے تو بس سنا ہے۔ ممکن ہے فلسطین۔“ عرفان
سہم کر بولا۔

”بکواس کرتے ہو۔ تم نے سنا بھی نہیں ہے۔“ موصوف
کا ہجہ دہک رہا تھا۔

”نیک بخت یہ بھلا کیا بات ہوئی۔“ مولانا دبی
آواز میں بولے ”سننا تو بہر حال ممکن ہے۔“

”آپ مت بولئے۔ آپ کو کیا معلوم۔ میں خوب
سمحتی ہوں اسے۔“

”معاف کیجئے گا۔ میں تو چلوں۔ پہنچا بھی ہے۔“
میں برآمدے کی طرف ٹڑا۔

”میں کھانے پختا را منتظر کروں گی۔“
”کھانا بھی تو بچھے جھانیوں ہی کے ساتھ کھانا پڑی گا۔“

”اچھا تو تردد کے بعد آنا۔ جو کچھ تیار کرایا ہے
اس میں سے کچھ تو تھا رے پیٹ میں جائے درنہ بھے اپنے
وقت تک بربادی کا حصہ مرد رات بھر چین نہیں لینے دیکھا۔“

”آجنا بھتی۔ خدارا اضرور آجانا۔“ مولانا
بولے ”اگر تم نہ آتے تو انہیں بلڈ پریش کا درود بھی پڑ
سکتا ہے۔“

”بہت بہتر ہے۔ سلام الیکم۔“

صوفی برہان کی زوجہ تھجھ سے پردہ کرتی ہیں اسلئے
ہم نے روزہ بیٹھاں میں انتظار۔ پھر کھانا بھی میں ہوا۔

ان کی دعوت میں نے کیوں کی تھی یہ بھی سُن لیجئے۔ درصل
اپنی دعوت انھوں نے خود کی تھی۔ یومِ نذر شتر راہ میں ملے

تو کہنے لگے شام کو روزہ تھا رے ہی ساتھ انتظار کر رہا ہوں
کل بھی سفر میں جانا ہے۔ میں نے کہا افسوس آج میں پھر

روزہ نہ انتظار کر سکوں گا۔ کہیں اور دعوت ہے۔ کل
آپ سفر میں نہ جاتے تو غریب خانہ حاضر تھا۔ فرانے

لگئے۔ چلو کل نہ جاؤں گا۔ بس کل پکی۔

بتائیے اس کے بعد میں کیا کہتا۔ جو جو اُڑ زوجہ کو
بشارت سنادی۔ یہ تصویر بھی نہیں تھا کہ وہ مع صوفیات

بیان بھی بسج سکتی ہے۔“
”تو یوں کہو۔ بات گھما پھر اکر کہنے سے کیا فائدہ؟“

قہوڑی دیر خاموشی رہی۔ وہ بچھوڑ ج رہے تھے۔
پھر کھانے سے فراغت ہو گئی تو فرمانتے لگے۔“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے ہم لوگ جلب دن کو تلاش کریں پھر تم سے ملوائیں تاکہ تم بھاگ جا کر اسے نرم کر دو۔“

”ضروری نہیں۔ نرم گرم کرنا تو آپ حضرت
بھی جانتے ہی ہیں۔ یہی نے فقط طریق کارکی طرف شادہ کیا ہے۔ سودا آپ لوگ اس سے خود کر لیں۔“

”لکھشش تو یہی کریں گے۔ مگر کام نہ چلا تو یہیں سنبھالاں ہو گا۔“

”اللہ مالک ہے۔“

”اچھا تو یہیں یہاں سے ذرا درگاہ جا رہا ہوں۔
ترادیج کے بعد تم تھری کرو قم می لینا۔“

”جی ہیں۔ رحم آپ یہیں لا یہیں۔ یہیں دوس بجے کے بعد یہیں ملوٹوں گا۔“

”اچھی بات ہے۔“

”وہ اپنی زوجہ بیویت چلے گئے تو نیمر نے بتایا۔
”صوفیا نیں یہ درخواست کے کر آئی تھیں کہ اپنے

میاں سے ہمارا ایک کام کراؤ۔“

”کام کی نعیت بھی بتاہی دی ہو گی؟“

”جنم میں جائے۔ کہہ دی تھیں کہ کوئی حرافہ جگہ دن اپنے لوگوں سکوں کے ساتھ بھاگ جائی ہے۔ خواہ خواہ ان کے معصوم ہنچے کا لوپر حرف آ رہا ہے۔“

”پھر حضیر نے کیا فرمایا؟“

”بس خدا سمجھے۔ ہن آتی ہے ایسے قہوں سے۔
آپ بھی لوگ کیسے کیسے کام کرتے ہیں۔ تو یہ یا اللہ۔“

”اب دلی جانا تو مشکل ہو گا۔ یہی صوفی صاحب کے وعدہ کہ چکا ہوں۔ کیسے نہیں ہے۔“

”ہوتا ہو گا سنگین۔ دلی تو اب چلنا ہو۔ چلنا ہے۔
یہی کپڑے ٹھیک کرنے ہیں۔“

ہو سکتا ہے تھا رے تیکھ شاہ نہ تاب پر بھی آجخ آجائے۔“
”اس کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑیے۔ آپ فکر نہ کریں
ایک سبقتے تک مکمل سنا طار ہے گا۔“

”سچ و صوفی صاحب نے بے اعتباری سے کہا۔“

”ہاتھ نہیں کو ارسی کیا ہے۔ ویسے آخری نتائج کی میں ذمہ داری نہیں لے سکوں گا۔ آخر گلبدن کم تو ہوئی ہے۔ اسے بہر حال لٹا جائیے۔ بغیر اس کی بازیابی کے کیس کا فائل بن دیکھیے ہو گا۔“

”مل تو سکتی ہے۔ مگر فرض کرو وہ اونڈھا سیدھا بیان پولیس میں دے دے تو۔؟“

”ضرور دے گی۔ آخر کیا اسے شکریہ کی تجویز پاس کرنی چاہئے۔“

”پھر کیسے کام چلے گا۔“

”پیسے کو قاضی الجاجات کہا گیا ہے۔ معلم نہیں اس کا معیار کیا ہو گا۔“ توبہ حال طوائف۔

”نہیں میاں طوائف کہاں۔ وہ تو شاہ عمر دراز نشیندہ بھی کے خاندان سے ہے۔ خواجه پر حجم علی کی نواسی۔“

”شیب الطفیل سمجھو۔“

”وہ کسی بھی خاندان سے ہو۔ شاعر نے کہا ہے:-“

”بندہ عشق شدی ترک نسب کن جائی

کر درین راہ فلاں این فلاں ہیز نیت۔“

”کہا ہو گا۔ تھیں شاعر کی سوچہ رہی ہے۔“ وہ بھجنگی ”چلے نشیں سہی۔ ہر چھے اپنی ماں کے پیٹ سے مسلمان ہی میداہوتا ہے چاہے وہ کسی نیڈ کا ہو یا جوتے گا نٹھنے دلتے کا ہے آپے حدیث۔“

”تم سے زیادہ حدیث میں رکھی ہیں مگر یہ کیا وقت ہے حدیثوں کا۔ بلے غنوول کی ماں مرت کیا کرو۔“

”میرا مطلب یہ تھا کہ طوائفیں ماں کے پیٹ سے میداہوتیں۔ طوائف تو ایک کیڑہ کاناں ہے جو نسل و نسب کا پاندہ نہیں۔ ممکن ہے جگہ دن جسم نہ تیچھی ہو گر جسم کا لوچ اور خلے کارس نوچتی ہے۔ وہ فاطر خواہیں میں اپنا

”میرا کیا بلگرے گا اگر نہ کریں۔ جبھے بس ایک ہی عورت کی پرو رہا ہے۔ اس کی رائے یہی ہے کہ آئینہ دینچھے والے مرد گولی مار دنے کے قابل ہیں۔“

”کون ہے وہ؟ ان تکی آنکھوں میں چمک نظر آئی۔ آپ کی نیسمہ۔ میری اکٹوپی بیوی۔“

”بکو اس کرتے ہو۔۔۔ کیا یہ دافع نہیں کہ صوفیوں کے ساتھ عرس میں رنگ رویاں منانے سے تھیں بے حد دلچسپی ہے۔“

”رنگ رویاں۔ لا اول ولادت۔ آپ کو خلط اطلاع دی گئی۔“

”نہیں۔ آج ہی عفان سے بھے معلوم ہوا ہے کہ تم ھڈیا درجے کی عورتوں کے ہجروں میں شریک ہوتے ہو۔ اور تم تو خود بھی کہہ رہتے تھے کہ جب کے تصوف کی لائیں میں نکلا ہوں ہر طرف حق ہی حق ہے۔“

”اے وہ تو استعارہ تھا۔ تلب پر جب ملاری اعلیٰ سے انوار لا ہوئی کا نزول ہوتا ہے تو زین آسان کی ہرشے حسین بن جاثی ہے۔ چشم بصیرت نظائرے کے درے روشنی ہے۔ میر کی آنکھوں سے اس کا تعلق نہیں۔“

”بھے بے وقوف نہ بناو۔ اپنی طبقاتی حیثیت کا تو بہر حال تھیں اخاطر کھنا چاہتے۔ یعنی حسن پرستی کو قابلِ اعزاز نہیں بھتی۔ اس جذبے سے تو پھر کاسارِ حسن قائم ہے۔ خوبصورت چیزوں پر ہر باشур انسان کا حق ہے مگر سماجی درجات کا پاس لحاظ ضرور رکھنا چاہیے۔“

”آپ کچھ نہیں کھار ہی ہیں۔“

”ہاں ہاں۔ تم کھاؤ۔ یہ بادام کا حلوا۔ لقین کرو۔ آج دو سال میں صرف تھماری خاطر جو علم پڑھی ہوں۔ یہ حلوہ میری اپنی جدت ہے۔ اور کوئی بتئے گا تو ترسی پیدا کر دے گا۔“

”واقعی لا جواب چیز ہے۔ ہیں چکھ کر کہا۔ حالانکہ کوئی خاص بات نہیں محسوس ہوئی تھی۔“

”تم پہلے آتے جاتے تھے۔ وقت اچھا کٹ جاتا تھا۔“

تم وادیج کے فوراً بعد میں سرناج منزل پہنچا تو مولا نا بھی مسجد سے نہیں آتے تھے۔ عفان بھی نہیں تھا۔ بیگم سرناج برآمدے میں کرسی پر بیٹھیں کچھ مطالعہ کر رہی تھیں۔ ”او۔۔۔ دھوپ بڑی عمر ہو گی۔۔۔ بھی ابھی تھسا را ہی خیال آیا تھا۔۔۔ انکھوں نے کتاب بند کر کے گود میں رکھتے ہوتے خندہ پیشانی سے کہا۔

”لیکن آپ تو پڑھ رہی تھیں۔“

”بے حد بچپ ناول ہے۔۔۔ اس میں تھمارے بھائی پاک ایک کردار ہے۔۔۔ لس ذرا سافق ہے۔۔۔ تم میں وہی شعور بچھکم ہے۔۔۔ وہ بڑا دکی اجس ہے۔۔۔ بیٹھو۔۔۔ انکھوں نے قریب پڑھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”کوئی ناول ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”میں ہوں اپنی شکست کی آواز۔۔۔ ہے ناکتنا لوچ دار نام!۔۔۔ اٹھیرو چاٹے وغیرہ یہیں منگوائے لیتے ہیں۔۔۔ یہ کہہ کر انکھوں نے ملازمہ کو آواز دی۔۔۔ پچھے دیر بعد میں یہ بہت سے برتن سمجھ گئے۔“

”آپ غالباً اتر اوج سے تو فارغ ہو ہی چل گئے۔۔۔ یہیں پہنچانگوں میں دالتے ہوئے چھپڑاٹھائی۔۔۔ ان کے ملٹھک پر بیٹھ گئے۔“

”دیہائی بن جاتے ہو جس مرتبہ۔۔۔ موضع گفتگو کی نزاکت کا تو خیال کیا کرو۔۔۔ تم نے کبھی نفس چھپھانوی کا بھی کوئی ناول پڑھا ہے؟“

”اب رومنی ناول میرے حلن سے نہیں اُترتے۔۔۔ جوانی میں تو نفس چھپھانوی اور مکشش روپیکھنڈ روپی سب کو پڑھ دالتا تھا۔“

”گویا اب پڑھتے ہو گئے۔۔۔ آئینہ دیکھتے ہو کجھی؟“

”جبے پہلا سفید بال ہموڑی پر جلوہ گرم ہوا تھا۔۔۔ آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا ہے دیسے بھی آئینہ مردوں کیلئے تو نہیں بنتا۔۔۔“

”تھمارے اپنے نقطہ نظر سے۔۔۔ ہم وزیریں شاید اس سے اتفاق نہ کریں۔۔۔“

اجازت کی کیا ضرورت - میں کہوں گی نہ لاس سوت کے میں کا جو تابعی ابھی چاہئے۔ وہ کہیں کے ابھی ملے کادنیں بند ہو گئی ہوں گی تو کھلو کر بھاولوں کا۔
”یا للعجب — یہ بھی آپ کو کھلنے لکا ہے۔“
میں نے اظہار حیرت کیا۔

”ہاں ڈھبووہ — میرا جی نہیں لگتا۔ یکسانیت کے احساس سے جی گھٹنے لگتا ہے۔ تم نہیں سمجھو گے۔“
میں خود بھی اپنے ذہن کی بعض کہ ہوں کو نہیں سمجھیا رہی ہوں تھماری موجودگی میں تھے عجیب ذہنی سکون خوس ہوتا ہے۔ تھماری اوت پڑانگ باتیں اتنی اچھی لگتی ہیں کہ — ”و فقرہ پورا کے بغیر خاموش پیغمبر ان کی نظر میں ترش پر گڑی تھیں۔ چڑھہ اداں ہو گیا تھا۔
کئی ثانیتے بعد بولیں — ”تم اسے تم عمر بھی نہیں کہ تھارے لئے اشے جذبے کو میں مانتا کا نام دے سکوں میرا ایک بھائی تھا جو نوجوان ہی مر گیا۔ کبھی تھا اسے خیال کے ساتھ اس کا بھی خیال آتا ہے۔ تھمارے چہرے پر الیسا ہی بھلپن ہے جیسے اس کے تھا۔ تنہائی میں بار بار میں نے سوچا ہے کہ تھارے لئے میرا جذبہ شاید ایک بہن کا جذبہ ہے۔
— جانتے ہو جو اس کیا ملا؟“

”آپ عجیب تم کی باتیں کرو ہی ہیں۔ میرے تو بھی حاششہ خیال میں بھی نہیں آیا کہ میری ذات و اہمیت آپ کے فکر و خیال کا ایک مستقل مرضیوع جی گئی ہو گی۔“
”تھارے لا اب ابی پن میں بڑا دمان ہے۔ یعنی کھو و مجھے بعض مرتبہ تم اس قدر ریاد آتے ہو۔ اس قدر ریاد آتے ہو۔“

”میری خوش قسمتی ہے۔ مر جوم بھائی سے آپ کو گھری محبت رہی ہو گی۔“
”نہیں میں باوجود کوشاں کے خود کو اس پر آمادہ نہیں کر سکی کہ تھیں بھائی کی نظر وں سے دیکھ سکوں۔ میرا جذبہ عجیب الجھا ہوا سا ہے۔ خود میری تھجھی میں نہیں آتا میں کیا چاہتی ہوں۔“

اپ بوریت ہی بوریت ہے۔ اکدم سننا۔ جیسے وسیع ریگزاریں خراں رسیدہ درخت۔“
”آپ نفس جھنگانوی کو نہ پڑھا کریں۔ وہ اسی قسم کی فرسودہ تشبیہات کی جگالی کرتا ہے۔“
”مذاق اُڑاوے گے میرا یہیں کرو وہ طرح کے ہنگاموں کے درمیان میں خود کو تنہا محسوس کریں ہو۔ شادی سے بہت میں سمجھتی تھی کہ اولاد سے بڑا کوئی جنم نہیں۔ درکیا کرتی تھی کہ خدا کرے دس سال تک ھٹھی رہے مگر اب احساس ہوتا ہے کہ اولاد کے بغیر عورت مٹی کا مادھو ہے۔ رومانی ناولوں نے میرے احساسِ محرومی کو ایک دھمی دھمی سی آجھ میں تبدیل کر دیا ہے۔“

”مولانا تو غالباً آپ کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں جان چھڑ کنے کا محاورہ استعمال کر لیا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔“

”یقیناً وہ قابل قدر شوہر ہیں مگر ڈھبووہ۔“
”ڈھبووہ میں نے بیور اکٹھ کلام کیا۔“ اور کوئی چھا سانا آدیجے۔ اس سے تو آپ کے بھی مذاق سیلیم پر حرف آتا ہے۔
”چلو تم ہی تجویز کرو۔“ وہ چپ ہو کر میری اسکھوں میں دیکھنے لکیں۔

”یے دال کا بودم۔ ڈیوٹ۔ میں کہتا ہوں ملکا بارے۔“
”ٹاٹے زیادہ بور کوئی نام نہیں۔ لمبی دار ہی۔“
کرتا۔ مغلنی پاچا مرہ۔ ہنخ۔ میں پھر سوچوں گی۔ اب تو ڈھبووہ ہی چلتے دو۔“
”چلتے دیا۔“

”میں یہ کہہ رہی تھی کہ تھارے مولانا جھبر بیجا جہر ہیں۔ دولت۔ آزادی۔ آرام گیا نہیں جو یہاں کیا اخنوں نے مکر رہ بہر حال ایک سنجیدہ اور ذمہدار آدمی ہیں میرے نے ان کی توجہات میں کوئی رومانی نہیں ہے۔ عجیب بات ہے مجھے یہ بھی ٹھلنے لگا ہے کہ ان کے اور میرے درمیان کبھی کوئی کشمکش نہیں ہوتی۔ اب مثلاً میں کہوں گی کہ تین روز کے لئے میکے جارہی ہوں۔ وہ سر تسلیم حم کر کے کہیں کے ضرور جاؤ۔ تھیر

ذہن میں تیربن کر چھاہے۔ ”ان کے لمحے کی تندی کیتے بیک
اداسی میں تبدیل ہو چکی۔ آنکھوں میں خال نظر آیا۔
اسی وقت مولانا داغل ہوتے۔ میں غصہ کھڑا گیا۔
”بایکوں بیٹھو۔“ یہ کہتے ہوئے وہ خود بھی پاس کی
کرسی پر بیٹھ گئے۔ اب ان کی نظریں بیوی کی طرف تھیں
— ”گر بڑہ توہنگی سیم۔ دلی کا پروگرام کنسل کرنا پڑتا چا۔“
”ارے۔ یہ کیوں؟“ بیگم اچھل پڑیں۔

”کیا کہا جائے۔ مولوی عبدالغفور نے ابھی ابھی
بتایا ہے کہ پریسون جانکی پرشاد ایم پی دیوبند آ رہے ہیں۔
ان کے خیر مقام اور خصیافت وغیرہ کا اہتمام کرنا ہو گا۔
شاید دو تین دن قیام کریں گے۔“

”ایک آپ ہی رہ گئے ہیں خیر مقدم کو۔“
”تم جانتی ہی ہو بیان کی کامنگریں کمی جمعیت سے
ملحق ہے۔ جائزٹ مکر بڑی آج کل باہر گئے ہوئے ہیں
میرے سوا کوں سنجھا گا۔“
”جانکی پرشاد کوئی وزیر تو ہیں نہیں سنبھال لیں گے
اور لوگ۔“

”آج وزیر نہیں ہیں۔ کل تو ہو سکتے ہیں۔ مجھے نوے
فی صدری یقین ہے۔ اب کی تو ایک بڑے بخوبی نے بھی
ان کے ستارے اچھے بتائے ہیں۔ انشاء اللہ“
”چھوٹھی ہو۔“ میں ضرور جاؤں گی۔ اسے اور
اس کی بیوی کوں مشکل سے میار کیا ہے۔
”میرے بغیر جاؤ گی!“ مولانا کے انداز میں سہم
بھی تھا۔ شکایت بھی تھی۔

”آپ عین وقت پریسا سی چکر نکال بیٹھے ہیں پچی
تو نہیں ہوں گے۔ آپ کی اٹھی ہی پکڑ کر جلنے پر جھوہ ہوں۔“
”کبیدہ مرت ہو۔ میں منع نہیں کر رہا ہوں۔ ملا
میان تو ساتھ ہیں ہی۔ عرفان کو بھی لے ہی جاؤ گی۔“
”ضرور ہی نہیں۔ عرفان کا کامنگ ناگہ ہو گا۔ ویسے
بھی میں پسند نہیں کرتی کہ سید مسیلیا جیسی تفریحات میں
بچے اور بڑے ایک ساتھ شریک ہوں۔“

”آپ کسی ماہر فضیلت سے رجوع کریں۔ میرا خیال
ہے مولانا کو آپ کی اس ذہنی کیفیت کا علم نہ ہو گا۔“

”ہو بھی جائے تو جھے پر و انہیں تھیں میں نے بڑی
کوشش کر کے ذہن سے گھر جا تھا۔ مگر آج جو اتنے دنوں
بعد ملاقات ہوئی تو اندازہ ہوا کہ میں خود فربی میں مبتلا
تھی۔ تھار ان نقش تو پھر کی لکیر بنا ہوا ہے۔“

”یہ سب رومانی ناولوں کا فتور ہے۔ مولانا یا
عرفان میاں آپ نی یہ باتیں میں لیں تو نہ جانے کیا طاقت
کھٹرا ہو۔“

”عرفان کو تم کیا سمجھتے ہو۔ وہ میری جوئی کی نوک پر ہے
مولانا سے بھی میں نہیں دیتی۔ چلو اسی بہانے کوئی کشمکش تو ہو۔“

”ارے تو کیا آپ ان کے سامنے بھی اسی طریقہ کی
باتیں کریں گی۔“

”نہ خیر۔ تھی دھیٹ بھی نہیں۔ اس وقت تو بس
روہیں یہ سب کہہ گئی۔ حمایت میں مبتلا ملت ہو جانا۔“

”میں پیدائشی احمق ہوں اس لئے آپ کی تدبیہ ضھول
ہی ہے۔ یہ رومانی ناول ذہن کا کبھاڑا کر دیتے ہیں۔ آپ
ذہنی لطیحہ پڑھا کیجئے۔“

”اس کی بھی عمر آرہی ہے۔ ابھی تو میں بوڑھی نہیں
ہوئی۔“ انکھوں نے قدرے جھلکا کر کہا پھر میری طرف
مستفسر ان ناظروں سے دیکھنے لگیں میں کچھ نہ بولا۔ بس ایک
بے معنی سی سکراستہ میرے ہوٹھوں پر آئی۔ وہ نہ جلتے کیا
سمجھیں۔ ناخوشگی ار لچے میں بولیں۔“

”تو کیا میں نے غلط کیا؟“
”بوڑھے ہوں آپ کے دشمن۔ جوانی کا تعلق تو دل سے
ہوتا ہے۔ آپ کا دل انشاء اللہ۔“

”اس کا مطلب یہ ہو کہ جسمانی اعتبار سے بوڑھی
ہو گئی ہوں؟“ اب ان کا ہجرا اور بھی تیز ہو گیا تھا۔

”میں نے یہ کہا۔ میرا تو خیال ہے جسے آپ کی عمر نہ
معلوم ہو وہ تینیں چوبیں سے زیادہ کا تصویر بھی ترکے کھا۔“
”نہیں۔ اب بات بنارہ ہے ہو۔ تھار انقرہ میرے

کے دو گی۔ شیخ بدر الدین کے نہ سہی حافظہ یعقوب کے ٹھیر جانا۔ ان کے حالات اب بہت اچھے ہیں۔ کسی مضا فاتی مڑک پر ان کی بیس بھی چل رہی ہے۔ شاہد رے میں غالباً کوئی فیکٹری بھی لگائی ہے۔ کانگریس کے تعلق سے وہ ہمارا بڑا پاس لحاظ کرتے ہیں۔

”آپ فکر میں نہ پڑیئے۔ ٹھیر نے کام سلیمان خود طے کر لوں گی۔ بس تو صحیح سارے دس والی گاڑی طے رہی۔ ڈھنبو۔ تم ایسا کرو صحیح نسیمیت یہاں آ جاؤ۔ یہیں سے ایشیش چلے چلیں گے۔“

”میں پھر ایک بار عرض کرتا ہوں کہ درجہ سمنویہ میں سلطان شاہ کی فاتح۔“

”شٹ اپ۔ میں سچ کہتی ہوں چانڈا مار دوں گی۔“
موصوف حلقت کے بن چکیں۔

تفہیم آگیار منجے میں یہاں سے اٹھ کر گھر ہنچا۔ خجال تھا کہ صوفی براہن یا تو اگر کروٹ گئے ہوں گے یا اب ایتنے۔ کیا صوفی براہن کچھ دیر قبل آئے تھے؟“ میں نے نیکھلے سے پوچھا۔

”نہیں تو۔ کیوں اب کیوں آتے؟“

”ویسے ہی۔ تھی اک بات۔“

”آپشا یہ سڑاچ منزل سے آرہے ہیں۔“

”ہاں۔ عجیب خدا کی قدرت دیکھی۔ مولانا دلی نہیں جا رہے ہیں مگر تھماری آپ جان ہر قریب پر پل رہی ہیں۔“
”مولانا کیوں نہیں جا رہے ہیں۔“

”بعض سیاسی جوہ رہا۔ عجیب پیزیر میں تھماری آپ جاؤ۔ میں تو انھیں جھانسی کی راتی کہا کروں گا۔“

”یہ بتائیے پروگرام اک طرح رہا؟“

”صحیح میں اور تم سڑاچ منزل پل رہے ہیں۔ وہیں سے سفر شروع ہو گا۔“

”پتا نہیں کیوں۔ میرا تو وہ دھک کر رہا ہے۔“

”دل رُخ بھی نہیں کرتا۔ بھلا کیوں کر رہا ہے ہک دھک؟“

”عفان نخا بچتا تو نہیں ہے۔ اسے گراں گزر جگا۔“
”وہ میرا بجا بجا ہے۔ اس کا معاملہ آپ مجھے پر چھوڑ دیجئے۔“

”چلو چھوڑ دیا۔ کوٹنے میں دیرہ مت کرنا۔ دلی میں قیام شیخ بدر الدین کے یہاں مناسب رہے گا۔ انھوں نے ابھی نئی موڑ خریدی ہے۔“

”اوہ۔“ مگر وہ تو مولوی اس قادر کے مرید میں یہاں تفریقات میں ساتھ کیسے دے سکیں گے۔“

”میرا خیال ہے ضرور دیں گے۔ اخبار جمعیت میں تفریح کو مشترک کیا گیا ہواں سے احسان میں حصہ مولانا اس قادر مظلہ کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔ جب مرشد مطمن ہے تو مریدین کو اعتراض کیوں ہونے لگا۔“

”میرا تو خیال تھا مرا انصیر کا گھر ٹھیک رہے گا۔ ان لوگوں کے ساتھ پہلے سے بھی کافی بنتے تکلفی ہے۔ مغل عظم بیگ نصیریہ کے ساتھ تو دیکھی ہی۔“

”وہ زمانہ بھول جاؤ۔ مولانا نصیر کو تو اب جہالت اسلامی کی ہوا لگ گئی ہے۔ سناء ہے ٹیلیفین پر مولوی مودودی سے مرید ہو گئے ہیں۔“

”لا حول ولاست۔“ میں بدبارا یا ”یہ مودودی صاحب بھلا پر کسے بن گئے۔“

”کیا یو جھتے ہو۔“ مولانا بولے ”بڑا بذہاد شخص کے۔ بھی مسلمان تھیں۔ پس بھی کچھ بھی کچھ بنتا ہے۔ اب پیر بھی بن گیا۔ دین کو اس شخص نے بڑا انقصان پہنچا ہے۔“
”مگر آپ کو ٹیلیفونی بیعت کا سارا غیر نیک لگتا؟“
میں نے تعریفی نظروں سے ان کی آنکھیوں نیں دیکھا۔

”مولانا منقار الحسن بتارہ سے رکھے۔ ان کا بڑا سامنہ دلی ٹیلیفون۔ بچینج میں ملازم ہے۔“

”یہ آپ لوگوں نے کیا بوریت شروع کر دی۔“ بیگ سڑاچ جھنگلاتھیں۔ ”میں کہیں بھی نہ ٹھیروں گی۔ بس ہوش سب سے بہتر ہے گا۔“
”ہوش۔ بھی نصیول دس بیس روپے یومیہ کرائے۔“

جھی تھی۔ میں اپنے بستر پر جانے لگا تو اس کی بڑی بڑی اہمیت منانی دی ہے۔
”قسم اللہ کی بھیتا۔ آپ جان ہی نے پردہ لکھا تھا۔
جھیکیا خبر۔“

وہ سوتے میں بول رہی تھی۔ میں سراہنہ کھڑا ہو گیا۔
تکے پر بکھرے ہوئے بے ترتیب بالی سہری سے لٹکا ہوا
ایک ہاتھ جس کی آستین کھی سے اوپر سمعت گئی تھی۔ دوسرا
ہاتھ نمر کے نیچے تھا۔ ہونٹوں کے ساتھ اس کی پتنٹی کی نیں بھی
متحرک تھیں۔ چہرے پر وحشت، معصومیت اور دہشت
کا عجیب و غریب انتزاع تھا۔ میں بڑی دلچسپی سے اسے
دیکھنا رہا۔ دیکھنا رہا اور سوچتا رہا کہ خوف بھی کیا چیز ہے
دنیا کی بہتر سے زیادہ طاقتور۔ دلہ لاشور کی آخری
گھرائیوں تک بھیسا سے ڈرتی ہے۔ درجس میں پیار بھی ہے،
احرام بھی۔ ناز بھی اور نیاز بھی۔ میرا دل چاہا جھک کر اس
کی پیشانی چوم لیں۔ اس خواہش میں جنتیت کی ذرہ برابر
آمیزش نہیں بھی۔ ایک بے آمیز معصوم اور مقدس نفع
کی خواہش۔

”اب کی معاف کر دیجئے بھیا۔“ بڑی اہمیت
پھر بلند ہوتی۔ اخیں بھی معاف کر دیجئے ان کی کچھ
خطا نہیں۔ یہ توجیل بھی نہیں رہے تھے۔ قسم اللہ کی بھیا۔۔۔
اب اس کی پیشانی پر لستے کی نمی بھی اُبھرائی تھی
میں منتظر رہا کہ اور پچھلے ملکہ کچھ دیر سکھ چلا کر اس نے
کروٹ لی۔ ہلکی سی کراہ کے ساتھ اس نے اپنے دل کی جگہ بھی
ہاتھ رکھا تھا۔ پھر سننا چاہیا۔

محجر شک آیا۔ کتنی معصوم ہے اس کی دنیا۔ بھیتا اور
شوہر۔ بس!۔ ایک میں ہوں۔ نہ جانے کیا کچھ کا ڈکھاڑ
کھوپڑی میں بھرا رہتا ہے۔ خدا کی پناہ۔ صوفیوں کی لمبی
قطار زنان عاشقان اولیاء کی رہیں۔ مولویوں مشرنوں
کے ٹھٹ کے ٹھٹ۔ لاقع ادگنا ہوں تی میادیں۔ ناکر دہ
جنما ہوں کی حسرتیں۔ غلطیت ہی غلطیت۔ کوڑا ہی کوڑا۔
اور پھر دو بجے سے پہلے نیند نہیں آئی۔

”بس خواہ خواہ ہوں گی چڑھر ہی ہے۔“
”تالہ اے بلیں شیدا ہے ترا خاماں بھی۔ درنا صرف
خداء چاہیے۔ بھیتا سے ہوں گھاتی ہو یہ بشرک ہے۔“
”میں نے خواہ خواہ بکا اس کی۔ دراصل الحکم میں صوفی
برہان کے انتظار میں جاننا چاہتا تھا۔“

”آپ تو جو میں ٹھپنے والے نگاہ میں رہتے ہیں۔ مجانتے
دن چڑھتے کے اگر بالکل صحیح کی گاڑی سے چلا جاتا تو کیا
بیرا تھا۔ خدا جانے بھیا کو کس وقت کیا سوچھ جائے اور
دوڑے آئیں کہ خدا اور دلی مت جانا۔“

”تمہاری آپا جان بیوی ہو کر مولانا کی پرداہ نہیں
کھرتیں اور تم ہیں ہو کر بھیتا سے خوف زدہ رہتی ہو۔ میں
تفاوتوں رہ از کجا سرت تا بجا۔“

”میں اس وقت شعر اور نثر میں تمیز نہیں کر سکتی۔
خمیر، کھایا تھا اس سے بھی دل قابو میں نہیں آیا۔“

”دل زہ تو طبی نعمت ہے۔ بقول شاعر۔ دل
مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر ددبارہ۔ کہی ہے امتوں
کہر ضم اہن کا چارہ۔“

”آپ کو خوش طبعی سوچ رہی ہے۔ کاش آپ جیسے
اعصا ب میرے بھی ہوتے۔“

”قوت ارادی کا کرشمہ ہے۔ تم بھی یوں سوچا کرو
کہ میں ہٹلر ہوں چلیز خاں ہوں۔ نیپولین ہوں اسی پر
اپنے بھیتا تھیں علامزادے جسوس ہوں تھے۔“

”یدمیزی مرت کیا جائے۔ ایسے گرے ہوئے الفاظ
منہ سے نکلتے ہیں۔“

”تمہاری ہمت بڑھا رہا ہو،۔ بقول شاعر۔“
”میں شعرو بیر نہیں۔ یہاں تو بدین میں سکپی سی آرہی ہے
آپ کو ٹھپوں سوچ رہی ہے۔“

”بڑ کر سوچاو۔ کہو تو لوری سناؤ۔“
”میں اب ایک لفظ بھی نہیں بولوں گی۔ ہاں نہیں تو۔“

”وہ روشنی کے انداز میں خاموش ہو گئی۔
پھر بارہ بج گئے۔ صوفی برہان نہیں آئے۔ نیجہ سو

کھڑا ہوا۔ پیدا تو باتھا مگر آوازِ سنانی نہیں دی تھی۔ فوچے تو کر کوئی کسی لینے بھی جایا۔ پڑ بڑے ناشتے دان، دو سو ڈول۔ دو بس دو تھرس۔ ایک ایچی اور ایک بڑی سی طوکری جس میں ضرورت کی مختلف اشیاء تھیں۔ یہ سب برا آمد میں سچ گیا۔ بیگم سرتاج کا بابا دیکھنے کے قابل تھا۔ اور پرستے پچھے تک بلکا سب۔ کافیں میں آؤزیں بھی بنز تھوں کے تھے۔ بالوں میں بزر پارٹاکے پھولوں کا چھا سینڈل بھی بنز تھے۔ حد ہے کہ ہاتھ میں پرس بھی بنز ہی تھا۔ ”سنائے مولا ناجنت والوں کا بابا بنز ہو گا۔“ میں نے مولانا کو بیگم کی طرف نگران پاکر فرم دیا۔

”ان کے جتنی ہونے میں کیا خدا ہے۔“ مولانا نے خوش طبعی کا مظاہرہ کیا۔ بڑے اوپنچے خانوادے کی چشم و چراغ ہیں۔ ان کے دادے علیہ الرحمۃ خواجه فیض سہروردیؒ اجل خلفاء میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے قطب الافتاء تھے۔“

”یہ صوف پھر بھارئیے گا۔“ بیگم تو راکہ بولیں جلدی سے ایک بنز نگ کا گھڑی کا فینٹر لادیجئے۔ یہ بے میل لگ رہا ہے۔ انھوں نے گھڑی دالے ہاتھ کو آگے بڑھا کر لہا۔ ”اوہ فضیل سے کہہ دیا ہوتا۔“

”خیال نہیں رہا۔ اب وہ کیسی لینے گیا ہے عرفان بھی جلا گیا۔ ابھی تو وقت ہے۔“

”بنز نگ کا کہاں لے گا۔ دلی ہی سے خرد لینا۔“ ”آپ کے چندی تو نہیں لیں میں ایک بار سہے بھی بنز خرید چکی ہوں۔ میں تو سمجھ رہی تھی وہ بکس میں حفظ ہے مگر اس وقت نہیں ملا۔“

”دیکھو کوئی شش کرتا ہوں۔“

وہ چلے گئے تو موصوفہ بولیں۔ ”یہ پڑے وڑے کیچھ بڑی تکلیف دھے۔ جب میں تم سے پہر دہ نہیں کرتی تو نیسمہ مولانا سے پردہ کیوں کرتی ہے۔ چلے عرفان سے کرتی رہو مگر مولانا تو اس کے باپ کی عمر کے ہیں۔ اب دیکھ لو کرنے میں چھپا بھی ہے۔“

کیا تیاریاں تھیں۔ اندھے بھروسے کوستہ۔ شاخی کباب سریانی۔ آہلیٹ۔ پیراٹ۔ چائے کے دو دو تھرس۔ یہ سب بیگم سرتاج نے کرایا تھا۔ ہم میاں بیوی تو سویرے ہی متراج منزل پہنچ گئے تھے کیونکہ موصوفہ نے بخہ اندر ہیرے مازہ کو بھیکر نہیں بلے ایسا تھا۔

عرفان کو جب پناچلا کہ خالہ اسے ساتھ نہیں لئے جا رہی ہیں تو اچھا ج گرنے لگا۔ ”ہمارے بھی تو آخر دل ہے۔ خالہ جان آپ ہی خالہ کو سمجھاتے۔“ یہ بات اس نے مولانا سے اس وقت ہی جب خالہ جان دوسرا مکرے میں بچی ٹھیک کر دی ہی تھیں۔

”بمحاجا ہوں۔ تھماری خالہ سے کون جنتے۔ صبر کر جاؤ نہیں تو کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔“ اب عرفان نے کینہ تو ز نظر وہ سیہری طرف گھورا اور لکھنے لے چکے میں بولا۔

”آپ تو درگاہ چھین ن شاہ میں فاتحہ طریقہ دالے تھے۔“ ”درگاہ سمنوئیہ۔“ میں نے تجویز کی ”تعجب ہے تم اتنی نکزو یادداشت سے امتحان کیسے پاس کر لیتے ہو۔“ ”آپ اچھی یادداشت ہے۔ بتائیے دلی کے شرق میں کون کون سے شہر ہیں۔“

”میں فضول باتیں یاد نہیں رکھتا۔ دیے جب تم طے ہو گے تو پناچے گا کہ دلی کا کوئی مشرق ہی نہیں ہے۔“ ”میرا مذاق اڑاتے ہو۔“ وہ کافی طیش میں لگا۔ اندھے لٹڑ پڑنے کا تھا۔ اسی وقت بیگم سرتاج کرے سے باہر آئیں اور تیر کی طرح عرفان کے سر پر پہنچیں۔

”تمارا دماغ خراب ہو گا ہے۔“ ان کا یہجہ خوشوار تھا۔ ”ڈھینگ کے ڈھینگ ہو گئے تگر بات کرنے کا سلیقہ نہیں آیا۔ یہ کیا یہجہ ہوتا ہے۔“

”خالہ جان یہ میرا مصلحت اڑاتے ہیں۔“ ”بس اُو بازا سے جا اگر پولن ٹرکے دو تین ٹیکے لے آؤ۔ بڑے آئے مصلحت کو دالے۔“ یہ کہتے ہوئے انھوں سوکا نوٹ عرفان کی طرف بڑھا یا۔ وہ دانت پیتا اٹھ

"میرے پرس میں چھوٹے نوٹ نہیں تھے اسی لئے تو
کا دیا تھا۔ آپ کے پاس ہوں تو دیجئے۔"
ہاں ہاں۔ ٹھیرو لاتا ہوں۔
وہ اپنے گھر میں گئے اور جلد ہی ہی لوٹ آئے۔
لویر اسی روپے ہیں۔ تم نے دیے تو مناسب قمر کو
لیا ہے نا۔"

"کام جل ہی جائے گا۔ پانسو ہیں۔"
اب سیسی بھی آتھی۔

سامان لدا۔ بیکات یعنی بیگم سوچ اور مانی سوٹ ہارٹ
زو بچھلی سیدھ پر رونق افزودہ ہیں۔ میں اور مولانا مذکور
کے برابر حصے۔ دھنسا ہی کہنے چھوٹی۔ سیکھی میں اگلی سیدھ
پر شرافت کے ساتھ تو بس ایک ہی نفر بیٹھ سکتا ہے مولانا شیخ
تک چھوڑنے جا رہے تھے۔

درائیور نے الجن اسٹارٹ کیا۔ میکسی ذرا سی رینجی مگر پھر
دفعتائیں ڈک جانا پڑا۔ برابر کی ٹکلی سے ایک رکشناکل کر
سامنے رکھی تھی اور پھر رکشا سوار بزرگوار کو دیکھ کر میرا القول
شاعرہ حال ہر الک کا کٹو تو ہو نہیں بدن ہیں۔ ہمیں ہی حق نہ
آواز تیچھے سے بھی آئی تھی۔ غالباً نیسمہ نے بھی رکشا سوار کے
دیدار کی سعادت حاصل کر لی تھی۔

وہ میرے برادر ان لایعنی مانی ہنی مون ڈار لنگ کے
بھیتا صاحب بہادر تھے۔

"ماں کے گئے۔" میں ٹھپٹا یا۔ وہ رکشنا سے اسکے کمی
کے پاس آئے۔ مولانا کو اس انداز میں سلام کیا جیسے الٹی میٹم
دے رہے ہوں۔ پھر تھچھے دروازے کے ہنڈل کو اپنی طرف
لکھنچھے پڑے غرائب۔

"نیسمہ۔ نیچے اتر اتر۔"
"اے صاحب۔ کیا بات ہے۔" مولانا نے میکسی
سے باہر آتے ہوئے کہا۔

"بچھے افسوس ہے مولانا۔ نیسمہ یہ سفر نہ کر سکے گی۔"
برادر ان لائی میں ایسوے جیسی کٹرو اہم تھی۔
"کمال ہے۔ یہ تو آپ سے اجازت ہی لیکر آئیں تھیں۔"

"بہت بُرے بھائی کی ہیں ہے۔ میں ان بھائی ہیں
کے معاملات میں داخل ہی نہیں دیتا۔"

"مکروری ہے تھاری۔ سفر کے لئے جوڑا توڑھنگ
کا بدلوا دیا ہوتا۔ تم نے بھی شیر و ای تک نہیں ہوئی۔"
میں رہتی ہے دہلی میں پہنچوں گا۔"

"شاستگی سے بہت دور ہو۔ یہ ادھر ادھر
کیا دیکھے جا رہے ہو۔ کیا مجھ سے آنکھ ملانا حرام ہے۔"

"جی نہیں۔ نہیں تو میں قدرے بھلا کیا۔
یہ میرا سوٹ تھیں کیسا لگا؟"

"لا جواب۔ ماشاء اللہ بلکہ جزاں اللہ۔"

"نہیں۔ تم سوچ رہے ہو کہ بھلا اس عمر میں ریا
لباس۔ میں بھر جال نہیں سے اُو پر جا چکی ہوں۔"

"استغفار اللہ۔ آپ عمر کی بحث میں نہ پڑا کریں۔
مولانا کے دل سے پوچھیے۔"

"کیوں۔ تھمارے دل سے کیوں نہ پوچھوں۔"
میں لباس کے معاملے میں سدا اتنی بدھو ہوں۔

نیسمہ بچھے بھی پہن لے جسے فرق ہی نظر نہیں آتا۔

"باتیں بناتے ہو۔ تیرتھی راب تو ساتھ پل ہی رہے
ہیں۔ دلی میں دیکھوں گی کہ تھمارے بھروسے کا درجہ
حرارت کیا ہے۔"

کھو دیں مولانا اپنے آگئے۔ وہ ایک بہری مائل
فیٹہ خردہ ہی لائے تھے۔

"آپ آبھی تھے مگر عرفان بھی تک نہیں لوٹا۔"
موصولوں نے یہ کہتے ہوئے فیٹہ کو باختہ میں لے کر لیے انداز
میں دیکھا جیسے پن نہ آیا ہو۔

"زلوٹے۔ تھیں راستے میں تو پوسن کی ضرورت
ہو گئی نہیں۔ دلی میں خرید لینا۔"

"وہ تو جھیکتے ہے مگر تیرتھی سری برداشت نہیں کر سکتی۔
وہ سرکش ہوتا جا رہا ہے۔"

"اب سفر کے وقت موڑ خراب ہت کرو۔ نوجوان
ہے گرمی آہی جاتی ہے۔"

یہ صاحب کون ہیں کہ ہر جائیں گے مجھے اس سے لمحچی نہیں۔
یہ کہتے ہوئے انھوں نے میری طرف گوشہ پشم تک سے
نہیں دیکھا۔

”اور آپ یقیناً پروگرام کنسل نہ کریں۔“ اب انکار خ
بیگم سرتاج کی طرف تھا۔ میں خلل اندازی کی معانی چاہوں گا۔
”کوئی وجہ تو بتائیجے بھائی صاحب۔ نیمہ تھاری۔۔۔“
بیگم سرتاج کا چہرہ غالباً سوز دروں سے ٹکنار ہوا تھا۔
”ایک وجہ بھی سمجھ لجئے کہ صوفی برہان کا ہمارے ہیں
ہو گیا ہے۔ ان کی بیوی سے نیمہ کامیل جوں ہے۔ یہ کیسے منتاب
ہو گا کہ وہ ایسے متعدد سفر میں چلی جائے۔“

”ہمارے فیل ہو گیا۔“ میں اچھل پڑا۔ ”مجب سرطح
تم مجوہ سے کلام مت کرو۔“ تھیں تو میں نے
نہیں روکا۔

”صوفی برہان۔ درہی محلہ شاہ جلال والے؟“ مولانا
نے ان سے سوال کیا۔

”جی ہاں۔ رات تراویح کے وقت پہلا دورہ پڑا
تھا۔ شب بھروسہ دیجات کی تکشیں میں مگر قرار رہے۔
صحیخ فتحم ہو گئے۔“

”انا شد وانا الیہ راجعون۔ اپنے خاصے تو انا
آدمی تھے۔“

”مشیت ایزدی۔“ یہ کہہ کر صاحب بہادر رکشا
کی طرف پڑھ گئے۔ نیمہ تو پہلے بھی میٹھے عکسی تھا۔
”میں کہتی ہوں تم پیر کیا آفت آگئی۔“ بیگم سرتاج
محض پر غرائب میں اور تم چلیں گے دتی۔ مرا جینا تو دنیا
میں لگا ہی رہتا ہے۔“

”ناممکن ہے۔“ میں بولا۔ ”صوفی برہان اور میرے
درمیان معاہدہ تھا کہ ایک بھی قبر میں دفن ہوں گے۔ اب
وہ پہلے مر گئے تو مجھے زندہ درگور ہونا پڑے گا۔“
”جنم میں جاؤ۔ تم سب کریک ہو۔“ وہ اپنے
سے اتری آئیں۔

میری عقل اگرچہ اس وقت کا سرہ سر سے ہزاروں

”اب میں ہی اس اجازت کو منسوخ کر رہا ہوں۔“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی نہ جا سکے گا۔“
مولانا نے بظاہر متاسفانہ لمحے میں اہماً مگر میں نے محوس کیا
تھا کہ تأسف کے پس پردہ ان کا شفہہ دل چنان سکھلاتا تھا۔
نیمہ کا نئے قدموں سے نیچے اترانی۔ بیگم سرتاج بھی
کچھ لاری تھیں مگر میں پھر میں کی درآمدیت میں اسے ریکا کا
نہ کر سکا۔ صاحب بہادر نے نہ میری طرف دیکھا نہ اُترے
کا حکم دیا۔ بس ایک تقدم آجے بڑھ کر ہیں سے بولے۔
”چلو رکشا میں بیٹھو۔“

”میں مردود ہی نگاہِ تعقات کا منتظر ہوں۔“ میں
بھٹاکر بولا۔

”یہ سب کیا الغوت ہو رہی ہے۔“ بیگم سرتاج بلایاں
وہ بھی سے نیچے نہیں اُتری تھیں مگر سیدھے پر بھی نہیں تھیں۔
نیچے دروں نے بڑوں۔

”تم بھی اُتراؤ۔“ مولانا بولے ”سفر منسوخ کرنا
پڑے گا۔“

”میکس کرنا پڑے گا۔ بھائی حصہ۔ آخر کیا بات ہے۔“
اب وہ نیچے اُتر کر صاحب بہادر سے بہکلام ہوئیں۔ لہجہ بجد
ناخوشگوار تھا۔

”بکھر نہیں۔ آپ شیکی میں تشریف رکھیں۔ میں صرف
نیمہ کو نہ جا رہا ہوں۔“ وہ نرم اور شاستہ انداز میں بوجے
”وہی تو میں پوچھ رہی ہوں۔ آخر کیوں؟“
”یہ احالہ نہ بتا سکوں گا۔“

”عجیب زبردستی ہے۔“ تم۔ وہ دفعہ میری طرف
میں ”تم کیوں اُتر آئے۔“ چلو بیٹھو۔ میں بتا بیا پروگرام
کیسل کرنے کی عادی نہیں ہوں۔“

”کیا کہہ رہی ہو تھیم۔“ مولانا تھیڑا بولے ”سفر
کا اب کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ملا میاں تم بھی رکشا میں
جاو۔ یہ کہہ میرا خیال ہے۔ آپ لوگوں کو شیکھ ھر چور آئے
گی۔“ انھوں نے صاحب بہادر سے خطاب کیا۔

”شکریہ۔ رکشا میرے اور نیمہ کے لئے تاثی ہوگی۔“

لی

اف — اب ہیں بھی۔ اسی کمینے کی حرکت ہے۔

ہوتا ہوا اسی کی حرکت ہے۔ ”پھر وہ سیاہ دار مٹیں اور مولانا کے قریب پہنچ کر آلو دا اور میں غائب نہیں۔“ دیکھا اپنے۔ وہی کمینہ پھونک کر آیا ہے۔ آپ ہی نے اسے اتنا سر پر جھٹھادا ہے۔ میں اس کا خون پی لوں گی۔ دیل بیٹھیر۔ غربیتی فراہمی تصور تصویر یہ حیرت سا ایک دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ بھی بیکم سرتاج سے مرعوب ہی تھا ورنہ وقت کی بر بادی پر اجتیح حضور کرتا۔

”تم غفتار ہو بیکم جو چاہے کرنا۔ گراب تو گھر میں چلو۔ تقدیر اپنی سے کون لڑ سکتا ہے۔“ مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا تاکہ بیکم نرم پڑھائیں۔

”تقدیر تدبیر کے لئے آپ اپنے ہی پاس رکھیں۔“ بیکم کا پارہ اور جھٹھا گیا۔ میری بُری نوہن ہوتی ہے تھے شوق سے پر دگرام بتا۔ — ملا مام سے تو میں سمجھوں گی۔ تم نہ جانے اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔“ وہ میری سخت اس انداز میں بڑھیں جیسے گریان کپڑ کر دو چار چھپڑے سیدھے کرنے کا عزم باختم ہو۔ میں بھاگتا تو نہیں مگر سماضا خودہ۔

”بیکم۔ سچم خدا کے لئے۔“ یہ مولانا کی آواز تھی۔ غنیمت یہ بھیجئے مکان ایک بیسی مڑک پرواقع ہے کر اہ گیر رکھا دکا گزرتے ہیں۔ عام گذرا گاہ مکان کی شست پر ہے۔ ابھی تک کوئی بھیرا ہگیر نہیں گزرا تھا ورنہ بیکٹ کاتھا شاد یکھنے ضرور مرگتا۔

”آخر حلیت کیوں نہیں۔ ابھی وقت ہے۔ میں تھیں کھا تو زجاوں گی۔“ موصوفہ بھج سے کہہ رہی تھیں شاید ان کا طیش یا خویلیکے دورے میں تبدیل ہو گیا تھا۔ پھرے پر قہر کے ساتھ وہ بھت بھی تھی۔

”مان جائیے صاحب۔ ٹائم بہت کم رہ گیا ہے۔“ اب ٹیکسی ڈرائیور لوٹا۔ مسکرا ہبھٹ کی تہڑی شیش سی اپر بھی میں نے اس کے ہونوں پر محسوس کی تھی۔

”اچھا صاحب ذارے مان ہی جاؤ۔“ مولانا نے فرمایا۔ چل بیکم میں آؤ۔ آئو بیکم۔“ یہ سکھتے ہوئے وہ بڑھک

میں فاصلے پر تگنی کا ناج رہی تھی لیکن اتنا تو بہر حال سمجھ ہی سکتا تھا کہ صاحب بہادر شخص صوفی بربان کے پارٹ نیل کی وجہ سے درست نہ آئے ہوں گے۔ اگر ایسا پوتا تو خطاب براہ راست مجھ سے کرتے اور تیور بھی اسے بے دھب نہ ہوتے۔ موجودہ تیور تو صاف بتا رہے تھا حقان ان پر منکشف ہو گئے ہیں۔

مگر کیسے؟ — وہ صاحب کشف دالہا تو نہیں ہیں وہ مرز اعلام احمد فزادی ای بھی نہیں ہیں کہ جو حصوں صدی یہ تھیں دھی اس تاریخ میں۔ پھر کون ان کے کافوں میں میں وقت پر بھونک گیا۔ اوه! عارف اب تک نہیں لٹا ہے۔ ہونہ ہو۔ ہونہ ہو۔

یہی بڑا بڑا۔

”کسا وظیفہ سا پڑھ رہے ہو۔“ مولانا تاخ لجھے ہیں کہ رشتا گھلی میں مڑ کر نظروں سے غائب ہو گئی تھی۔

”سوچ رہا ہوں۔ یہ پل بھسر میں کیا اجرہ ہو گیا کہ جنگل کا جنگل۔“

”یہ اب بھی کہتی ہوں چلے چلو۔ کوئی تھیں پھاٹی پر نہیں جھٹھادے گا۔“

”کیا باتیں کرتی ہو سیم۔“ مولانا بلبلائے۔

”آپ حب رہئے۔“ موصوفہ نے اس طرح جھٹکا جیسی سی سجدہ گفتگو میں دخل انداز ہونے والے طفلاں ناداں کو جھٹک دیا جاتا ہے۔

”میرے بجائے عارف کے ساتھ چلی جائیں۔“

”عارف“ وہ دفعاً جو نکیں جیسے بھوپی ہوتی بات۔ یاداں کی ہو۔ وہ آخر بہار مر جیا۔

”بس بھی نکتہ قابل غور ہے۔“ میں نے اتنی آہتہ سے کہا کہ الفاظ مولانا تک نہ پہنچ سکیں۔ وہ بے چالہے طور پر ہے تھوڑے فاصلے ہی پر کھڑے تھے۔ بیکم سراج تو تقریباً میرے سر ہی پر سوار تھیں۔ انہوں نے خالی خالی نظروں سے بھی گھورا پھریک بیک بھوپیں سن گئیں۔ آنکھوں میں قمعے نظراتے۔

ہونٹ رہ کر پھر لک رہے تھے۔

سستراچ نزول ہیچ کروں سے دکٹر طلب کیا گیا۔

مگر یہ بھی ایسا درہ کھی پڑا ہے؟ یہ مولانا سود ریافت کیا۔

کئی بار کسی بھی قسم کا جذبائی سیجان اگر شدت

اختیار کر جائے تو ان کے اعصاب بداعاشت نہیں کر سکتے۔

جسے یہی اندر شد تھا۔ پر وگرام فتح ہو جانا ان کے لئے کوئی معنوی

صدر رہنیں۔

ڈاکٹر آیا۔ نجکشناں لگا کم و بیش صفت گھنٹے بعد سیم

سستراچ کی حالت معمول پر آئی۔ نقابت پھر بھی کافی تھی۔

اور چھرے کی سرخی نر دردی میں تبدیل ہو چکی تھی۔

انھوں نے مولانا کی طرف دیکھا پھر سیری طرف۔

اچھا۔ تم بھی موجود ہو۔“ دہ تھیف آواز میں

بولیں۔ ابھر اعیاض کا نہیں تھا اطمینان کا تھا جیسے سیری

موجود دیکھی سے کسی قسم کی ذہنی تکین حاصل ہوئی ہو۔

بھلا آپ کو الیسی حالت میں چھوڑ کر کیسے چلا

جاتا۔ اب تو کسی طرح کی تکلیف جسوس نہیں کر رہی ہیں؟“

جوڑ جوڑ دکھر رہے ہے۔ یہ دورے سے میری جان سے کر

رہیں گے۔

الیسی باتیں کیوں منحصرے نہ کاتھی ہو۔“ مولانا نے

واردی جانے کے انداز میں فرمایا۔ سیکھنے خالی خالی نظر میں

سے ان کی طرف دیکھا۔ معلوم نہیں یہ میرا وہ تم تھا یا امر واقعہ

مولانا کے تھے پر ایک طفیل قسم کی خفت کے آثار نظر

ہے۔ ان کی نظریں جھک گئی تھیں اور اسی حالت میں انھوں

نے کہا تھا۔

فضول اتنا احساس کرتی ہو۔ دو چار دو روز تھیں ری

کمزوری بیفع ہو جاتے گی تو دہلی چالے چلیں گے۔“

جہنم میں گئی دہلی۔ میری قسمت میں اسی طرح گھٹ

گھٹ کر مرجا ناہی۔“ بیکم سستراچ کی آنکھیں بھر آئیں۔ پھر یہ

پیاسے چھکتے اور آنسو خاروں پر لکھریں کھنکتے چل گئے۔

چھی جان۔ حرب سے کام لیجئے۔“ میں نہ لاسادیا۔

ٹیکسی کے پچھے حصہ میں داخل ہوتے ہوئے انھوں نے صرارہ آنکھوں کی جنبش سے مجھے اشارہ کیا تھا جس کا مطلب ہیری کھجھ میں تو سیا آپا کہ بس چند منٹ کو آجائے پھر اُتر جانا۔ میرے ۶۰ سو بھیک مانگ رہے تھے۔ شور لا شو“ کوئی چھڑا رہا تھا مخطقی جس تحت الشعور میں دُم میں بندہ یا زندہ ہوئی تھی۔

“میری ٹھی پیسید ہو چاہے گی۔“ ٹیکسی کے اگلے حصے میں داخل ہوتے ہوئے میں بڑا برا برا۔ زمین آسان لیک دے سر سے ٹکڑا جائیں گے۔ یا رسالہ الدار باب۔“

بھلایکم سستراچ تاخیر کیوں کریں وہ بھی پچھلے حصے میں گئیں۔

ٹیکسی اسٹارٹ ہوئی۔ میں سوچ رہا تھا کیا واقعی ہونا اس درجہ آزاد خیال ہیں۔ ساتھی کشادہ تباہی تو پہنچ دیں کے ہیوں تک میں نظر نہیں آتی۔ سیم عمر رسیدہ ہوتیں یا پہنچ کل ہوتیں تب بھی سی درجے میں تھیں جیسے آئے والی باتیں تھیں۔ یا پھر میں قبیر رسیدہ کر خمیدہ ہوتا۔ یا چلو بکامولوی صاحب ہوتا۔ مگر کہاں۔ قبلہ مولانا کو علم تھا کہ ملتوی کے از زندان خروج پا ہے بے حد دلہیات ہے۔

اوہ“ دغنا مولانا کی کراہ ستائی دی اور اسی کیسا نظر باریک سی جسیں چونکہ کر طرابی تھیں میں نہ یادی انداز تھا اور وہ سیم سستراچ کے ہونٹوں پر کانپ رہی تھی۔ آنکھیں بند نظر میں گئیں۔ چھرے پر ہوا ایسا چھوٹہ دہمی تھیں۔ اور پھر وہ مولانا پر دھیر ہوئی جائیں۔

“کاری بروکو“ مولنا بلند آداز میں بھرے روک کر مکر کی طرف لوٹا۔

“کیا ہوا؟“ میں نے پھر اکر پوچھا۔“ انھیں شخ کا درود پڑ گیا ہے۔“ جسے یہی اندر شخ تھا۔

ڈرایورے چلا تاخیر تھیں جس کی تیزی تھیں ہر چکی تھی اسیم سستراچ بیہوش تھیں۔ بدن کی اکٹھا ہڑت صاف نظر آرہی تھی۔ نہیں سمجھا سمجھا سے بند تھیں۔ بھنپے ہوتے

”میں بھی ڈوبوں گا۔ بھی انجام ہزنا ہے آخر کسی نہ۔ آپ لقین یجھے بھی بھی تو یہ جی چاہتا ہے کہ گولی مار دوں۔ مگر گن کے ماردوں۔ ان کے ماروں یا اپنے یہ فیصلہ اجتنک نہ کر سکا۔“

”تو نہیں چلو گے؟ انھوں نے اکتا کمر پڑھا۔ یجھے میں اب طرارہ نہیں درد د کرب تھا۔“

”انکار نہیں کرتا مگر۔ وحدہ بھی شکل ہے۔“
”غارت ہو جاؤ۔ یہ حس۔ منکے۔ حمن۔“ دفعاتان کے لمحے میں پھر نہ یا نی انداز آگیا۔ انھوں میں قہر کی جیلیاں کونڈھیں۔“

”آپ کے لئے داکٹرنے اور ام کی ہدایت کی ہے کچھ دیر سو جائیے۔ میں انکار تو نہیں کر دیا۔“

”ہاں بیکم۔ یہ تو چلیں ہی گئے۔ تم سو جاؤ۔“
میں اب سر تاج منزل سے باہر آیا۔ سوچ رہا تھا گھر جاؤں یا مطر کوں پر آوارہ پکروں۔ لکشاںدا رپڑھا بر باد ہوا تھا۔

فالنسیہ شاید ایسے ہی کسی موقع پر کہا ہو۔
ناگرددہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب! یہ الگ گردہ گناہوں کی سزا ہے۔

پھر نیکم کے بھائی صاحب سے کہے نظری۔ عید پر اگرے کی سیر کا کیا رہا۔ ہمیں سر تاج کی فسیاتی گروہوں نے کیا گل محلائے مولانا کے چہرے پر لکھ رنگ آئے گئے اور میاں ۶۰ بان پر کیسی سبی نفسی صبلو اتیں پڑیں یہ سب حق نفیر خون دل سے رقم کیا تھا مگر فیصلہ صادر ہوا کہ مسوودے کو ماچ دکھادو۔ یہ قسطدار بکواس نہیں چلے گی۔

اب بتائیے۔
اسے خدا نے لم نیز فریاد ہے فریاد ہے۔

”تم بھی جنم میں جاؤ۔“ ان کے لمحے میں شایدی بیڑی
تھی۔

جی میں تو آیا کہروں۔ یورہائی نس ا رمضان میں جنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں لہذا فی الحال تعییں حکم سے قاصر ہوں۔ مگر کہہ نہ سکا۔ ان کی بیڑا ہی آمیڈ جھل پڑھ میں پچھرا یسی بے سبی اور حرمان نصیبی کی جھلکیاں تھیں کہ میرا دل بھرا آیا۔

چند نانی کی افسروہ کن خاموشی کے بعد موصوفہ پھر بولیں۔

”اگر طبیعت شبیک ہو گئی تو عید سے اچھے روز میں تاج محل کی سیر کو جاؤں گی۔“ یہ کہہ کر انھوں نے میری طرف دیکھا۔ ”تم چلو گے میرے ساتھ؟“ ان کی نظریں سراپا سوال تھیں۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں چلیں گے۔“ مولانا نے جواب میں سبقت کی۔ یہ بھی چلیں گے میں بھی چلیں گا۔“

”آپ نہیں پوچھ رہی ہوں۔“ تھمارے ہونٹ کیوں سل ٹھتے؟ تیری طرف اچھی ہوتی ان کی نظریں میں اب طرارہ تھا۔

”میں کیا عرض کروں نیکم کے بھائی صاحب سے نشست کے بعد ہی کچھ کہا جا سکتا ہے۔“

”انھوں نے تو تمہیں آج بھی نہیں روکا تھا۔“
”یہ بے خراب مود کی علامت ہے۔ آپ نہیں جانتیں۔۔۔۔۔“

”کیوں فضول ہاتھیں کرتے ہو۔“ مولانا نے بچھڑک کا سہم رمضان ہی میں اگرے کے لئے رزویش کرالیں گے اشام اللہ عیتک تو تھماری طلاقت عودہ کرہی آئے گی۔“
وہ بڑے نیازمند انداز میں بیکم کی طرف جھکئے تھے۔

”تم میں خودداری نام کو نہیں“ بیکم نے انکی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بھسے فریا۔ اپنے سے اتنا ڈرتے ہو۔ میں تھماری جگہ ہوتی تو چلو بھریاں میں ڈوب مرتی۔“

ان ایام عبادت کو قمری تاریخوں میں مخصوص کر کے اسکا خلاف کادر و ازہر ھلار کھا ہے۔ کوئی شخص امور نہ چاہے گا کہ جو دروازہ اللہ نے ھلار کھا ہے اسے محض اس لئے ہند کرنے کی ویشی کرے کہ اس کے ھلے رہنے سے نفس کو کبھی بھی بد منگی اور کو فوت سے سابقہ پڑھتا ہے۔

آنے جس رائے کا اظہار فرمایا اس کے علمی دلیل چاہوں پر تو گناہ اش کلام ہو سکتی ہے لیکن اپنی روح اور سمت کے اعتبار سے وہ ٹھیک اسلامی رائے ہے۔ جن علماء نے محض عوامی دباؤ میں پالی عید مان لیا یا روزہ رکھ کر نماز عید ٹھھاتی وہ ظاہر آگئے ہی بڑے عالم رہے ہوں لیکن ان کا کردار علماء حق کے کردار سے قطعاً مطابقت نہیں کھٹا رکھیں آخرت میں اپنی بزرگی اور غیر ذمہ داری کی جو ابادی کرنی ہوگی۔

کاپی بھی سر لمحیں لا ببری کے 2۔

اسدہ حماقی۔ مدرس اول مدد سخن من علم
موضع دلوں۔ پوسٹ دفعع سر لانیپال
دایا جے تک۔ (بہار)

تجھی

ہم نہ جانتے کتنی بار تجھی میں یہ مام کر چکیں کہ اکثر مسلمانوں نے اسلامی عبادات کو بھی ختم کی خصوص خیواری ذہنیت کے رنگ میں رنگ لیا ہے اور مغربی تعلیم پا کے ہوتے داشتہ“ اس ذہنیت کی وجہ افرادی میں بیش بیش ہی۔ کیا ہند کیا پاکستان کیا مصر کیا عراق ہر جگہ قریب قریب ایک حال میں ہے مسلمان چاہتے ہیں کہ عالم دنیا وی ہو اروں اور شمسی تاریخوں سے برو بو تقریبیوں کی طرح رمضان اور عید کے تعین میں بھی کسی فیض کا اختلاف پیش نہ آئے حالانکہ اللہ

مسنون اپنا فام نہ سر



- ﴿ تَرْكُ شَفَّةِ تَارِفِهِ تَكَسِّيَّاً أَفْرَسِنَ ﴾
- ﴿ أَنَّ يَكْبُرُ بِنَجْوَانٍ كَوْنَكَانَ فَمُحْسِنَ ﴾
- ﴿ مُوْنَشِنَ بِنَجْوَانٍ دَوْنَكَانَ رَجَلَكَانَ ﴾
- ﴿ كَمِيلَكَانَ دَوْنَكَانَ دَاتَانَ ﴾
- ﴿ كَمِيلَكَانَ دَوْنَكَانَ دَاتَانَ ﴾
- ﴿ مِنْ دَوْنَكَانَ دَاتَانَ ﴾

ٹکریس ۰ مسلم گا ۰ خلافت اور جدوجہد ازاں
کے آتشیت لئے وہ
تفہ هنر کے اوقاتے
آدمیوں اور ساتھیوں کی دوستی انسانیت
ازاد بندوں کی ملکت ایسا کی جیش اور انسانیں
واعیہ اور قلم کی خود کا دشمن

رسنی کے ساتھ کی ملکیت کے اکسل طے کرنا
میں کوئی نہیں

آج ہی س لاذغت ۱۶ نوکری کے لامک کے اس اکشن کی ملکیت کی ملکیت
نہیں بخشنے اور نہ اس کے ساتھ ملکیت کے ملکے اس اکشن کی ملکیت
اکنون اس اکریڈ حصہ کی ملکیت ملکیت

بواسیر کا کامینا علاج

حکیم یامین صاحب کے پچاس سالہ تجربات کا پنچڑی۔ آپ سے ہزاروں بیمار ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ آپ کے پچاس سالہ تجربے نے بیان ثابت کر دی ہے کہ طبیت یونانی میں ایسے ایسے نادر تر ختم موجود ہیں جو مرض کو درکرنے میں آپ جیات کا حکم رکھتے ہیں۔

..... حیث بواسیر محشر بے ..

حکیم حسپ کا ایک ایسا عطر ہے جس پر طبیت یونانی بجا طور پر نازک سکتی ہے۔ بواسیر بادی ہو یا خونی دونوں میں یہ گولیاں مفید ثابت ہوتی رہی ہیں اور ہر ہی ہیں۔ آپ ہمیں اس موزی مرض سے چھکارا پانے کیلئے اس کا استعمال کریں۔ پورے کو رس کی قیمت من مجمموں — دنس روپے۔

منگارنے کا پتہ

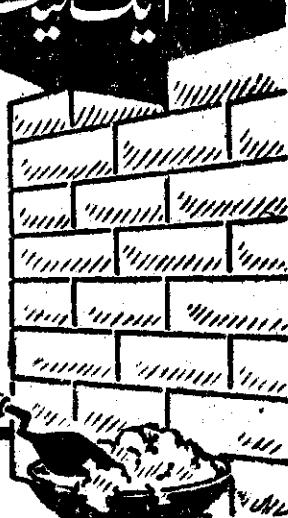
حکیم شاہزادین - دیوبند۔ ضلع سہارپور (دیوبند)

ایک نیلانگ بنیاد رکھتے!



مَاءِ الْحُكْمِ خَاصٌ

قبل از وقت بُورھوی اور غصیّر صحت مند
زوجانوں کے لئے بہترین تخفیر ہے: تانہ پھلوں
قینتی دواوں اور بہترین غذاوں سے جستہ
ظرفی پر تیار کیا جاتا ہے



ڈواخانہ طبیبیہ کارج مسلم ٹیونیورسٹی علیگढ़

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور انکی فقہ [اُردو زبان] میں ہمیں پار ایک عملہ اور جامع کتاب جو حضرت عبد اللہ بن مسعود پر نہیں ساختاً اور عالات غیر مخلوٰ سات روپے۔

فقہ الغیت [شاہ عبدالقداد جبلانی] کے وہ فرمودات ہیں۔ حقائق اسلام اور روم امور فرمودنے والے اور معارف عالم ہم زبان میں۔ قیمت مجلہ۔ سارٹھ چار روپے۔

معروف و منکر [ادین میں کیا چیز بھلی اور کیا بھری ہے] اس موضوع پر بڑے در الائکران از میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت مجلہ۔ پانچ روپے۔

ترکیہ نفس [ترکیہ کی اصل اس کے علمی و عملی اقسام ترکیہ صورت ہر اس شخص کے لئے رہنمای جوانپی شخص کا ترکیہ چاہتلے ہے۔ قیمت۔ سارٹھ چھوٹی۔

ستوپرے آدمی [جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب صفات معاشر کے ساتھ کے سو بڑے آدمیوں کا تختصر معرفت کرتی ہے۔ دلچسپ اور معلومات سے پُر۔ قیمت۔ سارٹھ تین روپے۔

صفائی معاشرات [جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب کی صفائی کے شرعی طور طرق بیان فرمائے ہیں۔ بڑے کام کا رسالہ ہے۔ قیمت صرف ۵۰ پیسے۔

معجزہ کیا ہے؟ [مولانا محمد طیصاص الحنفی تم دال اللعلوم دیوبند] کی ایک دلکش تضیییف۔ مجذوب کے تمام پیروں پر علم و تفہیم کی روشنی۔ قیمت مجلہ۔ درست ہے۔

معارف اسلام [مولانا سید سلیمان ندوی کے تعارف پر یہ نہبر بہت شاندار ہے۔ قیمت۔ پانچ روپے۔

مسجد مساجز تک [ایہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مسجد تھوڑے تھوڑے و قسمے سے پڑھنا بھی لطف سے غالباً نہیں۔ ان نہیں کم کی چاندنی اور طنزی تکینی ہی نہیں بلکہ افادت بھی ہے۔ ملا ناظم طرز برائے طنز اور مزاج برائے مزاج پر بس نہیں کرتا وہ کسی اخلاقی مقصد پر بھی آپ کی توجہ منقطع کرتا ہے۔ قیمت حصہ اول۔ چھوڑ دیں۔

حضرت دم [چھوڑ دیں] پیسے۔

عہدت [دینا بھر کے علماء و فضلاء کے کیا جمال اسلامی حق پر ہے] فتویٰ اور فیصلے۔ ایک جلد مکتب جہova فقہ و مخالفہ ہر ایک کے لئے مفید اور دلچسپ ہے۔ قیمت۔ چار روپے۔

رین و شریعت [اُردو ایڈیشن۔ مجلہ۔ چار روپے۔] انگریزی ایڈیشن۔ مجلہ۔ پارہ روپے۔

فتاویٰ عبد الحمی [مولانا عبد الحمی کا مشہور جمجمہ فتاویٰ ایک جلد میں مل۔ نظر ثانی کے بعد۔ قیمت۔ اٹھارہ روپے۔]

فرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ [مولانا منتظر نعیانی کی تقبیلہ کتاب۔ اس میں وہ عام ہم زبان میں قرآنی مطالب بیان کرتے ہیں سارٹھ پانچ روپے۔ آدابنے پا رت قبور شاہ لتمیل شہید اور مولانا محمد سلطان فرمودات۔ ۵۰ پیسے۔

قرآن اور حدیث [قرآن اور حدیث کا کیا ربط ہے؟] سنت کا مفہوم اور مقام کیا ہے؟ رسالت کسے کہتے ہیں؟ ان ہی جیسے دسیوں سوالوں کا مدتل جواب مولانا مودودی کے قلم سے ملا خطہ فرمائیں۔ نیالیڈیشن مع دسٹ کور۔ دو روپے۔ ۶۰ پیسے۔

شہداء بذریعہ [شہداء بذریعہ کے تختیر حالات و کوائف قیمت۔ ۲۰ پیسے۔

مکتبہ تحریکی دیوبند (رپ)

میل فاصلے
سچھ بھی سکتا
ہارٹ نیل کر
تو خطاب برا
بے دھبہ اے
حقائق ان پر
گرستہ
دہ مرزا غلام
یجڑی میں د?
وقت پر چھوٹا
ہے۔ ہوتا ہے
میں ہے
”کساد
رکش تھکل
”سوہ
کر جنگل کا جنگل
”میں اے
پر نہیں چڑھا د
”کیا باہ
”آئے
جیسی سمجھدہ گہ
نادان کو جھکڑک
”میرے
”عارف
یاداں کی پڑے۔ و
”بس بیکی
کہا کہ الفاظ مولنا
سچھے لکھوڑے فا
میرے سر ہی پڑے
سے بچھے گھور اپھر
نظر آتے۔

دیکھ مصنفین

۱۵/-	مکتبات امام ربانی مجدد الف ثانی اسدو جلد اول
۱۸/-	” ” ” ” جلد دوم
۱/-	یئٹے سے خطاب
۵/-	مولانا عبدالحید شدھی اور ان کے ناقہ
۱/-	سوائی خضرت موسیٰ
۱/-	سوائی خضرت علیؑ
۱/-	سوائی خضرت دامت بخش لاہوری
۱/-	سوائی شیرشاہ سوری
۳/-	جنجیزین اسرار (علمیت علماء نور شاہ کشمیری)
۸/-	تاریخ دیوبند (اضافہ شدہ)
۴/-	شانہ ان در طی پا اسلام دیوبند (مقلت ارواح ثالث)
۳/-	مسلم فیروزی، بیانارہ نوریا ظلمت کہہ
۴/-	سوائی محمد علی حجاج
۹/-	النحو الاصح ابتدائی مکمل
۱۲/-	النحو الاصح شناوی مکمل
۴/-	جوہر شرہ قدری کی عربی شرح
۵/-	ابلاعۃ الواصح عربی
۱۲۵	فسخ مجیب
۱۵/-	ایکسیم دستی و خوت (مولانا ابو الحسن علی ندوی)
۱/-	مسلمانوں کی پرشیانیوں کا بہترین علاج
۱۲۰	جو اہم الایکاں
۱۲۵	میری نماز جلد عکسی
۱۳۵	آسان نماز
۱۴۰	تاریخ مشائخ چشت مجلد (مولانا نظفر نعمانی)
۱۴۵	نتخب تقریبیں مجلد (مولانا نظفر نعمانی)

جناب قادر امام مددین احمد نگری کی قیمع تصنیفیں

۲/۰۰	ابو جگر صدقی رضی (سوانح اور حالات) ۲/۰۰
۱/-	افتضات سورہ یسوس شریف ۱/-
۵/-	انوار اسلام بحواب مصائب الاسلام مکمل ۵/-
۰/۵۰	اردو پہندی ماسٹر ۰/۵۰
۰/۷۰	ابوالیوب انصاری (میرزا بن رسولؑ) ۰/۷۰
۰/۴۵	بے شال زندگی ۰/۴۵
۰/۴۰	حضرت خلیجتہ لکبری ۰/۴۰
۰/۸۰	حضرت عثمان ذی النورین ۰/۸۰
۰/۹۵	خاصیات خدا کی نماز ۰/۹۵
۵/-	دلائل القرآن مکمل و مجلد ۵/-
۲/-	وفتری پہندی مراسلات و کاغذات ۲/-
۱/-	رسالت محمدؐ کی سعیقلی دلائل ۱/-
۰/۶۵	سفرانے اسلام ۰/۶۵
۱/-	خطبہ روم علمداران اسلام کے قدموں پر ۱/-
۰/۸۰	عقیدہ اخشنر عقلي دلائل ۰/۸۰
۰/۴۰	عقیدہ توحید اور انسانیت ۰/۴۰
۳/-	غیر مسلم علماء اور محاسن اسلام مجلد ۳/-
۰/۵۰	قبول اسلام کی کہانی ۰/۵۰
۰/۴۰	معلم نماز اردو ۰/۴۰
۰/۶۵	معلم نماز پہندی ۰/۶۵
۱/-	مسلمان شوہر دیوی ۱/-
۲/۲۵	معیاری اسلامی حکومت ۲/۲۵
۱/-	نماز کے فضائل ۱/-

مکتبہ تجھلی، دیوبند، (یوپی)

DURR E NAJAF

surma



آنکھوں کی
حافظت، شادابی اور نکھار
کے لئے



ہماری خاص سبی
سالانی ۱۵ پیسے

ایک تول
7/-

ڈال خرچ
2-50

چھ ماٹھ
4/-

دیوبند یونیورسٹی
لعل الفیض رحمہم

کوئی کی بھی نہ شیشی ایسا مطلب کرنے والا کفیر ہے

پتھر موتی
سوئے چاندی کے درجہ
اور ۲۶ دواوں کا یہ مرکب
طب قدیم کے ایک
نادر نسخے سے قدیم ہی
طرز پر تیار کیا جاتا ہے۔
• آنکھوں کی تمام بیماریوں
میں مفید۔
• بینگاہ کو قوت آور
پانڈاری دینے والا۔

لگتا بالکل نہیں ہے
 بلکہ نہ سذجہ کا درست کون
پہنچاتا ہے